صلہ رحمی و قطع تعلقی کے احکام

مصنف

مولانا ابو احمد محمد انس رضا قادری



مکتبہ فیضانِ شریعت

داتا دربار مارکیٹ لاہور 0334-3298312

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلہ رحمی
اور
قطع تعلقی کے احکام

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

صلہ رحمی کے فضائل، قطع تعلقی کے عذابات۔ والدین، اولاد، زوجین، رشتہ دار، دوست احباب کے حقوق اور ان سے قطع تعلقی کے اسباب۔ قطع تعلقی کی جائز و ناجائز صورتیں۔ بدمذہبوں، فاسق و فاجر سے قطع تعلقی کا حکم۔ سیاسی و دینی تحریکوں سے تعلق و قطع تعلقی کے احکام

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری
تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیۃ
ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

ناشر

مکتبہ فیضان شریعت داتا دربار مارکیٹ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔صلہ رحمی اور قطع تعلقی کے احکام

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔ابو احمد محمد انس رضا قادری بن محمد منیر

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔ مکتبہ فیضان شریعت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

پروف ریڈنگ۔۔۔۔۔۔دانش الیاس

قیمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اشاعتِ اول۔۔۔۔۔۔شوال المکرم 1437ھ، جولائی 2016ء

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ بہار شریعت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، لاہور

☆ کرمانوالہ بک شاپ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار، لاہور

☆ مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ شبیر برادرز، اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ شمس وقمر، بھاٹی چوک، لاہور

☆ فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ رضا ورائٹی، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ کتب خانہ امام احمد رضا خان، داتا دربار، لاہور

☆ مکتبہ علامہ فضل حق، داتا دربار مارکیٹ ☆ والضحیٰ پبلی کیشنز، داتا دربار، مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس ☆ مکتبہ لاثانی اینڈ سی ڈی سنٹر داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ منہاج کتب خانہ اینڈ سی ڈی سنٹر، لاہور ☆ میلاد پبلیشرز، داتا دربار لاہور

☆ دار العلم داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ دار النور، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ نوریہ رضویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ☆ المعارف کتب خانہ، داتا دربار مارکیٹ

☆ مکتبہ جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، لاہور ☆ مکتبہ فیضان رضا، سرگودھا

☆ مکتبہ فیضان مدینہ، فیصل آباد



فہرس

انتساب

پیارے آقا نورِ مجسم رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ سلوک کے نام کہ آپ نے نہ صرف امت کو صلہ رحمی و حسن سلوک کا حکم دیا بلکہ خود شہنشاہِ دو جہاں ہونے کے باوجود اپنی رضاعی ماں کے ادب میں اپنی چادر بچھا دی جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَۃِ، قَالَ أَبُو الطُّفَیْلِ: وَأَنَا یَوْمَئِذٍ غُلَامٌ أَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ، إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَۃٌ حَتّٰی دَنَتْ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَبَسَطَ لَہَا رِدَاءَہُ، فَجَلَسَتْ عَلَیْہِ، فَقُلْتُ: مَنْ ہِیَ؟ فَقَالُوا: ہٰذِہٖ أُمُّہُ الَّتِی أَرْضَعَتْہُ" ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جعرانہ کے مقام پر دیکھا کہ گوشت تقسیم فرما رہے ہیں۔ ابوطفیل فرماتے ہیں اس وقت لڑکا تھا اور اونٹ کی ہڈی اٹھایا کرتا تھا۔ اس دوران ایک عورت سامنے آئی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوگئی، آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھائی، وہ اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے عرض کی یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کی رضاعی ماں ہیں۔

(سنن أبی داود، ابواب النوم، باب فی بر الوالدین، جلد4، صفحہ 337، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلہ رحمی کرنے کی ترغیب اور قطع تعلقی سے بچنے کا حکم دیا۔ مل جل کر رہنے اور حسن اخلاق سے پیش آنے کی تعلیم دی کہ اس میں معاشرتی حسن ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا" ترجمہ: ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ آپس میں بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو۔ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

(سنن الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی الحسد، جلد4، صفحہ329، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

رشتہ داروں سے حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے عیاں ہے کہ آپ اپنے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ادب بجالانے کے متعلق فرماتے ہیں "لَوْ أَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ أَوْ أَحَدَهُمَا وَقَدِ افْتَتَحْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَقَرَأْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فَدَعَتْنِي أُمِّي تَقُوْلُ: يَا مُحَمَّدُ لَقُلْتُ لَبَّيْكِ" ترجمہ: اگر میں اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کو پاتا اور میں عشاء کی نماز پڑھنا شروع کرتا، اس میں سورۃ الفاتحہ پڑھ رہا ہوتا اور میری ماں مجھے بلاتی "یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" تو میں ضرور (نماز توڑ کر کہتا) لبیک (میں حاضر ہوں)۔

(البر والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ57، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت)

اپنے رضاعی والدین اور بھائی سے بہترین سلوک کرنے کے متعلق حضرت عمر بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے ”أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَأَقْبَلَ أَبُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْآخَرِ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ“ ترجمہ: ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ سامنے آپ کے رضاعی والد آگئے آپ نے ان کے لیے اپنا کپڑا بچھایا وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ کی رضاعی والدہ آئیں تو آپ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کا دوسرا کونہ بچھایا تو وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہوگئے اور انہیں اپنے پاس بٹھایا۔

(سنن أبی داود، ابواب النوم، باب فی بر الوالدین، جلد4، صفحہ 337، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

بلکہ آپ علیہ السلام اپنی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں سے بھی حسن سلوک کرتے تھے چنانچہ مسلم شریف کی حدیث پاک ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ”كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ، فَيَقُولُ: أَرْسِلُوا بِهَا إِلَى أَصْدِقَاءِ خَدِيجَةَ“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بکری ذبح کرتے تو فرماتے تھے اس گوشت کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کو بھیج دو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل خدیجۃ أم المومنین رضی اللہ تعالی عنہا، جلد 4، صفحہ 1888، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح ابن حبان کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِشَيْءٍ، قَالَ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى فُلَانَةِ، فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيقَةَ خَدِيجَةَ" ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اگر کوئی چیز آتی تو فرماتے: اسے فلاں کے پاس لے جاؤ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلی ہے۔

(صحیح ابن حبان، ذکر تعاهد المصطفى صلى الله عليه وسلم أصدقاء خديجة بالبر بعد وفاتها، جلد15، صفحه 467، مؤسسة الرسالة، بيروت)

آپ اپنے صحابہ کی بھی خیریت دریافت کرتے، اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کرتے۔ مسند ابی یعلی میں ابو یعلی احمد بن علی الموصلی (المتوفی 307ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَقَدَ الرَّجُلَ مِنْ إِخْوَانِهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، سَأَلَ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ غَائِبًا دَعَا لَهُ، وَإِنْ كَانَ شَاهِدًا زَارَهُ، وَإِنْ كَانَ مَرِيضًا عَادَهُ" ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اگر کوئی صحابی تین دن تک نظر نہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متعلق پوچھتے تھے، اگر وہ غائب ہوتا تو اسے بلاتے، اگر حاضر ہوتا تو اسے دیکھتے، اگر مریض ہوتا تو اس کی عیادت کرتے تھے۔

(مسند أبي يعلى، مسند أنس بن مالك، جلد6، صفحه150، دار المامون للتراث، دمشق)

اسلام کے کئی احکام میں صلہ رحمی کو مدِ نظر رکھا گیا ہے جیسے ایک وقت میں دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا، یا بیوی کے ساتھ اس کی بھتیجی، بھانجی کو نکاح میں رکھنا حرام قرار دیا ہے کہ اس طرح دونوں عورتوں میں سوکن پن ہونے کی وجہ سے قطع تعلقی ہو جائے گی چنانچہ درر الحکام شرح غرر الاحکام میں ہے "وَالْجَمْعُ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ أَيَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا لَمْ يَحِلَّ لَهُ الْأُخْرَى يَعْنِي يَحْرُمُ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْمَرْأَتَيْنِ فِي النِّكَاحِ بِأَنْ

یَتَزَوَّجَهُمَا بِعَقْدٍ أَوْ عَقْدَيْنِ أَوْ يَتَزَوَّجَ إِحْدَاهُمَا فِي عِدَّةِ الْأُخْرَى، سَوَاءٌ كَانَتِ الْعِدَّةُ مِنْ بَائِنٍ أَوْ رَجْعِيٍّ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا يُفْضِي إِلَى قَطِيعَةِ الرَّحِمِ۔ ملتقطا" ترجمہ: دو ایسی عورتوں کو اپنے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کو مرد تصور کریں تو اس کا نکاح عورت سے حرام ہو۔ ایسی دونوں عورتوں کو ایک عقد میں جمع کرنا یا دو مختلف عقد میں جمع کرنا حرام ہے یا پہلی کی عدت میں دوسری سے نکاح کرنا برابر ہے وہ عدت طلاق بائن کی ہو یا طلاق رجعی کی حرام ہے۔ اس لئے کہ ایسی دونوں عورتوں کو جمع کرنا قطع رحم کے طرف لے جانے والا ہے۔

(درر الحکام شرح غرر الأحکام، کتاب النکاح، جلد1، صفحہ330، دار إحیاء الکتب العربیة)

تبیین الحقائق میں ہے "حَرُمَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَحَارِمِ لِمَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام قَالَ إِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ قَطَعْتُمْ أَرْحَامَهُنَّ أَشَارَ إِلَى الْمُنَافَرَةِ الَّتِي تَكُونُ بَيْنَ الضَّرَائِرِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ أَيْ اِتَّقُوا اللَّهَ أَنْ تَعْصُوهُ وَاتَّقُوا الْأَرْحَامَ أَنْ تَقْطَعُوهَا فَثَبَتَ بِهَذَا أَنَّ الْأَرْحَامَ هِيَ الَّتِي تَجِبُ صِيَانَتُهَا وَوَصْلُهَا وَيَحْرُمُ قَطْعُهَا" ترجمہ: دو محارم عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو تم نے ان کے رشتوں کو توڑا۔ اس فرمان میں دونوں محارم عورتوں کو جمع کرنے میں ہونے والے نقصانات کی طرف اشارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ یعنی اللہ عزوجل سے ڈرو اس کی نافرمانی کرنے سے اور قطع رحمی سے بچو۔ تو ثابت ہوا کہ رشتوں کی حفاظت کرنا اور انہیں ملانا واجب ہے اور قطع تعلقی حرام ہے۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الاعتاق، جلد3، صفحہ70، المطبعة الکبری الأمیریة،

القاہرۃ)

اسی طرح اگر کسی ذی رحم محرم کو تحفہ دے کر واپس نہیں لے سکتے کہ یہ قطع رحمی ہے چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے "فَلَوْ وَهَبَ لِذِی رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَا يَرْجِعُ فِيهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا كَانَتْ الْهِبَةُ لِذِی رَحِمٍ مَحْرَمٍ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا صِلَةُ الرَّحِمِ وَقَدْ حَصَلَ وَفِی الرُّجُوعِ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ فَلَا يَرْجِعُ فِيهَا سَوَاءٌ كَانَ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا" ترجمہ: اگر کسی ذی رحم رشتہ دار کو تحفہ دیا تو واپس نہیں لے سکتا، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تحفہ ذی رحم محرم کو دیا جائے تو اسے واپس نہیں لے سکتے۔ اس لئے کہ رشتہ دار کو تحفہ دینے میں مقصود صلہ رحمی ہے اور وہ تحفہ دینے سے حاصل ہو گئی، اب تحفہ واپس لینا قطع رحمی ہے، تو واپس نہیں لے سکتے برابر ہے کہ یہ تحفہ مسلمان رشتہ دار کو دیا ہو یا کافر کو۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، جلد5، صفحہ 101، المطبعة الکبری الأمیریة، القاہرۃ)

غیروں کی نسبت اپنے مستحق رشتہ داروں کو زکوۃ، فطرہ اور صدقات دینا دگنا ثواب ہے کہ اس میں صدقہ کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا بھی ثواب ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ" ترجمہ: صدقہ مسکین کو دینے پر ایک صدقہ کا ثواب ہے اور ذی رحم کو دینے کا اجر دگنا ہے، ایک اجر صدقہ دینے کا اور ایک اجر صلہ رحمی کرنے کا۔

(سنن الترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة، جلد 2، صفحہ 40، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

اور اپنے غریب رشتہ داروں کو چھوڑ کر غیروں کو صدقہ وخیرات دینا سختی سے منع کیا گیا چنانچہ الزواجر عن اقتراف الکبائر میں احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی (المتوفی 974ھ)

فرماتے ہیں "عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: مَنْ کَانَ لَہٗ اَقَارِبُ ضُعَفَاءُ وَلَمْ یُحْسِنْ اِلَیْھِمْ وَیَصْرِفُ صَدَقَتَہٗ اِلٰی غَیْرِھِمْ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ صَدَقَتَہٗ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: جس کے رشتہ دار غریب ہوں اور یہ ان سے نیکی نہ کرے اور صدقہ غیروں کو دے تو اللہ عزوجل اس کا صدقہ قبول نہ فرمائے گا اور قیامت والے دن اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، جلد2، صفحہ129، دار الفکر، بیروت)

بعض گناہ ایسے ہیں جن کا مرتکب شخص امامت کے قابل نہیں ہے جیسے جو شخص داڑھی منڈواتا یا ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والا ہو، فاسق وفاجر ہو، کالا خضاب لگانے والا ہو تو اسے امام بنانا اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح وہ امام جو لوگوں میں قطع تعلقی کی ترغیب دیتا ہو اسے امام بنانا جائز نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک سیّد صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں۔ ایک نہایت ہی اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے۔ قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سیّد موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پرہیزگار نوجوان کا پیر بھائی ہے اور دو چار یوم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری وباطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلاوجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر

اہلِ مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تا زندگی رہے گا۔ آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلا وجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے؟ بینوا توجروا۔"

جواباً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگر یہ واقعی بات ہے کہ سیّد صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی محض کسی خصومتِ دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لئے کیا اور علانیہ برسرِ مجلس کیا تو قابلِ امامت نہ رہے اور ان کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلاوجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لا یحل لرجل یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام رواہ الشیخان عن ابی ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ" آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے۔ راہ میں ملیں تو یہ ادھر منہ پھیر لے وہ اُدھر منہ پھیر لے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے۔ بخاری و مسلم نے اسے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لایحل لمومن ان یھجر مؤمنا فوق ثلث فان مرت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ وان ردعلیہ السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الھجرۃ رواہ ابو داؤد عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی

مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے، جب تین راتیں گزر جائیں تو لازم ہے کہ اُس سے ملے اور اسے سلام کرے، اگر سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وُہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر رہا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکل گیا۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار رواہ احمد و ابو داؤد عنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ" مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے، جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی حالت میں مرے وُہ جہنم میں جائے گا۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اُس پر وعیدِ نار ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔

فتاویٰ حجہ میں ہے "لو قدموا فاسقایاثمون" اگر انھوں نے فاسق کو مقدم کیا تو گناہ گار ہوں گے۔

تبیین الحقائق میں ہے "لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمۃ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا" کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی اہانت شرعاً واجب ہے۔

اور اس میں برابر ہیں وہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع

نہ کیا سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ598، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

شریعت نے یہاں تک حکم دیا کہ اگر کسی سے قطع تعلقی کی قسم کھائی ہو تو قطع تعلقی نہ کرے قسم توڑ دے بلکہ یہاں تک ہے کہ اگر طلاق بھی ہو جاتی ہو تب بھی قطع تعلقی نہ کرے چنانچہ مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "چند دن پہلے میرا پڑوسی سے جھگڑا ہو گیا اور جھگڑا حد سے بڑھ گیا۔ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا تھا اور جب بات حد سے بڑھ گئی تو میں نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میں تم سے واسطہ نہیں رکھوں گا، اگر میں تم سے بات کروں تو میری بیوی پر طلاق ہو۔ چنانچہ آج تک میں نے اپنے پڑوسی سے بات نہیں کی ہے۔ اس کا علم میرے دوستوں کو ہوا وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملاپ ہو جائے۔ جھگڑا اچھی بات نہیں ہے۔ میں بھی جانتا ہوں کہ پڑوسیوں کے کیا حقوق ہوتے ہیں، لیکن میں نے قسم کھائی تھی، اس کے بارے میں وضاحت چاہتا ہوں کہ اگر بات چیت کرلوں اور قسم توڑ دوں تو قسم کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ میرے نکاح میں اگر کوئی فرق ہو تو تفصیل درج کریں۔ واضح رہے کہ میں نے یہ الفاظ صرف ایک مرتبہ کہے تھے۔"

جواباً مفتی صاحب فرماتے ہیں: "حدیث شریف میں ہے اور اس حدیث کو امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی سمرقندی متوفی 255ھ نے سنن دارمی میں نقل کیا ہے "من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر و لیکفر عن یمینہ" یعنی جب کوئی قسم کھالے اور اس قسم کو توڑنے میں بھلا دیکھے تو قسم کو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں پڑوسی سے میل ملاپ کرلینا چاہیے اور اس صورت میں

ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر رجوع کیا جاسکتا ہے۔ نکاح جدید کی ضرورت نہیں۔ رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے شوہر یہ کہہ دے کہ میں طلاق سے رجوع کرتا ہوں۔"

(وقار الفتاوٰی، جلد3، صفحہ194، 195، بزم وقار الدین قادری، کراچی)

موضوع اختیار کرنے کا سبب

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قطع تعلقی کا عام ہونا بھی ہے چنانچہ مجمع الزوائد میں حضرت سبرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ أَوْ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ وَالْمُتَفَحِّشَ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَاحُشُ وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَسُوءُ الْمُجَاوَرَةِ وَحَتَّى يُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ وَيُخَوَّنَ الْأَمِينُ" ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل فحش کو پسند نہیں کرتا یا فرمایا فحش اور بدکلامی کرنے والے کو مبغوض رکھتا ہے اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ فحاشی اور بدکلامی، قطع تعلق، ہمسائیوں سے برا سلوک نہ ہو یہاں تک کہ خیانت کرنے والا امین ہوگا اور امین خیانت کرنے والا ہوگا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب فی ایام الصبر وفیمن یتمسک بدینہ فی الفتن، جلد 7، صفحہ284، مکتبۃ القدسی، القاہرۃ)

مسند احمد بن حنبل کی حدیث پاک ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"أَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمَ الْخَاصَّةِ، وَفُشُوَّ التِّجَارَةِ، حَتَّى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ، وَقَطْعَ الْأَرْحَامِ، وَشَهَادَةَ الزُّورِ، وَكِتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ، وَظُهُورَ الْقَلَمِ" ترجمہ: قیامت کے قریب آدمی فقط جاننے والوں کو سلام کرے گا، تجارت عام ہوگی یہاں تک کہ عورت تجارت میں

اپنی شوہر کا ہاتھ بٹھائے گی۔ قطع رحمی عام ہو گی۔ جھوٹی گواہی عام ہو گی اور سچی گواہی چھپائی جائے گی۔ قلم کا بکثرت استعمال ہو گا۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه، جلد6، صفحه416، مؤسسة الرسالة، بيروت)

آج ہم اگر اپنے معاشرے اور خاندانوں بلکہ اپنے آپ میں ہیں غور کریں تو واضح ہو گا کہ ہم میں برداشت کا جذبہ نہیں، ذرا ذرا سی بات پر خاندان بچھڑنے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کا نام لینا پسند نہیں کرتے، بلاوجہ کی دشمنیاں چل رہی ہیں، ایک دوسرے کی غیبتیں کی جاتی اور بہتان باندھے جاتے ہیں، غیروں سے حسنِ سلوک کیا جاتا ہے اور اپنے رشتہ داروں سے انتہائی بدتر سلوک کیا جاتا ہے، بیوی کی محبت میں ماں کو دور کیا جاتا ہے اور دوست کی محبت میں والد کو دور کیا جاتا ہے، اسی طرح کے گناہوں کی نحوست ہے کہ ہم اور ہمارا معاشرہ بدامنی کا شکار ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَأَدْنَى صَدِيقَهُ، وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ، وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ" ترجمہ: جب غنیمت کو اپنی دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو ٹیکس بنا لیا جائے اور غیر دین کیلئے علم حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت میں ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں اونچی

ہوں اور قبیلہ کا بدکار قوم کی سرداری کرے اور قوم کا ذمہ داران کا کمینہ ہو اور آدمی کی تعظیم کی جائے اس کی شرارت کے خوف سے اور رنڈیاں باجے ظاہر ہو جائیں اور شراب پی جائیں اور اسکے پچھلے اگلوں پر لعنت کریں تو اس وقت تم سرخ زلزلہ، دھنسنا اور صورتیں بدلنا، پتھر برسنے اور ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگا تار ہوں گے جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگا تار کر کے گرے۔

(سنن الترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف، جلد 4، صفحہ 65، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

الترغیب والترہیب کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِی أُمَامَةَ رَضِیَ اللہ عَنْهُ عَنِ النَّبِی صلی اللہ عَلَیْهِ وَسلم قَالَ یبیت قوم من هَذِهِ الْأمة علی طعم وَشرب وَلَهو وَلعب فیصبحوا قد مسخوا قردة وَخَنَازِیر وليصيبنهم خسف وَقذف حَتَّى یصبح النَّاس فَیَقُولُونَ خسف اللَّیْلَة ببنی فلَان وَخسف اللَّیْلَة بدار فلَان ولترسلن عَلَیْهِم حِجَارَة من السَّمَاء کَمَا أرسلت علی قوم لوط علی قبائل فِیهَا وعَلى دور ولترسلن عَلَیْهِم الرّیح الْعَقِیم الَّتِی أهلكت عادا علی قبائل فِیهَا وعَلى دور بشربهم الْخمر ولبسهم الْحَرِیر واتخاذهم الْقَیْنَات وأكلهم الرِّبَا وَقَطِیعَة الرَّحِم " ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اس اُمت کی ایک قوم کھانے پینے اور لہو ولعب میں رات گزارے گی، پھر جب وہ صبح کریں گے تو ان کے چہرے مسخ ہو کر بندر اور خنزیر بن چکے ہوں گے اور ان میں دھنسانے اور پھینکے جانے کے واقعات رونما ہوں گے یہاں تک کہ لوگ صبح اٹھیں گے تو کہیں گے آج رات فلاں کا گھر دھنسا دیا گیا اور آج رات فلاں کا گھر دھنسا دیا گیا۔ اور ان پر آسمان سے پتھر پھینکے جائیں گے جیسا کہ حضرت سیدنا لوط علیہ

السلام کی قوم کے قبیلوں اور گھروں پر برسائے گئے اس لئے کہ وہ شراب پئیں گے، ریشم پہنیں گے، گانے والیاں رکھیں گے، سود کھائیں گے اور رشتہ داروں سے قطع تعلقی کریں گے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحدود، جلد3، صفحہ8، حدیث2866، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

آج ہم حضور علیہ السلام کی چودہ سو سال قبل پیشین گوئیوں کی تصدیق اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ چھوٹا سا گھر جس میں کئی خاندان اکٹھے رہتے تھے آج وہاں دو بھائی اکٹھے رہنا پسند نہیں کرتے اور آئندہ دور میں قطع تعلقی اور زیادہ عام ہوگی، لوگ رشتہ داروں کو چھوڑ چھاڑ کر اکیلے رہنے کے عادی ہو رہے ہیں، آئندہ اس میں مزید اضافہ ہوگا، وہ والدین جو کئی بچوں کو پالتے ہیں وہ سب بچے مل کر فقط والدین کو پالنے پر راضی نہیں، والدین کی خدمت کرنے کی بجائے انہیں اولڈ ہاؤس بھیجنا اب اسلامی ممالک میں بھی شروع ہو چکا ہے جو رفتہ رفتہ بڑھتا جائے گا۔ پھر والدین بچوں کو قطع تعلقی کرنے کا نہ صرف حکم دیتے ہیں بلکہ قسمیں دیتے ہیں کہ فلاں رشتہ دار کو میرے مرنے کے بعد نہ ملنا۔ ایسے موقع پر دینی ذہن کے لوگ بڑی آزمائش کا شکار ہوتے ہیں کہ ایک طرف والدین کا حکم ہوتا ہے اور دوسری طرف شریعت کا حکم ہوتا ہے، اسی طرح کئی خاندانی معاملات میں شرعی رہنمائی درکار ہوتی ہے کہ اس موقع پر قطعی تعلقی کی جائے یا نہ کی جائے۔ لہذا اس موضوع پر کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جس میں ان سب احکام کو بیان کیا گیا ہو۔ اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ صلہ رحمی اور قطع تعلقی پر ضروری مسائل کو لکھا جائے کہ جس دور میں جو معاملات لوگوں کو درپیش ہوتے ہوں اس کے متعلق شرعی رہنمائی بھی عام ہونا ضروری ہے جیسے جس شخص کو خاندان سے قطع تعلقی کرنا پڑ رہی ہے اس

پر لازم ہے کہ وہ شرعی رہنمائی حاصل کرے کہ میرے لئے یہ قطع تعلقی کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں "فيجب تعلم علم ذلك بحسب ما يتجدد من الحال و ذلك يختلف بحال الشخص إذ لا يجب على الأبكم تعلم ما يحرم من الكلام و لا على الأعمى تعلم ما يحرم من النظر و لا على البدوى تعلم ما يحرم الجلوس فيه من المساكن فذلك أيضاً واجب بحسب ما يقتضيه الحال فما يعلم أنه ينفك عنه لا يجب تعلمه وما هو ملابس له يجب تنبيهه عليه كما لو كان عند الإسلام لابساً للحرير أو جالساً في الغصب أو ناظراً إلى غير ذى محرم فيجب تعريفه بذلك وما ليس ملابساً له ولكنه بصدد التعرض له على القرب كالأكل والشرب فيجب تعليمه حتى إذا كان في بلد يتعاطى فيه شرب الخمر وأكل لحم الخنزير فيجب تعليمه ذلك وتنبيهه عليه وما وجب تعليمه وجب عليه تعلمه" ترجمہ: حالات کی تبدیلی کے مطابق جن باتوں سے بچنے کا حکم ہے ان کا علم سیکھنا فرض ہے اور ہر شخص کی حالت کے پیش نظر مختلف ہے۔ گونگے پر حرام باتوں کا علم سیکھنا فرض نہیں اور اندھے پر یہ سیکھنا فرض نہیں کہ کن چیزوں کو دیکھنا حرام ہے۔ جنگل میں رہنے والے پر یہ سیکھنا فرض نہیں کہ کن کن مجلسوں میں بیٹھنا حرام ہے کیونکہ ناجائز اعمال جسے چھوڑنے کا حکم ہے ان کا علم بھی حسب حال ہی فرض ہوتا ہے۔ الغرض جو چیزیں ضروریات دین سے نہیں ان کا علم سیکھنا فرض نہیں اور جن کے بارے میں معلوم ہو کہ بغیر اس کے چارہ نہیں اس کی آگہی حاصل کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ اسلام لاتے وقت کسی نے ریشم پہن رکھا تھا یا غصب شدہ زمین پر بیٹھا یا غیر محرم کو دیکھ رہا تھا تو اسلام لاتے ہی اس پر فرض ہو جائے گا کہ وہ ان کا علم حاصل کرے اور جن کی اسے ابھی ضرورت نہیں لیکن

قریب ضرورت پڑے گی جیسے کھانا پینا تو ان کے بارے میں بھی سیکھنا فرض ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی ایسے شہر میں جہاں شراب پینے اور خنزیر کھانے کا رواج ہو تو اس پر فرض ہے کہ لوگوں کو (حسب استطاعت) اس کے بارے میں بتائے اور تنبیہ کرے۔ بہر حال ہر وہ کام جس کا سکھانا فرض ہے اس کا سیکھنا بھی فرض ہے۔

(إحياء علوم الدين، كتاب العلم، الباب الثاني في العلم المحمود والمذموم، جلد 1، صفحه 15، دار المعرفة، بيروت)

موضوع کی اہمیت

اس موضوع کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کے وہ مسائل بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کا تعلق صلہ رحمی اور قطع تعلقی کے ساتھ ہے، کیونکہ ہر شخص کو زندگی میں کئی مرتبہ ان مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کتاب میں قطع تعلقی کے احکام کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب، علاج، ایک دوسرے کے حقوق کو بھی بیان کیا ہے۔

اس کتاب کا زیادہ فائدہ دینی سوچ رکھنے والوں کو ہوگا کہ وہ کئی مرتبہ اپنے رشتہ داروں اور جاننے والوں کے متعلق کئی معاملات کی بنا پر پریشان ہوتے ہیں کہ شرعی طوز پر ایسے لوگوں سے تعلق رکھنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الغرض یہ کتاب عصر حاضر میں درپیش مسائل کے حل کے لئے کافی حد تک کفایت کرے گی۔ ان شاء اللہ عزوجل۔

المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو احمد محمد انس رضا قادری
29 رمضان المبارک 1437ھ/05 جولائی 2016ء

باب اول: صلہ رحمی کے فضائل اور قطع تعلقی کے عذابات

فصل اول: صلہ رحمی کے فوائد و فضائل

صلہ رحمی کے دنیا اور آخرت میں کثیر فوائد و فضائل ہیں۔ دنیاوی فوائد یہ ہیں کہ صلہ رحمی کرنے والے کی عمر و رزق میں برکت و زیادتی ہوتی ہے، عزت ملتی ہے اور اخروی فضائل یہ ہیں کہ یہ دخولِ جنت کا سبب ہے، رب تعالیٰ کی رضا ہے وغیرہ۔

صلہ رحمی کی فضیلت پر مبنی قرآن و حدیث کی چند روایات پیشِ خدمت ہیں:

صلہ رحمی اللہ عزوجل اور آخرت پر ایمان کی نشانی

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ عزوجل اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب إکرام الضیف وخدمتہ إیاہ بنفسہ، جلد 8، صفحہ 32، دار طوق النجاۃ، مصر)

صلہ رحمی رزق اور عمر میں زیادتی کا سبب

بخاری و مسلم میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي

أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، جلد 8، صفحہ 5، دار طوق النجاة، مصر)

کنز العمال میں ہے "عن أنس قال: إن المرء ليصل رحمه وما يبقى من عمره إلا ثلاثة أيام فينسؤه الله ثلاثين سنة وإنه ليقطع الرحم وقد بقي من عمره ثلاثون سنة فيصيره الله إلى ثلاثة أيام" ترجمہ: جو انسان صلہ رحمی کرے اور اس کی عمر تین دن باقی ہو تو اللہ عزوجل اس کی عمر تیس سال کر دے گا اور جو قطع تعلقی کرنے والا ہوگا اور اس کی عمر تیس سال باقی ہو تو اللہ عزوجل اس کی عمر تیس سال سے تین دن کی طرف پھیر دے گا۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، صلة الرحم، جلد 3، صفحہ 1308، مؤسسة الرسالة، بیروت)

طبرانی اوسط کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ، وَإِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُونُونَ فُجَّارًا، فَتَنْمُو أَمْوَالُهُمْ، وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ، إِذَا وَصَلُوا أَرْحَامَهُمْ، وَإِنَّ أَعْجَلَ الْمَعْصِيَةِ عُقُوبَةً الْبَغْيُ وَالْخِيَانَةُ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ تُذْهِبُ الْمَالَ، وَتُقِلُّ فِي الرَّحِمِ" ترجمہ: بے شک سب نیکیوں میں جلد از جلد اجر میں صلہ رحمی ہے یہاں تک کہ گھر والے فاسق بھی ہوں تو ان کے مال زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے شمار بڑھتے ہیں جب آپس میں صلہ رحم کریں۔ بے شک گناہوں میں جلد سزا ظلم، خیانت، جھوٹی قسم ہے، مال کا چلے جانا صلہ رحمی میں کمی کی وجہ سے ہے۔

(المعجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد، جلد 2، صفحہ 19، دار الحرمين، القاهرة)

دوسری روایت میں اتنا اور ہے"وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَتَوَاصَلُونَ فَيَحْتَاجُونَ"ترجمہ: کوئی گھر والے ایسے نہیں کہ آپس میں صلہ رحم کریں پھر محتاج ہو جائیں۔

(صحیح ابن حبان، کتاب البر والإحسان، باب صلة الرحم وقطعها، جلد 2، صفحہ 182، مؤسسة الرسالة، بیروت)

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے"عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صِلَةُ الرَّحِمِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ يُعَمِّرْنَ الدِّيَارَ وَيَزِدْنَ فِي الْأَعْمَارِ"ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحم اور نیک خوئی اور ہمسایہ سے نیک سلوک شہروں کو آباد اور عمروں کو زیادہ کرتا ہے۔

(شعب الإيمان، صلة الرحم، جلد 10، صفحہ 344، مكتبة الرشد، الرياض)

البر والصلة لابن الجوزی میں امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں"عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مَلِكَانِ أَخَوَانِ عَلَى مَدِينَتَيْنِ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا بَارًّا بِرَحِمِهِ، عَادِلًا عَلَى رَعِيَّتِهِ، وَالْآخَرُ، عَاقًّا بِرَحِمِهِ، جَائِرًا عَلَى رَعِيَّتِهِ، وَكَانَ فِي عَصْرِهِمَا نَبِيٌّ، فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى ذَلِكَ النَّبِيِّ، أَنَّهُ قَدْ بَقِيَ مِنْ عُمْرِ هَذَا الْبَارِّ ثَلَاثُ سِنِينَ، وَبَقِيَ مِنْ عُمْرِ هَذَا الْعَاقِّ ثَلَاثُونَ سَنَةً، فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ رَعِيَّةَ هَذَا وَرَعِيَّةَ هَذَا، فَحَزِنُوا، وَفَرَّقُوا بَيْنَ الْأَطْفَالِ وَالْأُمَّهَاتِ، وَتَرَكُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ، وَخَرَجُوا إِلَى الصَّحْرَاءِ يَدْعُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُمَتِّعَهُمْ بِالْعَادِلِ، وَيُزِيلَ عَنْهُمْ أَمْرَ الْجَائِرِ، فَأَقَامُوا ثَلَاثًا، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى ذَلِكَ النَّبِيِّ أَنْ أَخْبِرْ عِبَادِي أَنِّي قَدْ رَحِمْتُهُمْ، وَأَجَبْتُ دُعَاءَهُمْ، وَجَعَلْتُ مَا بَقِيَ مِنْ عُمْرِ هَذَا

الْبَارِّ لِذٰلِكَ الْجَائِرِ، وَمَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِ الْجَائِرِ لِهٰذَا الْبَارِّ، فَمَاتَ الْعَاقُّ لِتَمَامِ ثَلَاثِ سِنِينَ، وَبَقِيَ الْبَارُّ ثَلَاثِينَ سَنَةً" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں دو بھائی دو شہروں پر بادشاہ تھے، ایک بھائی رعایا پر عادل اور صلہ رحمی کرنے والا تھا اور دوسرا قطع تعلقی کرنے والا اور رعایا پر ظلم کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل نے اس وقت کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس نیک بادشاہ کی عمر تین سال باقی ہے اور ظالم بادشاہ کی عمر تیس سال باقی ہے۔ نبی علیہ السلام نے رعایا کو اس کی خبر دی تو وہ قوم بہت غمگین ہوئی اور اپنے بچوں کو ماؤں کو چھوڑ دیا، کھانا پینا چھوڑ دیا اور جنگلوں کی طرف نکل پڑے اور اللہ عزوجل سے دعا کی کہ عادل بادشاہ کو ابھی موت نہ دے اور ظالم بادشاہ ہم سے دور کردے۔ وہ قوم تین دن یہی دعا مانگتے رہی۔ اللہ عزوجل نے نبی علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو خبر دیدو کہ اللہ عزوجل نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی دعا قبول کرلی ہے اور میں نے ظالم کی عمر نیک بادشاہ کو دیدی اور نیک کی عمر ظالم کو تو ظالم بادشاہ تین سال بعد مرگیا اور نیک بادشاہ تیس سال بعد فوت ہوا۔

(البر والصلہ لابن الجوزی، صفحہ 56، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت)

المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے "عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ، وَالصَّدَقَةُ خَفِيًّا تُطْفِءُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ، وَكُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَأَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ، وَأَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الْآخِرَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ" ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بھلائیوں کے

کام بری موتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات رب کا غضب بجھاتی ہے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک عمر میں برکت ہے اور ہر نیک سلوک (کچھ ہو کسی کے ساتھ ہو) سب صدقہ ہے اور دنیا میں احسان والے آخرت میں احسان پائیں گے اور دنیا میں بدی والے وہی عقبیٰ میں بدی دیکھیں گے اور سب میں پہلے جو بہشت میں جائیں گے وہ نیک برتاؤ والے ہیں۔

(المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ: محمد، جلد 6، صفحہ 163، دار الحرمین، القاہرة)

اہل وعیال میں محبت کا باعث

صلہ رحمی اہل وعیال میں محبت کا باعث ہے۔ کنز العمال میں ہے "عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَنْ ضَمِنَ لِي وَاحِدًا ضَمِنْتُ لَهُ أَرْبَعًا: مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ؛ طَالَ عُمْرُهُ، وَأَحَبَّهُ أَهْلُهُ، ووسع عليه رِزْقِهِ، وَدَخَلَ جَنَّةَ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ"

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو مجھے ایک بات کی ضمانت دے تو میں اسے چار باتوں کی ضمانت دیتا ہوں: جو صلہ رحمی کرے اس کی عمر زیادہ ہوگی، اس کے اہل عیال اس سے محبت کریں گے، اس کے رزق زیادہ ہوگا اور رب تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، صلة الرحم، جلد 3، صفحہ 1308، مؤسسة الرسالة، بیروت)

بری موت اور حادثات وآزمائش دور

صلہ رحمی سے بری موت اور مصیبت وآزمائش دور ہوتی ہیں۔ مسند ابو یعلیٰ کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَهُ يَقُولُ: إِنَّ الصَّدَقَةَ وَصِلَةَ الرَّحِمِ يَزِيدُ اللَّهُ بِهَا فِي الْعُمُرِ، وَيَدْفَعُ بِهَا مِيتَةَ السُّوءِ،

وَيَدْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْمَكْرُوهَ وَالْمَحْذُورَ" ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک صدقہ اور صلہ رحمی ان دونوں سے اللہ تعالیٰ عمر بڑھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے اور مکروہ اور اندیشہ کو دور کرتا ہے۔

(مسند ابی یعلی، مسند أنس بن مالك، يزيد الرقاشي عن انس بن مالك، جلد 7، صفحه 139، دار المأمون للتراث، دمشق)

کنز العمال کی حدیث پاک ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا"صنائع المعروف تقی مصارع السوء والآفات الهلكات واهل المعروف في الدنيا هم اهل المعروف الاخرة "ترجمہ: نیک سلوک کے کام بری موتوں، آفتوں، ہلاکتوں سے بچاتے ہیں اور دنیا میں احسان والے آخرت میں احسان والے ہوں گے۔

(كنز العمال، حرف الزای، الباب الثانی: فی السخاء والصدقة، الفصل الأول: في الترغيب فيها، جلد 6، صفحه 343، مؤسسة الرسالة، بيروت)

صلہ رحمی دعا کی قبولیت کا سبب

شعب الایمان میں ہے"عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ فِي عُمْرِهِ، وَيُبْسَطَ فِي رِزْقِهِ، وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيتَةُ السُّوءِ، وَيُسْتَجَابَ دُعَاؤُهُ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو، رزق بڑھے، بُری موت نہ مرے اور اس کی دعا قبول ہو تو اسے چاہیے صلہ رحمی کرے۔

(شعب الايمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحه 329، مكتبة الرشد، الرياض)

صلہ رحمی کرنے والے پر رب تعالیٰ کا لطف و کرم

بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَلَقَ اللَّهُ الخَلْقَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ لَهُ: مَهْ، قَالَتْ: هَذَا مَقَامُ العَائِذِ بِكَ مِنَ القَطِيعَةِ، قَالَ: أَلاَ تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ، قَالَتْ: بَلَى يَا رَبِّ، قَالَ: فَذَاكِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ "ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جب اس سے فارغ ہو گیا تو رحم (رشتہ) نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے دامن کو پکڑا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ رک جا اس نے کہا کیا یہ اس کا مقام ہے جو مجھ کو توڑ کر تیری پناہ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے ملوں جو تجھ کو جوڑے اور اس سے الگ ہو جاؤں جو تجھ کو توڑے؟ اس نے عرض کیا ہاں پروردگار کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

(صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ﴿وتقطعوا أرحامكم﴾، جلد 6، صفحہ 134، دار طوق النجاۃ، مصر)

اللہ عزوجل کے ملنے سے مراد اس کا احسان ہے اور اللہ عزوجل کا قطع کرنا احسان نہ کرنا ہے۔

دخولِ جنت کا بہت بڑا سبب

صلہ رحمی دخولِ جنت کا بہت بڑا سبب ہے۔صحیح بخاری کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ۔۔۔فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ" ترجمہ:حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز پڑھ اور زکوۃ دے اور صلہ رحمی کر۔

(صحیح بخاری ،کتاب الادب،باب فضل صلۃ الرحم،جلد8،صفحہ5،دارطوق النجاۃ،مصر)

المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ حَاسَبَهُ اللَّهُ حِسَابًا يَسِيرًا، وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ قَالُوا:مَا هُنَّ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي؟ قَالَ:تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ، وَتَعْفُو عَنْ مَنْ ظَلَمَكَ قَالَ:فَإِذَا فَعَلْتُ هَذَا فَمَا لِي يَا نَبِيَّ اللَّهِ؟ قَالَ:يُدْخِلُكَ اللَّهُ الْجَنَّةَ" ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:تین خوبیاں ایسی ہیں جس میں ہوں گی اللہ عزوجل اس سے آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا اے اللہ عزوجل کے پیارے نبی علیہ السلام آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں وہ تین خوبیاں کیا ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:جو تجھے نہ دے اسے دو، جو قطع تعلقی کرے اس سے تعلق جوڑو، جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔صحابی نے عرض کی:

اے اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں یہ کروں تو میرے لئے کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے جنت میں داخل کرے گا۔

(المعجم الأوسط،باب الميم،من اسمه:محمد،جلد5،صفحه196، دار الحرمين،القاهرة)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا"سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اُكْفُلُوا لِي بِسِتٍّ أَكْفُلُ لَكُمْ بِالْجَنَّةِ،إِذَا حَدَّثَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبْ، وَإِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفْ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ فَلَا يَخُنْ، غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَصِلُوا أَرْحَامَكُمْ" ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں: مجھے چھ باتوں کی ضمانت دو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہے: جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، جب وعدہ کرو تو خلاف ورزی نہ کرو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرو، اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اور صلہ رحمی کرو۔

(البر والصلة لابن الجوزی،الباب الثلاثون في ثواب صلة الرحم وعقوبة قطعه،صفحه 182،مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت)

سابقہ شریعتوں میں صلہ رحمی کا حکم

صلہ رحمی اللہ عزوجل کی ایسی اطاعت ہے کہ پچھلی شریعتوں میں بھی اس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں اس کی تعریف کی ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے اور حساب کی برائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

(سورة الرعد،سورة13،آيت21)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی اللہ کی تمام کتابوں اور اس کے کُل رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کو مان کر بعض سے منکر ہو کر ان میں تفریق نہیں کرتے یا یہ معنی ہیں کہ حقوقِ قرابت کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ قطع نہیں کرتے۔ اسی میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابتیں اور ایمانی قرابتیں بھی داخل ہیں، سادات کرام کا احترام اور مسلمانوں کے ساتھ مودّت و احسان اور ان کی مدد اور ان کی طرف سے مدافعت اور ان کے ساتھ شفقت اور سلام دُعا اور مسلمان مریضوں کی عیادت اور اپنے دوستوں، خادموں، ہمسایوں، سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت بھی اس میں داخل ہے اور شریعت میں اس کا لحاظ رکھنے کی بہت تاکیدیں آئی ہیں، بہ کثرت احادیثِ صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔''

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ الرعد، سورۃ 13، آیت 21، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سورۃ النساء میں اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔

(سورۃ النساء، سورۃ 4، آیت 1)

دنیا میں عزت حاصل کرنے کا نسخہ

صلہ رحمی دنیا میں عزت کا سبب ہے۔ جب انسان رشتوں کو ملاتا ہے اور ان کی عزت و تکریم کرتا ہے تو رشتہ دار بھی اس کی عزت و تعریف کرتے ہیں۔ جب ایسا شخص بیمار ہوتا ہے تو رشتہ دار اس کی عیادت کو آتے ہیں اور جب مر جاتا ہے تو اس کے نیک ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور جس مومن کے اچھے ہونے کی گواہی اس کے مرنے کے بعد لوگ دیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مومن کے لئے جنت کی بشارت دی ہے چنانچہ

بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مَرُّوا بِجَنَازَةٍ، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الجَنَّةُ، وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ" ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جنازہ پر گزر ہوا تو اس کی تعریف کرنے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی زبان سے میت کی تعریف سن کر فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ اسی طرح صحابہ کا ایک دوسرے جنازہ پر گزر ہوا تو اس کی برائی بیان کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی زبان سے میت کی برائی سن کر فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہوگئی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی تم نے تعریف بیان کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اب جس شخص کی تم برائی بیان کررہے ہو اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی اور (پھر فرمایا کہ) تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، جلد 2، صفحہ 97، دار طوق النجاۃ، مصر)

دنیا و آخرت میں فائدہ مند

صلہ رحمی دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہے۔ کنز العمال میں ہے "اتقوا اللہ وصلوا الأرحام فإنه أبقى لكم في الدنيا وخير لكم في الآخرة" ترجمہ: اللہ عزوجل سے ڈرو اور صلہ رحمی کرو کہ یہ تمہارے لئے دنیا میں زیادہ باقی رہنے والا ہے اور آخرت میں تمہارے لئے بہتر ہے۔

(کنز العمال، صلۃ الرحم والترغیب فیہا والترہیب عن قطعہا، جلد 3، صفحہ 633، مؤسسۃ

الرسالۃ، بیروت)

صلہ رحمی اچھے اخلاق کی دلیل

شعب الایمان میں ہے "عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: قَالَ لِی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی خَیْرِ اَخْلَاقِ الْاَوَّلِینَ وَالْآخِرِینَ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُولَ اللّٰہِ، قَالَ: تُعْطِی مَنْ حَرَمَکَ، وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَکَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَکَ" ترجمہ: حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا میں تجھے اگلے پچھلوں کے بہترین اخلاق نہ بتاؤ؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تجھے محروم کرے اِسے عطا کرو، جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کردو، جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو۔ (شعب الایمان، صلۃ الارحام، جلد10، صفحہ335، مکتبۃ الرشد، الریاض)

بُرے حساب سے حفاظت کا ذریعہ

صلہ رحمی قیامت میں بُرے حساب سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ کنز العمال میں ہے "إن البر و الصلة ليخففان سوء الحساب يوم القيامة ثم تلا رسول الله صلى الله عليه و سلم ﴿وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ﴾ "ترجمہ: بے شک نیکی اور صلہ رحمی قیامت والے دن بُرے حساب سے بچاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اُسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

(کنز العمال، صلة الرحم والترغيب فيها والترهيب عن قطعها، جلد 3، صفحہ 642، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

صلہ رحمی بلند درجات کا سبب

البر والصلۃ لابن الجوزی میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :مَنْ أَرَادَ أَنْ يُشْرَفَ لَهُ بُنْيَانُهُ، وَيُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلْيَصِلْ مَنْ قَطَعَهُ، وَلْيُعْطِ مَنْ حَرَمَهُ، وَلْيَعْفُ عَنْ مَنْ ظَلَمَهُ، وَلْيَحْلُمْ عَنْ مَنْ جَهِلَ عَلَيْهِ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے لئے عزت والا گھر تیار کیا جائے اور قیامت والے دن درجات میں بلندی ہو تو وہ اس سے صلہ رحمی کرے جس نے اس سے تعلق توڑا، اسے دے جس نے اسے محروم کیا، اسے معاف کرے جس نے اس پر ظلم کیا اور برداشت کرے جو اس سے جہالت کے ساتھ پیش آیا۔

(والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ174، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت)

فصل دوم: قطع تعلقی کے نقصانات وعذابات

جس طرح صلہ رحمی کے فوائد وفضائل ہیں اسی طرح قطع تعلقی کے نقصانات وعذابات ہیں، گویا جو شخص قطع تعلقی کرتا ہے وہ فوائد وفضائل سے بھی محروم ہوتا ہے اور دنیا میں نقصانات اور آخرت میں عذابات کا مستحق ہوتا ہے۔ لہٰذا قطع رحمی بہت بڑا گناہ اور عظیم جرم ہے جو رابطوں میں جدائی کا ذریعہ ہے، عداوت اور دشمنی پیدا کر کے دوری کو پروان چڑھاتی ہے، اُلفت ومحبت کو زائل کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور نزولِ رحمت اور دخولِ جنت سے مانع بنتی ہے، ذلت وتنہائی میں مبتلا کر کے غموں میں اضافہ کرتی ہے کیونکہ آزمائش اگر ایسی جہت اور ایسے شخص کی طرف سے سامنے آئے جس سے بھلائی اور خیر کی

توقع ہو تو اُس کی ضرب سخت تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوتی ہے۔ اِس گناہ کی شناخت کے سلسلے میں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

(سورۃ محمد، سورۃ 47، آیت 22، 23)

قطع تعلقی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، شریف کی حدیث پاک ہے حضرت جُبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ" ترجمہ: قطع تعلقی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب إثم القاطع، جلد 8، صفحہ 5، دار طوق النجاۃ، مصر)

قاطع جنت کی خوشبو نہ پائے گا

قطع رحمی کرنے والا جنت تو کیا جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ صفۃ الجنۃ میں ابونعیم احمد الاصبہانی (المتوفی 430ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: إِنَّ رِيحَ الْجَنَّةِ لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَلْفِ عَامٍ، وَاللّٰهِ لَا يَجِدُ رِيحَهَا عَاقٌّ، وَلَا قَاطِعُ رَحِمٍ" ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت پر پائی جاتی ہے خدا کی قسم اس کی خوشبو والدین کا نافرمان اور قطع تعلقی کرنے والا نہ پائے گا۔

(صفة الجنة، ذكر ريح الجنة، جلد2، صفحه42، حديث195، دار المأمون للتراث، دمشق)

قطع تعلقی کرنے والا جہنم میں منہ کے بل جائے گا

البر والصلۃ لابن الجوزی میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُجَيْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَنْ قَامَ اللَّيْلَ، وَصَامَ النَّهَارَ وَقَطَعَ رَحِمَهُ، سِيقَ إِلَى جَهَنَّمَ عَلَى وَجْهِهِ" ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حجیرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جو رات کو عبادت کرے اور دن کو روزے رکھے لیکن قطع رحمی کرے اسے منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔

(البر والصلة لابن الجوزي، صفحه167، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت)

قاطع پر قیامت والے دن رب تعالیٰ کی نظر رحمت نہ ہونا

قطع تعلقی کرنے والے کی طرف قیامت والے دن رب تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔ کنز العمال میں ہے "عن انس اثنان لا ينظر الله إليهما يوم القيامة: قاطع الرحم وجار السوء" ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے دو شخصوں کی طرف قیامت والے دن رب تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا: قطع رحمی کرنے والا اور بُرا ہمسایہ۔

(كنز العمال، صلة الرحم والترغيب فيها والترهيب عن قطعها، جلد 3، صفحه655، مؤسسة الرسالة، بيروت)

اللہ عزوجل کے نزدیک ناپسندیدہ اعمال

قطع تعلقی ان اعمال میں سے ہے جو رب تعالیٰ کو پسند نہیں۔ کنز العمال میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أحب الأعمال إلى الله الإيمان بالله ثم

صلة الرحم ثم الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر وأبغض الأعمال إلى الله الإشراك بالله ثم قطيعة الرحم" ترجمہ: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اعمال اللہ عزوجل پر ایمان، پھر صلہ رحمی، پھر نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا ہے اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ اعمال اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا، پھر قطع رحمی ہے۔

(کنز العمال، صلة الرحم والترغیب فیہا والترہیب عن قطعہا، جلد 3، صفحہ 634، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

شعب الایمان میں ہے "عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ جَالِسًا بَعْدَ الصُّبْحِ فِي حَلْقَةٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُ اللّٰهَ قَاطِعَ الرَّحِمِ إِمَّا قَامَ عَنَّا، فَإِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَدْعُوَا رَبَّنَا، وَإِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ مُرْتَجَةٌ دُونَ قَاطِعِ الرَّحِمِ" ترجمہ: حضرت اعمش سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود صبح کی نماز کے بعد ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ قطع رحم کرنے والا شخص ہمارے پاس سے اٹھ جائے کیونکہ ہم اپنے رب سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور قطع رحمی کرنے والے پر آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

(شعب الایمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 339، مکتبة الرشد، الریاض)

قطع رحمی کرنے والے کے اعمال نہیں اٹھائے جاتے

شعب الایمان میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ عَشِيَّةَ كُلِّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُرْفَعُ فِيهَا قَاطِعُ رَحِمٍ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعرات کی شب (یعنی آنے والے جمعہ کی رات) کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں لیکن قاطع رحم کے اعمال نہیں اٹھائے جاتے۔

(شعب الإیمان، صلة الارحام، جلد10، صفحہ340، مکتبة الرشد، الریاض)

رحم قطع کرنے والے کی اعمال قبول نہیں ہوتے

شعب الإیمان کی حدیث پاک ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ" ترجمہ: بنی آدم کے اعمال ہر جمعہ کی رات کو پیش کیے جاتے ہیں اور قاطع رحم کے اعمال قبول نہیں کیے جاتے۔

(شعب الإیمان، صلة الارحام، جلد10، صفحہ341، مکتبة الرشد، الریاض)

جس نے ملایا تو اسے ملا اور جس نے قطع کیا تو اسے قطع کر دے

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رحم قیامت والے دن رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر کہے گا"تصل من وصلها و تقطع من قطعها" ترجمہ: جس نے ملایا تو اسے ملا اور جس نے قطع کیا تو اسے قطع کردے۔

(کنز العمال، صلة الرحم والترغيب فيها والترهيب عن قطعها، جلد 3، صفحہ645، مؤسسة الرسالة، بیروت)

کنز العمال میں ہے"قال الله تبارك وتعالى للرحم: خلقتك بيدي وشققت لك من اسمي وقرنت مكانك مني وعزتي وجلالي لأصلن من وصلك ولأقطعن من قطعك ولا أرضى حتى ترضى الحكيم عن ابن عباس" ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحم سے فرمایا: میں نے تجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنے نام سے تیرے لئے نام منتخب کیا اور تیری جگہ کو اپنے سے ملایا، مجھے میری عزت وجلال کی قسم جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا اور جب تک تو راضی نہ ہوگا میں راضی نہیں ہوگا۔

(کنز العمال، صلۃ الرحم والترغیب فیہا والترہیب عن قطعہا، جلد 3، صفحہ 647، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللهُ" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رحم عرش کے ساتھ معلق ہے کہتا ہے جس نے مجھے ملایا اللہ عزوجل اسے ملائے اور جس نے مجھے قطع کیا اللہ عزوجل اسے قطع کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتہا، جلد 4، صفحہ 1980، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

دنیا میں جلد سزا اور آخرت میں قابلِ گرفت

قطع تعلقی والے کو دنیا میں جلد سزا ملتی ہے اور آخرت میں بھی سزا کا مستحق ہے۔

شعب الایمان میں ہے "عَنْ أَبِي بَكْرَةَ الثَّقَفِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرَى أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَالْبَغْيِ" ترجمہ: حضرت ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی اور ظلم ایسے گناہ ہیں کہ دنیا میں اس کی سزا جلد دی جاتی ہے اور آخرت کے لئے بھی اس کے لئے سزا موجود ہوتی ہے۔

(شعب الایمان، صلۃ الارحام، جلد 10، صفحہ 337، مکتبۃ الرشد، الریاض)

شعب الایمان میں ہے "عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَنْبَانِ يُعَجَّلَانِ لَا يُغْفَرَانِ: الْبَغْيُ وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ" ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو گناہ ایسے ہیں

جن کی سزا جلدی ہے اور معافی نہیں ہے: ظلم اور قطع رحمی۔

(شعب الإيمان، صلة الارحام، جلد10، صفحه 337، مكتبة الرشد، الرياض)

کنز العمال میں ہے "من قطع رحما أو حلف على يمين فاجرة رأى وباله قبل أن يموت" ترجمہ: جس نے قطع رحمی کی یا جھوٹی قسم کھائی تو وہ موت سے قبل اس کا وبال دیکھے گا۔

(كنز العمال، صلة الرحم والترغيب فيها والترهيب عن قطعها، جلد 3، صفحه 659، مؤسسة الرسالة، بيروت)

الجامع (منشور کملحق بمصنف عبد الرزاق) میں معمر بن ابی عمرو راشد الأزدی (المتوفی 153ھ) روایت کرتے ہیں "عن يحيى بن أبي كثير، قال: لا أعلمه إلا رفعه قال: ثلاث من كن فيه رأى وبالهن قبل موته: من قطع رحما أمر الله بها أن توصل، ومن حلف على يمين فاجرة ليقطع بها مال امرء مسلم، ومن دعا دعوة يتكثر بها فإنه لا يزداد إلا قلة، وما من طاعة الله شيء أعجل ثوابا من صلة الرحم، ومن معصية الله شيء أعجل عقوبة من قطيعة الرحم، وإن القوم ليتواصلون وهم فجرة، فتكثر أموالهم ويكثر عددهم، وإنهم ليتقاطعون فتقل أموالهم ويقل عددهم، واليمين الفاجرة تدع الدار بلاقع" ترجمہ: یحیٰ بن کثیر سے ہے کہ کہتے ہیں کہ میں اس روایت کو مرفوع ہی سمجھتا ہوں۔ فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں وہ ان کی سزا کو موت سے قبل ہی دیکھ لے گا۔ جس کے جوڑے کا اللہ عزوجل نے حکم دیا اسے توڑنے والا، اور جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال کھانے والا، اور جس نے دعوت کا اہتمام مال اکٹھا کرنے کے لئے کیا اسے سوائے مزید محتاجی کے کچھ نہیں

ملتا۔اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں سے اگر کسی کا سب سے جلدی ثواب ملتا ہے تو وہ رشتہ جوڑنا ہے، اور اللہ عزوجل کی نافرمانی میں سے جس کی سب سے جلدی سزا ملتی ہے وہ رشتہ توڑنے کی ہے، گناہ گار و بدکار قوم صلہ رحمی کرتی ہے تو اس کی وجہ سے ان کے مال اور ان کی تعداد (اولاد) میں بھی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔اور یہی لوگ اگر رشتے توڑنا شروع کر دیں تو اس کی وجہ سے ان کے مال و اولاد میں قلت یعنی کمی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔جھوٹی قسم گھروں کو ویران کرتی ہے۔

(الجامع (منشور کملحق بمصنف عبد الرزاق) ،باب صلة الرحم،جلد 11،صفحه 170، المجلس العلمی بباکستان)

رب تعالیٰ کی رحمت نازل نہ ہونا

قطع تعلقی والی پر رب تعالیٰ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔شعب الایمان میں ہے "لَا تَنزِلُ الرَّحْمَةُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ" ترجمہ: جس قوم میں قاطع رحم ہو اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔

(شعب الایمان،صلة الارحام،جلد10،صفحه 338،مکتبة الرشد،الریاض)

شعب الایمان میں ہے "عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُونُونَ فُجَّارًا فِي أَمْوَالِهِمْ، وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا وَصَلُوا الرَّحِمَ، وَإِنَّ أَعْجَلَ الْمَعْصِيَةِ عِقَابًا الْبَغْيُ، وَالْيَمِينُ الْفَاجِرَةُ تُذْهِبُ الْمَالَ، وَتُعْقِمُ الرَّحِمَ، وَتَذَرُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ" ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نیکی کا سب سے جلدی ثواب ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے یہاں تک کہ گھر والے ضرور زیادہ مال والے اور زیادہ تعداد میں ہو جائیں گے جب صلہ رحمی کریں گے

اور بے شک سب سے زیادہ جس گناہ کی سزا جلد ملتی ہے وہ ظلم اور جھوٹی قسم ہے، جو مال کو ضائع کرتی ہے، رشتہ کو ختم کرتی ہے اور گھروں کو خالی کر دیتی ہے۔

(شعب الإیمان، صلۃ الارحام، جلد10، صفحہ345، مکتبۃ الرشد، الریاض)

جس دعا میں قطع رحمی پائی جاتی ہو وہ دعا نا مقبول

بابرکت دنوں میں ہر دعا قبول ہوتی ہے لیکن بعض ایسی دعائیں ہیں جو قبول نہیں ہوتی ان میں ایک قطع رحمی کی دعا ہے۔ مسند احمد کی حدیث پاک ہے "عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَخْبِرْنَا عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَاذَا فِيهِ مِنَ الْخَيْرِ؟ قَالَ: فِيهِ خَمْسُ خِلَالٍ: فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُهبط آدَمُ، وَفِيهِ توفی اللَّهُ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ اللَّهَ عَبْدٌ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ مَأْثَمًا أَوْ قَطِيعَةَ رَحِمٍ، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ، وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا حَجَرٍ إِلَّا وَهُوَ يُشْفِقُ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ" ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انصار میں سے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی جمعہ والے دن میں کیا خصوصیت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس میں پانچ باتیں ہیں: اس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن زمین پر اترے، اسی دن ان کا وصال ہوا اور اس میں ایک ایسا وقت ہے جس میں بندہ اپنے رب سے جو بھی مانگے تو اسے ضرور دیا جاتا ہے مگر شرط ہے کہ وہ گناہ کا سوال نہ کرے یا رشتہ توڑنے کا، اسی دن ایک مقرب فرشتہ کے ذریعے قیامت قائم ہوگی، آسمان و زمین، پہاڑ اور پتھر سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث سعد بن عبادۃ، جلد 37، صفحہ 122، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مشیخہ السہروردی میں عمر بن محمد بن عبد اللہ ابن عمویہ السُّہرَوَردی (التوفی 632ھ) روایت کرتے ہیں "مَنْ قَالَ لَیْلَةَ عَرَفَةَ هٰذِهِ الْعَشْرَ كَلِمَاتٍ أَلْفَ مرةٍ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا إِلا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، إِلا قَطِيعَةَ الرحم، أَوْ مائمٍ" ترجمہ: جس نے عرفہ کی رات یہ دس کلمات ہزار مرتبہ پڑھے پھر نہیں رب تعالیٰ سے سوال کرے گا مگر رب تعالیٰ اسے عطا کرے گا مگر ایسی دعا جس میں قطع رحمی یا گناہ ہو (وہ کلمات جو ہزار مرتبہ پڑھنے ہیں وہ یہ ہیں) "سُبْحَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْأَرْضِ مَوْطِئُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْبَحْرِ سَبِيلُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي النَّارِ سُلْطَانُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْقُبُورِ قَضَاؤُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْهَوَاءِ رُوحُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاءَ، سُبْحَانَ الَّذِي وَضَعَ الْأَرْضَ، سُبْحَانَ الَّذِي لا مَنْجَا مِنْهُ إِلا إِلَيْهِ" (مشیخة السہروردی، صفحہ 93، مؤسسة الریان)

شب براءت مغفرت سے محرومی

مبارک راتوں میں ہر گناہ گار کی مغفرت ہو جاتی ہے لیکن چند ایسے گناہ ہیں جن کا ارتکاب کرنے والوں کی بخشش نہیں ہوتی جس میں ایک قطع تعلقی کرنے والا ہے۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "هٰذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلّٰهِ فِيهَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُورِ غَنَمِ كَلْبٍ، لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ، وَلَا إِلَى مُشَاحِنٍ، وَلَا إِلَى قَاطِعِ رَحِمٍ، وَلَا إِلَى مُسْبِلٍ، وَلَا إِلَى عَاقٍّ لِوَالِدَيْهِ، وَلَا إِلَى مُدْمِنِ خَمْرٍ" ترجمہ: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے۔ اللہ عزوجل اس رات بنو کلب کی بکریوں کے بال برابر لوگوں کی مغفرت کرتا ہے۔ لیکن مشرک، دشمنی رکھنے والے، قطع تعلقی کرنے والے، گالی دینے والے، والدین کا نافرمان، عادی شراب کی

طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔

(شعب الإیمان، ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، جلد5، صفحہ363، حدیث3556، مکتبۃ الرشد، الریاض)

قطع تعلقی بغض و دشمنی پیدا کرتی ہے اور بغض و عدوات رکھنے والے کی شب براءت بھی مغفرت نہیں ہوتی۔ صحیح ابن حبان میں کی حدیث پاک ہے "عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَطَّلِعُ اللَّهُ إِلَى خَلْقِهِ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ" ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل پندرہویں شعبان کی رات کو اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے اور سب کی مغفرت فرمادیتا سوائے مشرک اور بغض و عدوات رکھنے والے کے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحت، باب ما جاء فی التباغض، جلد 12، 481، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

لیلۃ القدر میں مغفرت سے محروم لوگ

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر میں جبرائیل علیہ السلام رب تعالیٰ کے حکم سے سبز رنگ کا جھنڈا لئے زمین پر آتے ہیں اور کعبہ معظمہ پر اسے نصب کرتے ہیں۔ یہ فرشتے مشرق و مغرب میں بکھر جاتے ہیں ہر عبادت کرنے والے کو سلام کرتے ہیں، ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہوتی ہے۔ جب فجر طلوع ہوتی ہے تو ملائکہ حضرت جبرائیل امین سے پوچھتے ہیں اللہ عزوجل نے امت محمدیہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو جبرائیل امین کہتے ہیں "نَظَرَ اللهُ إِلَيْهِمْ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ، وَغَفَرَ لَهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ هُمْ؟

قَالَ: رَجُلٌ مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَعَاقٌّ لِوَالِدَيْهِ، وَقَاطِعُ رَحِمٍ، وَمُشَاحِنٌ" ترجمہ: اللہ عزوجل نے اس رات امت محمدیہ کی طرف نظر رحمت فرمائی اور ان سب کو معاف کردیا ان کی مغفرت فرمادی سوائے چار لوگوں کے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چار کون لوگ ہیں؟ فرمایا: عادی شرابی، والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والا اور بغض وعداوت رکھنے والا۔

(شعب الإيمان، التماس ليلة القدر فى الوتر من العشر، جلد 5، صفحه 277، حديث 3421، مكتبة الرشد، الرياض)

قطع رحمی کرنے والے پر لعنت

مساوی ء الأخلاق ومذمومها میں ابو بکر محمد بن جعفر الخرائطی السامری (المتوفی 327ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: إِنِّي أُوصِيكَ بِثَلَاثٍ فَاحْفَظْهُنَّ، قُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مَا هُنَّ؟ قَالَ: لَا تَخْلُ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا مَحْرَمٌ، وَإِنْ قَرَأْتَ عَلَيْهَا الْقُرْآنَ، وَلَا تُصَافِ قَاطِعَ رَحِمٍ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَعَنَهُ فِي آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: آيَةٍ فِي الرَّعْدِ، قَوْلُهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴿وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، وَفِي سُورَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾" ترجمہ: میمون بن مہران سے مروی ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تجھے تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں ان کی حفاظت کرنا۔ میں نے عرض کی یا امیر المومنین وہ کیا ہیں؟ فرمایا: کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت نہ کرنا کہ اس کے اور تیرے درمیان کوئی محرم نہ ہو اگرچہ تم نے اسے قرآن سنانا ہو اور قاطع رحم نہ ہونا کہ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں دو آیتوں میں اس پر لعنت فرمائی ہے۔

ایک آیت سورۃ الرعد میں ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، آخری آیت تک۔ اور دوسری آیت سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

(مساوىء الأخلاق ومذموبها،باب ما جاء في قطيعة الرحم من الكراهة والتغليظ، صفحه125،مكتبة السوادي للتوزيع، جدة)

قطع رحمی کرنے سے فوت شدہ والدین کا رنجیدہ ہونا

والدین کے رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے سے فوت شدہ والدین بھی رنجیدہ ہوتے ہیں چنانچہ دیلمی وابن مندہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راویت کرتے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اَحْسِنُوا الْکَفَنَ وَلَاتُؤذُوْ اَمْوَاتَکُمْ بِعَوِیْلٍ وَّلَا بِتَاخِیْرِ وَّصِیۃٍ وَّلا بِقَطِیْعۃٍ وَاجلوا قضاءَ دَینِہ، واعدِلو عن جیرانِ السوءِ" ترجمہ: کفن اچھا دو اور اپنی میت پر چلا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچاؤ اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور برے ہمسایہ سے الگ رکھو، یعنی قبور کفار و اہل بدعت وفسق کے پاس دفن نہ کرو۔

(الفردوس بمأثور الخطاب ،حديث 801،جلد1،صفحه98، دارالكتب العلمية، بيروت)

باب دوم: والدین، اولاد، زوجین وغیرہ کے حقوق

فصل اول: والدین اور اولاد کے حقوق

شرع میں والدین کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟

سب رشتوں میں افضل والدین کا مقام ہے اور شریعت نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد والدین سے اچھا سلوک کرنے کا فرمایا چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

(سورۃ البقرہ، سورۃ 2، آیت 83)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کے یہ معنیٰ ہے کہ ایسی کوئی بات نہ کہے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے انہیں ایذا ہو اور اپنے بدن ومال سے ان کی خدمت میں دریغ نہ کرے، جب انہیں ضرورت ہو ان کے پاس حاضر رہے۔ مسئلہ: اگر والدین اپنی خدمت کے لئے نوافل چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دے ان کی خدمت نفل سے مقدم ہے۔ مسئلہ: واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کیے جاسکتے۔ والدین کے ساتھ احسان کے طریقے جو احادیث سے ثابت ہیں یہ ہیں کہ تہ دل سے ان کے ساتھ محبت رکھے، رفتار وگفتار میں نشست وبرخاست میں ادب لازم جانے، ان کی شان میں تعظیم کے لفظ کہے، ان کو راضی کرنے کی سعی کرتا رہے، اپنے نفیس

مال کو ان سے نہ بچائے، ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیتیں جاری کرے، ان کے لئے فاتحہ صدقات تلاوت قرآن سے ایصال ثواب کرے، اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرے، ہفتہ وار ان کی قبر کی زیارت کرے۔(فتح العزیز) والدین کے ساتھ بھلائی کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ گناہوں کے عادی ہوں یا کسی بدمذہبی میں گرفتار ہوں تو ان کو بہ نرمی اصلاح وتقویٰ اور عقیدہ حقہ کی طرف لانے کی کوشش کرتا رہا۔"

(تفسیر خزائن العرفان سورۃ البقرہ، سورۃ2، آیت83، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

والدین کی رضا رب تعالیٰ کی رضا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین کی رضا کو رب تعالیٰ کی رضا قرار دیا۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رِضَا اللّٰهِ فِي رِضَا الْوَالِدَيْنِ، وَسَخَطُ اللّٰهِ فِي سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ" ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔ (شعب الایمان، برالوالدین، جلد10، صفحہ246، مکتبۃ الرشد، الریاض)

نماز کے بعد افضل عمل

حدیث پاک میں نماز کے بعد افضل عمل والدین سے اچھا سلوک کہا گیا چنانچہ بخاری ومسلم کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى مِيقَاتِهَا، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ" ترجمہ: حضرت ابوعمرو شیبانی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض پھر اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: والدین سے حسن سلوک۔ میں نے پوچھا اسکے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب فضل الجهاد و السیر، جلد4، صفحه14، دار طوق النجاة، مصر)

والدین کی طرف رحمت کی نظر کرنا عبادت

والدین کی طرف رحمت کی نظر کرنا عبادت ہے۔ البر والصلة لابن الجوزی میں علامہ جوزی (التوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "النَّظَرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ عِبَادَةٌ" ترجمہ: والدین کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔

(البر والصلة لابن الجوزی، صفحه62، مؤسسة الكتب الثقافية، بیروت)

والدہ کی طرف نظر رحمت کرنے پر مقبول حج کا ثواب

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَانَ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ، قَالُوا: وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، اللهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بیٹا والدہ کی طرف پیار بھری نظر کرے تو ہر نظر پر اسے ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی اگرچہ وہ دن میں سو مرتبہ نظر کرے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اللہ عزوجل بڑا اور پاک ہے۔ (یعنی اس کے ہاں اجر کی کمی

نہیں ہے۔ سو مرتبہ دیکھے گا تو سو حج کا ثواب ملے گا۔)

(شعب الإیمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 266، مکتبۃ الرشد، الریاض)

والدہ کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا جہنم کی آگ سے حفاظت

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَي أُمِّهِ كَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی والدہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لئے جہنم کی آڑ بن جائے گا۔ (شعب الإیمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 267، مکتبۃ الرشد، الریاض)

جنت ماں کے پاؤں کے نیچے

جنت کو ماں کے پاؤں کے نیچے قرار دیا یعنی ماں کی خدمت پر جنت کی بشارت ہے چنانچہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی "إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فَجِئْتُكَ أَسْتَشِيرُكَ، فَقَالَ: أَلَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اذْهَبْ فَالْزَمْهَا، فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا" ترجمہ: میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اور آپ سے اجازت لینے آیا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ ہے؟ اس نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: چلا جا اور اس کی خدمت کر بے شک جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔ (شعب الایمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 249، مکتبۃ الرشد، الریاض)

والد جنت کا درمیانی دروازہ

والد کو جنت کا درمیانی دروازہ قرار دیا گیا ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث پاک ہے "قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوَالِدُ

أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ" ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں: والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ دروازہ ہے۔اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کردے یا اس کی حفاظت کر۔

(سنن الترمذی، ابواب البر الصلة، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، جلد 4، صفحہ 311، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے درمیانے دروازے سے داخلہ اس شخص کے لئے جو والد کے حقوق کی حفاظت کرے گا۔

والدین سے حسن سلوک دنیا میں بھی فائدہ مند

اخروی فوائد کے ساتھ ساتھ والدین سے حسن سلوک دنیا میں بھی فائدہ مند ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث پاک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ، وَأَنْ يُزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ، وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ ہو تو وہ والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔

(مسند الامام أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك رضی اللہ تعالی عنہ، جلد 21، صفحہ 93، مؤسسة الرسالة، بیروت)

والدین کے حقوق

قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے والدین کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ

الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْکِلَاھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ○ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پُوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ (سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ 17، آیت 23،24)

ان آیات میں والدین سے حسنِ ادب کے ساتھ خطاب کرنے کا حکم ہے اور یہ بتایا گیا کہ ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام وخادم آ[illegible] سے کرتا ہے۔

اولاد کے لئے والدین کے حقوق کی مکمل ادائیگی ناممکن ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا میں میل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں کیا میں اب اس کے حق سے بری ہو گیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "لَعَلَّهُ اَنْ یَکُوْنَ بِطَلْقَةٍ وَاحِدَةٍ" ترجمہ: تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، باب الالف، باب من اسمہ ابراہیم، جلد 1، صفحہ 163، المکتب الاسلامی، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "حق والدین اولاد پر کس قدر ہے؟" جواباً آپ فرماتے ہیں: "اتنا ہی کہ ادا نا ممکن ہے مگر یہ کہ وہ مر جائیں

اور یہ ان کو از سر نو زندہ کر سکے تو کرے کہ وہ اس کے وجود کا سبب ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد24، صفحہ 371، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوتیلی ماں کے حقوق

عام طور پر سوتیلی والدہ کو اچھا نہیں سمجھا جاتا اور اس سے بُرا سلوک کیا جاتا ہے، اسی طرح سوتیلے باپ کی عزت نہیں کی جاتی جبکہ یہ شرعا درست نہیں ہے۔اگر سوتیلی والدہ سے حسن سلوک نہ کیا جائے گا تو والد کی دل آزاری ہوگی جو کہ حرام ہے، اگر سوتیلے باپ سے لڑائی جھگڑا کیا جائے گا تو یہ سگی والدہ کو ایذا دینا ہے جسے دکھ دینا حرام ہے۔اسی طرح سوتیلی اولاد پر عورت کا ظلم کرنا شوہر کی نافرمانی ہے جو کہ شرعا جائز نہیں۔المختصر سوتیلے رشتوں کی اگرچہ حقیقۃً کوئی حقوق نہیں لیکن دوسری طرف والد یا والدہ سے تعلق ہونے کی وجہ سے ان کی بھی عزت وتکریم ضروری ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا:"کیا فرماتے ہیں علمائے دین حقیقی مادر اور سوتیلی ماں کے حق حقوق کے بارہ میں، حقیقی اور سوتیلی ماں میں اور ان کے حق میں کیا فرق ہے؟ سوتیلی ماں کو مثل حقیقی والدہ کے سمجھنا چاہئے یا حفظ مراتب میں دونوں کے کچھ فرق کرنا چاہئے اور کس قدر؟ بیّنوا توجروا۔"

جواباً آپ نے فرمایا:"حقیقی ماں اور سوتیلی کے حقوق میں زمین آسمان کا فرق ہے، حقیقی ماں بذات خود مستحق ہرگونہ خدمت وادب وتعظیم واطاعت کی ہے اور اسے ایذا دینی معاذ اللہ ورسول کو ایذا دینی ہے۔اور سوتیلی ماں کا اپنا ذاتی کوئی حق نہیں جو کچھ ہے باپ کے ذریعہ سے ہے یعنی وہ بات نہ ہو جس میں باپ کو ایذاء ہو کہ باپ کی ایذاء اللہ ورسول کی ایذاء ہے جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد24، صفحہ 369، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اولاد پر کس کا حق زیادہ ہے ماں کا یا باپ کا؟

اولاد پر ماں اور باپ دونوں کا بہت حق ہے لیکن باپ کی بہ نسبت ماں کا حق زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسٰنَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔

(سورۃ الاحقاف، سورۃ 46، آیت 15)

اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق مین تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے شمار کیا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد واعظم ہو گیا شمار فرمایا اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسٰنَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهُ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ (سورۃ لقمان، سورۃ 31، آیت 14)

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا۔ اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ شعب الایمان میں صحابی رسول نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا"یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّكَ،

قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ" ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیری ماں۔ میں نے عرض کیا پھر کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ میں نے کہا پھر کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ میں نے عرض کی پھر اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ۔ پھر جو جتنا قریبی رشتہ دار ہے۔

(شعب الإيمان، بر الوالدين، جلد 10، صفحہ 254، مكتبة الرشد، الرياض)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفضیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وعلیٰ ہذا القیاس۔ نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے کر معاذ اللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اسے جواب دے یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزوجل کی معصیت ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت ونار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا والعیاذ باللہ۔ معصیت خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابل لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے

ہیں، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم وآقا ہے۔ عالمگیری میں ہے ''اذا تعذر علیہ جمع مراعاۃ حق الوالدین بان یتأذی احدھما بمراعاۃ الاٰخر یرجح حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمۃ والانعام وعن علاء الائمۃ الحمامی قال مشائختنا رحمھم اللّٰہ تعالٰی الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمۃ حتی لو دخلا علیہ فی البیت یقوم للاب ولو سألامنہ ماء ولم یاخذ من یدہ احدھما فیبدأ بالام کذا فی القنیۃ، واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم'' جب آدمی کے لئے والدین میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت مشکل ہوجائے مثلاً ایک کی رعایت سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم واحترام میں والد کے حق کی رعایت کرے اور خدمت میں والدہ کے حق کی۔ علامہ حمامی نے فرمایا ہمارے امام فرماتے ہیں کہ احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہوگی حتی کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں تو باپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو، اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے، اسی طرح قنیہ میں ہے۔ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد24، صفحہ 390،391، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

والدین میں اگر کوئی کافر ہو تو!

والدین میں سے کوئی مومن نہ ہو تب بھی اس کے حقوق ادا کرنے ہونگے۔ البر والصلۃ لابن الجوزی میں عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں ''عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ

رَاغِبَةٌ مُشْرِكَةٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ مُشْرِكَةٌ، أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِلِيهَا" ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے میرے پاس میری والدہ آئی جو مومنہ نہیں تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ مومنہ نہیں ہے کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے ساتھ صلہ رحمی کر۔

(البر والصلة لابن الجوزی، صفحہ 175، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت)

البتہ اگر والدین مرتد ہوں تو ان کے کوئی حقوق نہیں ہیں چنانچہ شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: مرتد کا کوئی نفقہ نہیں جیسے حربی کا یوں ہی مرتد کا بلکہ اس سے زیادہ کہ مرتد سے تو نری معاملت بھی ناجائز ہے کہ اس کے ساتھ صلہ، حسن سلوک اس کی اطاعت شعاری فرمانبرداری مرتد کے "لئے نہیں مگر توبہ ورنہ تلوار۔ مرتد والدین حربی والدین سے بدتر ہیں۔"

(فتاوی مصطفویہ، صفحہ 115، شبیر برادرز، لاہور)

والدین کے آداب کے طریقے

والدین کا جتنا ادب ہو سکے کیا جائے کہ بڑوں کا ادب رشتوں کو مضبوطی اور دوام دیتا ہے۔ والدین کا ادب یہ ہے کہ ان کا نام لے کر انہیں نہ پکارا جائے، ان سے اونچی آواز میں کلام نہ کیا جائے، خود اونچی جگہ اور والدین کو نیچے جگہ نہ بٹھایا جائے، ان کی طرف پاؤں نہ کیے جائیں، ان کے آگے نہ چلا جائے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي غَسَّانَ الضَّبِّيِّ: أَنَّهُ خَرَجَ يَمْشِي بِظَهْرِ الْحَرَّةِ، وَأَبُوهُ خَلْفَهُ، فَلَحِقَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا الَّذِي يَمْشِي خَلْفَكَ؟ قَالَ: أَبِي، قَالَ: أَخْطَأْتَ الْحَقَّ وَلَمْ

تُوَافِقِ السُّنَّةَ، لَا تَمْشِ بَيْنَ يَدَيْ أَبِيكَ، وَلَكِنِ امْشِ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ خَلْفَهُ، وَلَا تَدَعْ أَحَدًا يَقْطَعُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ، وَلَا تَأْخُذْ عَرْقًا نَظَرَ إِلَيْهِ أَبُوكَ، فَلَعَلَّهُ قَدِ اشْتَهَاهُ، وَلَا تَنْظُرْ إِلَى أَبِيكَ شَزْرًا، وَلَا تَقْعُدْ حَتَّى يَقْعُدَ، وَلَا تَنَمْ حَتَّى يَنَامَ" ترجمہ: حضرت ابوغسان ضبی سے مروی ہے کہ وہ باہر آئے اور وہ پتھریلی زمین پر چل رہے تھے اور ان کے والدان کے پیچھے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا تیرے پیچھے کون چل رہا ہے؟ کہا یہ میرے والد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو نے حق میں خطا کی اور سنت کے موافق عمل نہیں کیا۔ اپنے والد کے آگے نہ چل بلکہ اس کی دائیں طرف یا پیچھے چل، کسی کو اپنے اور والد کے درمیان حائل نہ ہونے دے اور جس گوشت کے ٹکڑے کو تیرا والد دیکھ رہا اسے پکڑ کر نہ کھا کہ شائد تیرے والد کو اس کی تمنا ہو، اپنے والد کی طرف غصہ سے نہ دیکھ، جب تک وہ نہ بیٹھے تو نہ بیٹھ۔ جب تک وہ نہ سو جائے تو نہ سو۔ (البر والصلة لابن الجوزی، صفحہ 58، مؤسسة الكتب الثقافية، بیروت)

والدین کو خوش وخرم رکھنے کی فضیلت

والدین کے ساتھ وقت گزارنا بھی والدین کی خوشی کے لئے بہت ضروری ہے۔ اگر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزارا جائے اور والدین کو گھر کے ایک کونے میں تنہا چھوڑ دیا جائے تو یہ ان کے لئے بہت تکلیف دہ بات ہے۔ پھر ان کے ساتھ نوکروں جیسا سلوک کرنا اور زیادہ سخت ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ ساتھ والدین کو بھی وقت دینا، ان کو باہر سیر کروانے لے کر جانا، ان کے ساتھ ہنسی خوشی رہنا باعث اجر ہے۔ البر والصلة لابن الجوزی میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:نَوْمُ الرَّجُلِ مَعَ أَبَوَيْهِ فِي الْبَيْتِ عَلَى أَرِيكَتِهِ يُضْحِكُهُمَا وَيُضْحِكَانِهِ، خَيْرٌ مِنْ جِهَادٍ بِالسَّيْفِ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ" ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: آدمی کا سونا اپنے والدین کے ساتھ گھر میں ٹیک لگائے ہنسنا اوران کو ہنسانا بہتر ہے تلوار کے ساتھ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے سے یہاں تک کہ جہاد ختم ہو جائے۔

(البر والصلة لابن الجوزی،صفحہ80، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت)

والدین کے حقوق ان کی وفات کے بعد بھی ختم نہیں ہوتے

والدین اگر دنیا میں نہ رہیں تب بھی ان کے حقوق ختم نہیں ہوتے بلکہ اولاد پر حق ہے کہ ان کے لئے دعا کریں، ان کے رشتہ داروں اور دوستوں سے اچھا سلوک کریں، لوگوں کے والدین کو گالیاں دے کر اپنے ماں باپ کو گالیاں نہ دلوائیں، والدین کی اگر نمازیں اور روزے قضا ہوں تو ان کا فدیہ دیں، ہر نیک کام کر کے اس کا ثواب والدین کو ایصال کریں، والدین کی طرف سے حج وعمرہ کریں، ان کی قبر کی زیارت کریں وغیرہ۔ سنن ابن ماجہ میں ہے "عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَبَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: نَعَمْ، الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِيفَاءٌ بِعُهُودِهِمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا" ترجمہ: حضرت ابواُسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا

اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدین کے مرنے کے بعد بھی ان سے حسن سلوک باقی رہتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ان پر نماز پڑھنا (یعنی ان کے لئے دعا کرنا یا انہوں نے جو نمازیں چھوڑی ہیں ان کا فدیہ دینا) ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا، ان کے مرنے کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو تو محض ان کی وجہ سے کرے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باب صل من كان أبوك يصل، جلد 2، صفحه 1208، دار إحياء الكتب العربية، فيصل عيسى البابي الحلبي)

والدین کے لئے دعا چھوڑنا رزق میں تنگی کا باعث ہے

آج ہر دوسرا تیسرا فرد رزق کی تنگی کا شکار ہے اور رزق کے لئے طرح طرح کی بھاگ دوڑ کرتا ہے جبکہ رزق میں اضافہ کا ایک سبب والدین کے لئے دعا کرنا ہے۔ والدین کے لئے دعا نہ کرنا رزق میں کمی کا باعث ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "إِذَا تَرَكَ الْعَبْدُ الدُّعَاءَ لِلْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يَنْقَطِعُ عَنْهُ الرِّزْقُ" ترجمہ: آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔

(كنز العمال، الباب الثامن في بر الوالدين، العقوق، جلد 16، صفحه 482، موسسة الرسالة، بيروت)

والدین کی طرف سے حج کرنے پر دس حج کا ثواب

سنن الدارقطنی میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَنْ حَجَّ عَنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَقَدْ قَضَى عَنْهُ حَجَّتَهُ وَكَانَ لَهُ فَضْلُ عَشْرِ حُجَجٍ" ترجمہ: جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی

طرف سے حج ادا ہو گیا اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، جلد3، صفحہ300، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بعض لوگوں نے فرض حج ادا کرلیا ہوتا ہے، پھر بھی کئی نفلی حج کررہے ہوتے ہیں حالانکہ ان کے لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر والدین میں سے کوئی زندہ ہو تو انہیں حج کروائے اور اگر فوت ہو چکا ہو تو ان کی طرف سے خود حج کرے کہ دس حج کا ثواب اور فرمانبرداری بھی ہے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ بعض لوگوں پر حج فرض ہوتا ہے لیکن خود حج نہیں کرتے اپنے والدین کو کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جب تک والدین حج نہ کرلیں اولاد کا حج نہیں ہوتا، جبکہ یہ درست نہیں ہے۔ اولاد پر جب حج فرض ہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے اپنا فرض پورا کرے بعد میں والدین کو حج کروانے کی کوشش کرے۔

والدین کی قبر پر حاضری کی فضیلت

والدین یا ان میں کوئی ایک دنیا سے پردہ کر گیا ہو اس کی قبر پر گاہے بگاہے جانے پر احادیث میں بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نوادر الاصول میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا" ترجمہ: جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے گا۔

(نوادر الاصول للترمذی، الاصل الخامس عشر، جلد1، صفحہ126، دار الجیل، بیروت)

بلکہ بکثرت جانے والے کے متعلق ہے کہ فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔ نوادر الاصول میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"مَن زَارَ قَبرَ اَبَوَیہِ اَو اَحَدَھُمَا اِحتِسَابًا کَانَ کَعَدلِ حَجَّۃٍ مبرورۃٍ وَمَن کَانَ زَوَّارًا لَھُمَا زَارَتِ المَلَائِکَۃُ قَبرَہٗ" ترجمہ: جو بہ نیت ثواب اپنے والدین یا ایک کی قبر کی زیارت کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے، اور جو بکثرت ان کی قبر کی زیارت کیا کرتا ہو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔

(نوادرالاوصول للترمذی الاصل الخامس عشر، جلد1، صفحہ126، دار الجیل، بیروت)

والدین کے اولاد پر حقوق

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا کہ بعد فوت ہو جانے والدین کے اولاد پر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب

جواباً آپ فرماتے ہیں: "(1) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

(2) ان کے لئے دعا واستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(3) صدقہ وخیرات واعمال صالحہ کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(4) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی وکوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور

عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔

(5) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا وعلیٰ ہذا القیاس ہر طرح ان کی براءت ذمہ میں جدوجہد کرنا۔

(6) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(7) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(8) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا، وہاں یٰس شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(9) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(10) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(11) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(12) سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انہیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 391، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

والدین کی نافرمانی پر وبال

باپ کی نافرمانی اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضگی اللہ جبار و قہار کی ناراضگی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کی جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کی دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا، عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلاء نازل ہوگی مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں علامہ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُقَالُ لِلْعَاقِ: اِعْمَلْ مَا شِئْتَ مِنَ الطَّاعَةِ فَإِنِّي لَا أَغْفِرُ لَكَ، وَيُقَالُ لِلْبَارِّ: اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنِّي أَغْفِرُ لَكَ" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نافرمان (اولاد) کے لئے کہا جاتا ہے تو جو مرضی عمل کر میں تجھے نہیں بخشوں گا اور نیکوکار کے لئے کہا جاتا ہے تو جو مرضی عمل کر میں تجھے عنقریب بخشوں

گا۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، أحمد بن مسروق، جلد10، صفحہ215، دار الکتاب العربی ،بیروت)

المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَعَنَ اللهُ سَبْعَةً مِنْ خَلْقِهِ فَوْقَ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، فَرَدَّدَ لَعْنَتَهُ عَلَى وَاحِدَةٍ مِنْهَا ثَلَاثًا، وَلَعَنَ بَعْدُ كُلَّ وَاحِدَةٍ لَعْنَةً فَلَعْنَةً قَالَ: مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى شَيْئًا مِنَ الْبَهَائِمِ، مَلْعُونٌ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ امْرَأَةٍ وَابْنَتِهَا، مَلْعُونٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ، مَلْعُونٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ، مَلْعُونٌ مَنْ غَيَّرَ حُدُودَ الْأَرْضِ، مَلْعُونٌ مَنْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے سات بندوں پر لعنت فرمائی سات آسمانوں کے اوپر سے اور ان میں سے ایک پر وہ لعنت تین مرتبہ لوٹائی، حالانکہ ان میں سے ہر ایک پر اس نے ایسی لعنت کی تھی کہ وہ ایک لعنت ہی ان کو کافی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا: وہ ملعون ہے جو قوم لوط والا عمل کرے، وہ ملعون ہے جو قوم لوط والا عمل کرے، وہ ملعون ہے جو قوم لوط والا عمل کرے۔ ملعون ہے وہ جو غیر اللہ کیلئے ذبح کرے (یعنی اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کا نام لے کر جانور ذبح کیا جائے) ملعون ہے وہ جو جانوروں سے بدکاری کرے، ملعون ہے وہ جو والدین کی نافرمانی کرے، ملعون ہے وہ جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کو (نکاح میں) جمع کرے، ملعون ہے وہ جو زمین کی حد میں تبدیلی کرے (یعنی زمین کی حد کو زیادہ کر کے اپنے بھائی کی زمین پر قبضہ کرلے) ملعون ہے وہ جو اپنے آقا کے غیر کی طرف خود کو منسوب کرے۔

(المعجم الأوسط، باب المیم، من اسمہ: معاذ، جلد8، صفحہ234، دار الحرمین، القاہرۃ)

البر والصلة لابن الجوزی میں علامہ جوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُذِيقَهُمْ نَعِيمَهَا: مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَآكِلُ الرِّبَا، وَآكِلُ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار لوگ وہ ہیں کہ اللہ عزوجل پر حق ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور انہیں جنت کی نعمتوں کا ذائقہ نہ چکھوائے۔ عادی شرابی، سود کھانے والا، بغیر حق کے یتیم کا مال کھانے والا، والدین کا نافرمان۔

(البر والصلة لابن الجوزی، صفحہ 96، مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت)

مزید ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ وَالِدَاهُ رَاضِيَيْنِ عَنْهُ، أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَمْسَى وَالِدَاهُ رَاضِيَيْنِ عَنْهُ، أَمْسَى لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَصْبَحَا سَاخِطَيْنِ عَلَيْهِ، أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ النَّارِ، وَإِنْ كَانَ وَاحِدٌ فَوَاحِدًا. فَقِيلَ: وَإِنْ ظَلَمَاهُ؟ قَالَ: وَإِنْ ظَلَمَاهُ، وَإِنْ ظَلَمَاهُ" ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس سے راضی ہیں تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جس نے والدین کی رضا میں رات کی تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس سے ناراض ہیں تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے کوئی ایک ناراض ہو تو ایک دروازہ

کھول دیا جاتا ہے۔ عرض کی گئی: اگرچہ والدین ظالم ہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ والدین ظالم ہوں، اگرچہ والدین ظالم ہوں۔

(البر والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ 96، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت)

اس حدیث سے وہ اولاد عبرت حاصل کرے جو والدین کے اچھے سلوک نہ کرنے پر ان کی نافرمانی کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے کون سے حقوق پورے کیے ہیں جو ہم ان کے حقوق پورے کریں۔ اگر ایک اپنے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو دوسرا کوتاہی نہ کرے، ہر ایک سے اس کے عمل کی پوچھ ہونی ہے۔

شعب الایمان بیہقی کی حدیث پاک حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ هٰهُنَا غُلَامًا قَدِ احْتُضِرَ يُقَالُ لَهُ قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَهَا، قَالَ: أَلَيْسَ قَدْ كَانَ يَقُولُهَا فِي حَيَاتِهِ؟ قَالُوا: بَلٰى، قَالَ: فَمَا مَنَعَهُ مِنْهَا عِنْدَ مَوْتِهِ؟ قَالَ: فَنَهَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَهَضْنَا مَعَهُ حَتّٰى أَتَى الْغُلَامَ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَهَا، قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: لِعُقُوقِ وَالِدَتِي، قَالَ: أَحَيَّةٌ هِيَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَرْسِلُوا إِلَيْهَا، فَأَرْسَلُوا إِلَيْهَا فَجَاءَتْ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِبْنُكِ هُوَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ أَنَّ نَارًا أُجِّجَتْ فَقِيلَ لَكِ: إِنْ لَمْ تَشْفَعِي لَهُ قَذَفْنَاهُ فِي هٰذِهِ النَّارِ، قَالَتْ: إِذًا كُنْتُ أَشْفَعُ لَهُ، قَالَ: فَأَشْهِدِي اللّٰهَ، وَأَشْهِدِينَا مَعَكِ بِأَنَّكِ قَدْ رَضِيتِ، قَالَتْ: قَدْ رَضِيتُ عَنِ ابْنِي، قَالَ: يَا غُلَامُ، قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ" ترجمہ: ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص ہے جس کا آخری وقت ہے اور اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کا کہا جاتا ہے تو وہ پڑھ نہیں پاتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ اپنی حیات میں یہ کلمہ نہیں پڑھتا تھا؟ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کلمہ پڑھتا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو پھر موت کے وقت کلمہ پڑھنے میں کیا رکاوٹ ہے۔ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے لڑکے کہہ لا الہ الا اللہ۔ اس نے عرض کی مجھ سے یہ نہیں کہا جاتا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیوں نہیں کلمہ پڑھا جاتا؟ اس نے کہا والدہ کی نافرمانی کے سبب۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا وہ زندہ ہے؟ لڑکے نے کہا جی ہاں۔ آپ علیہ السلام نے اس کی والدہ کو بلایا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر آگ کو بھڑکایا جائے اور آپ سے کہا جائے تو کہ اس کو معاف کر دو ورنہ ہم کو اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیں گے تو وہ بولیں اگر میں اس کے لئے شفاعت چاہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ سے شفاعت مانگو اور ہم تمہارے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ تو اس سے راضی ہے۔ ماں نے کہا میں اپنے بیٹے سے راضی ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے لڑکے سے کہا اے لڑکے کہہ لا الہ الا اللہ۔ اس نے کہا: لا الہ الا اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے لئے حمد جس نے اسے آگ سے بچالیا۔

(شعب الایمان، برالوالدین، حدیث جریج العابد فی فضل حفظ قلب الام، جلد 10، صفحہ 290، مکتبۃ الرشد، الریاض)

مسند البزار کی حدیث پاک ہے "عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، أَنَّ رَجُلاً كَانَ فِي الطَّوَافِ حَامِلاً أُمَّهُ يَطُوفُ بِهَا فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّمَ هَلْ أَدَّيْتُ حَقَّهَا؟ قَالَ: لا، وَلاَ بِزَفْرَةٍ وَاحِدَةٍ" ترجمہ: حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کرر ہا تھا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں ابھی تو ماں کی ایک تکلیف کا بھی حق ادا نہیں ہوا۔

(مسند البزار، مسند بريدة بن الحصيب رضي الله عنه، جلد 10، صفحه 276، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة)

والدین کی نافرمانی کی صورتیں:

والدین کی نافرمانی یہ ہے کہ ان سے حسن سلوک نہ کرنا۔ اس نافرمانی کی درج ذیل صورتیں ہیں:

(1) والدین کو اپنے قول، فعل یا کسی سبب سے غمگین کرنا یا انہیں رولانا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ طَيْسَلَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: بُكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوقِ وَالْكَبَائِرِ" ترجمہ: حضرت طیسلہ سے مروی ہے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا آپ نے فرمایا: والدین کا رونا نافرمانی اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (الأدب المفرد، باب بكاء الوالدين، صفحه 25، دار البشائر الإسلامية، بيروت)

(2) والدین کو جھاڑنا، انہیں زجر کرنا، ان پر غصہ کرنا، ان کے آگے آواز بلند کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

(سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ 17، آیت 23)

جب جھاڑنا اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے تو معاذ اللہ انہیں گالیاں دینا اور انہیں مارنا

کس قدر ناجائز وحرام اور ہلاکت خیز ہے یہ ہر عقل سلیم رکھنے والا سمجھ سکتا ہے۔ آجکل تو ایسے بھی بدبخت ہیں جو والدین کو نہ صرف گالیاں دیتے ہیں بلکہ مارتے بھی ہیں اور بعض واقعات تو ایسے ہیں کہ اولاد نے والدین کو قتل کر دیا۔

(3) غصہ سے ان کی طرف نظر کرنا۔

(4) والدین سے گھر کے کام کاج کروانا، ان سے نوکروں جیسا سلوک کرنا جیسا کہ آجکل بعض نالائق اولاد کرتی ہے کہ والدہ سے گھر کے کام کرواتے ہیں اور والد سے باہر کے سارے کام کروائے جاتے ہیں۔ ہاں اگر والدین صحت مند ہوں اور وہ اپنی خوشی سے ایسے کام کریں تو نافرمانی نہیں لیکن اولاد کو چاہئے کہ جتنا ہو سکے انہیں کام نہ کرنے دیں اور آرام کرنے کی عرض کریں۔

(5) والدہ کے پکائے ہوئے کھانے میں عیب نکالنا۔ اگر کھانا اچھا نہ ہو تو خاموشی سے کھانا چھوڑ دیا جائے عیب نہ بتائے جائیں، ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی سنت تھی۔ ہاں اگر والدہ سے اس انداز سے کھانے پر کلام کیا جائے کہ ان کی دل آزاری نہ ہو جیسے یوں کہا جائے امی جان کھانا تو صحیح تھا بس تھوڑا نمک زیادہ ہو گیا تھا یا اسی طرح اور ادب والے لہجے میں بات کی جائے تو حرج نہیں ہے۔

(6) جب وہ بات کریں تو چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر کرنا اور بغیر سوچے سمجھے ان کی حق بات کی تردید کرنا بھی نافرمانی ہے۔ جیسے بعض نافرمان کی عادت ہوتی ہے کہ والدین کی بات سن کر کہتے ہیں چھوڑیں آپ پرانے دور کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ان افعال سے والدین کی دل آزاری ہوتی ہے۔

(7) کسی اہم مسئلہ میں والدین سے مشورہ نہ لینا جیسے بچے یا بچی کی شادی کرنی

تو والدین کو یکسر نظر انداز کرنا، اگر کوئی نیا کام شروع کر رہے ہیں تو والدین سے اس کا تذکرہ نہ کرنا، کہیں سفر میں جاتا ہے تو ان کو نہ بتانا اور نہ ان کی اجازت لینا۔ اس طرح کی حرکتوں سے بھی عموماً والدین کی دل آزاری ہوتی ہے۔

(8) بغیر اجازت ان کے کمرے میں داخل ہونا: بعض اپنے کمرے میں کسی کا بغیر اجازت داخل ہونا اچھا نہیں سمجھتے، اگر والدین میں سے کسی کی یہ عادت ہو تو بغیر اجازت اندر داخل نہ ہوں اور اگر وہ اس عمل سے ناراض نہ ہوتے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(9) دیگر رشتہ داروں سے والدین کی شکایات کرنا، جس سے والدین کو ایذا ہو۔

(10) والدین کو گالیاں دلوانا: والدین کو گالی دینا ناجائز و نافرمانی تو ہے ہی لیکن کسی کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالیاں دلوانا بھی نافرمانی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ" ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ہے آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کوئی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ جب وہ کسی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ جب وہ کسی دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواباً اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرہا، جلد1، صفحہ92، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(11) گھر میں ایسی چیز لانا جو والدین پر ناگوار گزرے جیسے گانے باجے لگانا، کتا پالنا یا اور ایسے شوقیا جانور یا اور چیز لانا جنہیں والدین ناپسند کرتے ہوں۔ جیسے دیندار طبقہ گانے باجوں، بلاوجہ کتا پالنے کو پسند نہیں کرتا، اب اولاد کا گھر میں ایسا کرنا ایک تو ویسے ہی ناجائز ہے، اب والدین کی نافرمانی کا وبال بھی ہے۔

(12) والدین کے سامنے کوئی خلاف شرع فعل کرنا جیسے ان کے سامنے فلمیں ڈرامے دیکھنا، شراب پینا یا اور کوئی ناجائز فعل کرنا یا فعل جائز ہی ہو لیکن والدین ناپسند کرتے ہوں وہ کرنا جیسے سگریٹ، پان، نسوار وغیرہ کا استعمال کرنا نافرمانی ہے۔

(13) زوجہ کی اطاعت کو والدین کی اطاعت پر مقدم رکھنا۔ جو بیوی کا غلام ہو وہ والدین کا فرمانبردار ہو یہ بہت مشکل ہے۔ ایک بات زوجہ نے کہی اور ایک والدہ نے کہی تو زوجہ کی بات پر عمل پیرا ہونا والدہ کی نافرمانی ہے۔

(14) والدین سے الگ تھلگ رہنا، جب والدین کو حاجت ہو تو کام نہ آنا۔ یہ مسئلہ تو گھر گھر میں ہے جب بیٹے کی شادی ہو جاتی ہے وہ یا تو الگ گھر میں منتقل ہو جاتا ہے اور کئی کئی دنوں تک والدین کا دیدار بھی نہیں کرتا، والدین کو کوئی کام ہو تو نہ کرنے کے بہانے کرتا ہے۔

(15) بخل کرنا: جب والدین کو پیسوں کی حاجت ہو تو بخل سے کام لینا یا تو دینا ہی نہ اور کم آمدنی کا رونا رونا یا دینا تو تھوڑے بہت دے دینا جو ان کی حاجت کو پورا نہ کر سکیں، جبکہ بیوی اور اولاد پر کھلے دل سے خرچ کرنا۔

(16) والدین کے مرنے کی تمنا کرنا: والدین میں سے اگر کوئی صاحب جائیداد

ہوتو یہ تمنا کرنا کہ یہ مرجائے تا کہ ہمیں وراثت میں مال مل جائے۔یہ بُری سوچ تو آئے دن دیکھنے سننے کو ملتی ہے۔

(17) باپ کی زندگی میں ہی ان سے حصہ مانگنا: بعض دفعہ اولاد والدین کی زندگی ہی میں ان سے حصہ مانگتی ہے جو والدین کے لئے بہت تکلیف دہ بات ہوتی ہے۔ جس گھر کو انہوں نے بڑی محبت ومحنت سے بنایا ہوتا ہے آج اسے بیچنے کا کہا جاتا ہے اور اولاد بڑے رعب سے کہتی ہے ہمیں ہمارا حصہ دو جبکہ شرعی طور پر جب والدین زندہ ہوں تو اولاد کا حصہ ان کی جائیداد میں ہرگز نہیں بنتا۔حصہ تب بنتا ہے جب والدین فوت ہوجائیں زندگی میں والدین خود مالک ہیں۔

(18) بوڑھے والدین کو اولڈ ہاوس چھوڑ آنا والدین کی ایسی نافرمانی ہے جو ہوسکتا ہے دن میں کئی مرتبہ ہوتی ہو، جب بھی والدین اپنے بچوں کی اس حرکت کو سوچتے ہوں گے تو ان کی دل دکھتا ہوگا۔

(19) والدین کا وہ جائز حکم نہ ماننا جس کے پورا نہ ہونے پر والدین کی دل آزاری ہو مثلاً والدین کہیں فلاں چیز پکڑا دو، فلاں کام کرو لیکن اولاد نہ کرے۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "پان کھانا نہ سنت ہے نہ مستحب صرف مباح ہے، ہاں بعض عوارض خارجیہ کے باعث مستحب ہوسکتا ہے جیسے نہ کھانے میں میزبان کی دل شکنی ہو یا بوسہ زوجہ کے لئے منہ کو خوشبودار کرنے کی نیت سے بلکہ واجب بھی جیسے ماں باپ حکم دے اور نہ ماننے میں اس کی ایذا ہو، یونہی عارض کے سبب مکروہ بھی ہوسکتا ہے جیسے تلاوت قرآن مجید میں بلکہ حرام بھی جیسے نماز میں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 558، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ یادر ہے کہ والدین اگر خلافِ شرع کام کرنے کا حکم دیں تو ان کی پیروی کرنا ناجائز ہے جیسے والدین کہیں نمازیں نہ پڑھو، روزے نہ رکھو، داڑھی منڈ والو، سود کی نوکری کرو وغیرہ تو ایسے موقع پر والدین کی بات ماننا ناجائز ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ شریعت کا حکم مانا جائے۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی اطاعت والدین کی اطاعت سے بڑھ کر ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لَا طَاعَةَ فِی مَعْصِیَةٍ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوفِ" ترجمہ: گناہ میں اطاعت نہیں، اطاعت نیک کاموں میں ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی إجازة خبر الواحد الصدوق فی الأذان والصلاة والصوم والفرائض والأحکام، جلد8، صفحہ88، دار طوق النجاة، مصر)

والدین اگر ظالم یا گناہوں میں ملوث ہوں تب بھی جائز معاملات میں انکی اطاعت کی جائے گی۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگر چہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں، ان کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے مگر اس کے سبب یہ امور جائزہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں "لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ" اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں ان سے بہ نرمی وادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ غیبت میں ان کے لئے دعا کرے۔ اور ان کا جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک حرام قطعی کا حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو، اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت منع نہ کی جائیگی ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بروجہ کفر ہو تو وہ مرتد ہو جائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 157، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

والدین کی نافرمانی کے اسباب

آج کل اولاد والدین کی نافرمان کیوں ہے؟ اس کے کئی اسباب ہیں جن میں چند اسباب والدین کی اپنی کوتاہیاں ہیں۔ عام طور پر والدین اپنی کوتاہیوں کو نہیں دیکھتے اور سارا الزام اولاد ہی پر ڈالتے ہیں حالانکہ اولاد کے نافرمان ہونے میں والدین کا اپنا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن اولاد ایک بات ذہن نشین رکھے کہ اگرچہ والدین کی کوتاہیاں ہوں لیکن اولاد کے لئے کسی صورت والدین کی نافرمانی کرنے کی اجازت نہیں۔ اولاد سے ان کے اعمال کی پوچھ ہونی ہے اور والدین سے ان کے اعمال کی۔ والدین کی نافرمانی کے اسباب درج ذیل ہیں:

(1) جہالت: جو شخص جاہل ہو وہ اپنے آپ کا دشمن ہے۔ والدین کی نافرمانی کا ایک سبب جہالت ہے کہ جاہل شخص کو والدین کی شانِ وعظمت کا پتہ نہیں ہوتا ہے اور ان کی نافرمانی کے وبال کو نہیں جانتا۔

(2) بری صحبت: جو شخص بُری صحبت میں بیٹھتا ہوگا جہاں ہر کوئی والدین کا نافرمان ہوگا تو ایسے لوگوں کے اثرات دوسروں پر مرتب ہوتے ہیں۔ اگر نیک لوگوں میں بیٹھے گا تو والدین کے حقوق پر قرآن واحادیث کی باتیں سن کر پیروی کا جذبہ بنے گا۔

(3) والدین کا اولاد کی اچھی تربیت نہ کرنا: والدین اگر اولاد کی دینی تربیت نہ کریں گے، دینی علم حاصل نہ کروائیں گے، ان کے سامنے اچھے اخلاقیات کا مظاہرہ نہیں کریں گے، بڑوں کا ادب نہیں کریں گے تو اولاد میں بھی اطاعت کی کمی ہوگی۔

(4) والدین کا اولاد کو رزق حلال نہ کھلانا: جس اولاد کے لئے حلال وحرام کی

تمیز نہ کی ہو وہ، حرام کے لقمے اس کے پیٹ میں ڈالے ہوں تو اولاد پر اس حرام کے اثرات آئیں گے اور حرام کمانے اور کھانے کا جہاں دنیا و آخرت میں وبال دیکھنے کو ملے گا وہیں اولاد کی نافرمانی بھی دیکھنے کو مل سکتی ہے۔

(5) والدین کا اپنے والدین کی نافرمان ہونا: جس شخص نے اپنے والدین کی نافرمانی کی ہوگی یا تو اس کی اولاد بھی نافرمان ہوگی جو کو اکثر دیکھا بھی گیا ہے یا دنیا میں آزمائش و مشکلات میں گرفتار رہے گا۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ الذُّنُوبِ يُؤَخِّرُ اللَّهُ مَا شَاءَ مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ" ترجمہ: ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں: ہر گناہ جسے اللہ عزوجل چاہے قیامت تک موخر رکھتا ہے مگر والدین کی نافرمانی کو، اللہ عزوجل اس کی سزا اسے اس کی موت سے پہلے دیتا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد4، صفحہ172، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(6) ماں باپ میں طلاق واقع ہونا: جب میاں بیوی میں طلاق واقع ہو جائے تو الزام تراشیاں عام ہو جاتی ہیں۔ ماں اولاد کو باپ کے خلاف کرتی ہے، تو باپ ماں کے خلاف کرتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اولاد دونوں سے بیزار ہو جاتی ہے۔

اگر طلاق کے بعد بچہ والدہ کے پاس رہے تو عموماً والدہ اسے سو فیصد اپنے والد سے بدظن کرنی کی کوشش کرتی ہے تاکہ بچہ ماں کو چھوڑ کر باپ کے پاس نہ جائے اور عموماً طور پر بچہ والد سے نفرت کرتا ہے۔

(7) نیک کاموں میں اولاد سے تعاون نہ کرنا: جو والدین اولاد کے نیک کاموں میں ان کا تعاون نہیں کریں گے اولاد ان کی بے عملی سے بدظن ہوگی۔ اگر والدین معاذ اللہ یہ سوچ رکھیں گے کہ ہمارا بچہ کہیں مولوی نہ بن جائے، کہیں داڑھی نہ رکھ لے، اگر یہ مولوی بن گیا تو اس کا دنیاوی مستقبل معاذ اللہ تباہ ہو جائے گا۔ اگر بیٹا داڑھی رکھ لے تو اس کی داڑھی منڈوانے کو کوشش کرنا، اولاد کو بلیک میل کرنا کہ والدین کا کہا ماننا تمہارے اوپر لازم ہیں ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ داڑھی منڈوالو وغیرہ۔ اگر والدین کی ایسی سوچ ہوگی تو وہ کیسے اولاد سے اچھے کی توقع کر سکتے ہیں؟

(8) اولاد میں برابری نہ رکھنا: اگر اولاد میں برابری نہ کی جائے، ایک بچے کی محبت میں دیگر اولاد کے حقوق تلف کیے جائیں، بیٹیوں کی بہ نسبت بیٹوں کو زیادہ پیار کریں، اگر تحفہ دینا ہو تو صرف ایک کو دیں بقیہ کو محروم رکھیں، اس طرح کی باتیں اولاد کو والدین کے فرمانبرداری سے دور کرتی ہیں۔

شریعت مطہرہ کی رو سے باپ اگر اولاد کو تحفہ دے یا زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرے تو اسے چاہئے کہ سب اولاد کو برابر دے، بیٹوں اور بیٹیوں میں برابری رکھے۔ مسلم شریف کی حدیث پاک ہے کہ جب حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ان کے والد صاحب نے کچھ مال صدقہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر گواہ بنانے کے لئے حاضر ہوئے تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اتَّقُوا اللهَ، وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ" ترجمہ: کیا تم نے ایسا تمام اولاد کو دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الھبہ، باب کراھۃ تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ، جلد 3، صفحہ 1242، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(9) والدین کا بہو سے اچھا سلوک نہ کرنا: اگر والدین خصوصاً والدہ بیٹے کی بیوی سے بات بات پر بلاوجہ لڑائی جھگڑا کرتی رہی گی تو بیٹا اطاعت پر ثابت قدم نہیں رہ پائے گا۔ بیٹا دو چار مرتبہ بیوی کو قصور وار ٹھہرائے گا لیکن کب تک آخر کار والدین کو بھی قصور وار کہے گا۔ یوں رفتہ رفتہ عقیدت واحترام کم ہوتا جائے گا اور نافرمانیوں کا ایک لمبا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔

اولاد کو فرمانبردار بنانے اور نافرمانی سے بچانے کا علاج

اگر والدین چاہتے ہیں کہ اولاد ہماری فرمانبردار ہو تو اوپر بیان کیے گئے اسباب کو ذہن نشین رکھتے ہوئے ان اسباب سے خود کو بچائیں۔ المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَرُّوا آبَاءَكُمْ تَبَرُّكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ، وَعِفُّوا تَعِفُّ نِسَاؤُكُمْ" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے والدین سے حسن سلوک کرو تمہاری اولاد تم سے حسن سلوک کرے گی اور پاک دامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔ (المعجم الأوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، جلد 1، صفحہ 299، دار الحرمین، القاہرة)

موجودہ دور میں سب سے بہتر یہ طریقہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو والدین جس بیٹے کی شادی کرتے جائیں اسے علیحدہ کرتے جائیں، دیکھا گیا ہے جو بیٹے شادی کے فوراً بعد الگ ہو جاتے ہیں وہ والدین کے فرمانبردار رہتے ہیں اور ساس بہو کا رشتہ بھی ادب و احترام والا رہتا ہے۔ اگر اکٹھے رہتے رہیں تو گھر کے لڑائی جھگڑوں سے تنگ آ کر بیٹا الگ ہو جائے تو فرمانبردار نہیں رہتا۔

اگر والدین بیٹے کو الگ نہیں کرتے اور نہ ہی الگ ہونے کی اجازت دیتے ہیں تو

بیٹے کے لئے شرعاً درست نہیں کہ وہ والدین کی نافرمانی کرتے ہوئے الگ ہو جائے بلکہ والدین کو راضی کر کے علیحدگی کرے اور بعد میں ان کے حقوق پورے کرتا رہے گا ہے بگاہے ان سے ملتا رہے۔

اسی طرح والدہ کو چاہئے کہ غیر عورتوں کا گھر میں آنا جانا نہ رکھے۔ جس گھر میں محلے کی عورتوں یا سہیلیوں کا آنا جانا بہ کثرت ہوگا اس گھر میں امن کا ہونا بہت مشکل ہے۔ عورتیں لگائی بجھائی کر کے ساس بہو کو لڑواتی رہتی ہیں۔

جنہوں نے والدین کے حقوق تلف کئے ہیں وہ کیا کریں؟

جنہوں نے والدین کے حقوق تلف کئے ہیں اور اب توبہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر والدین فوت ہو چکے ہیں تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں پر توبہ کریں اور والدین کے لئے استغفار کریں، ان کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کریں، ان کا قرض ادا کریں، لوگوں کے والدین کو گالیاں دے کر اپنے والدین کو گالیاں نہ دلوائیں۔ اگر والدین زندہ ہیں تو فوراً توبہ کے بعد ان سے معافی مانگیں اور انہیں آئندہ خوش رکھیں۔ حاکم المستدرک کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي جِئْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَتَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا" ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کی میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے آیا ہوں اور اپنے والدین کو روتا چھوڑ آیا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ اور انہیں ہنساؤ جس طرح انہیں رولایا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد4، صفحہ168، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ماں باپ کو گالیاں دلوانا صرف اس کے ساتھ خاص نہیں کہ کسی کے ماں باپ کو گالیاں دی جواباً اس نے اس کے والدین کو گالیاں دیں بلکہ ایک اور صورت آج کل دیکھنی کو ملتی ہے کہ شوہر بیوی کو اتنے چھوٹ دے دیتا ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے شوہر کے والدین کے بُرا بھلا کہتی رہتی ہے اور شوہر خاموش سنتا رہتا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ بیوی کے ساتھ ساتھ بیوی کے میکے والے بھی شوہر کے والدین کو منہ پر بُرا کہتے اور گالیاں دیتے ہیں اور شوہر بے شرموں کی طرح سنتا رہتا ہے۔

والدین ظالم بھی ہوں تب بھی شوہر کو چاہئے کہ بیوی کو شہہ نہ دے بلکہ صبر کرنے کا کہے۔ بیوی کو بھی والدین کے خلاف زبان درازی کرنے سے روکے۔ سسرال والوں میں کوئی ایک پہلی مرتبہ والدین کے خلاف گالی گلوچ کرے اسی وقت انہیں روک دے ورنہ آئندہ بھی یہ گالیوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اولاد کے حقوق

جس طرح شرع نے اولاد پر والدین کے حقوق مرتب کئے ہیں اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے حقوق لازم کئے ہیں۔ شعب الایمان میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص سے فرمایا" أَدِّبِ ابْنَكَ، فَإِنَّكَ مَسْئُولٌ عَنْ وَلَدِكَ، مَاذَا أَدَّبْتَهُ؟ وَمَاذَا عَلَّمْتَهُ، وَإِنَّهُ مَسْئُولٌ عَنْ بِرِّكَ وَطَوَاعِيَتِهِ لَكَ " ترجمہ: اپنے بیٹے کو ادب سکھاؤ کیونکہ تجھ سے اس کے متعلق پوچھ ہوگی کہ تم نے اسے کیا ادب سکھایا اور کیا علم سکھایا اور تمہارے بیٹے سے والد کے ساتھ حسن سلوک کی متعلق پوچھ ہوگی۔

(شعب الایمان، حقوق الاولاد والاھلین، جلد 11، صفحہ135، مکتبة الرشد، ریاض)

عموماً دیکھا گیا ہے کہ بگڑی ہوئی اولاد کے والدین اس کی ذمہ داری ایک دوسرے پر عائد کر کے خود کو بری الذمہ سمجھتے ہیں جبکہ تربیت صرف ماں یا محض باپ کی نہیں بلکہ دونوں کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (سورۃ التحریم، سورۃ 66، آیت 6)

اس آیت کی تفسیر میں درمنثور میں ہے "عَن زيد بن أسلم قَالَ تَلا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم هَذِه الْآيَة ﴿قوا أَنفسكُم وأهليكم نَارا﴾ فَقَالُوا: يَا رَسُول الله كَيفَ نقى أهلنا نَارا قَالَ: تأمرونهم بِمَا يُحِبهُ الله وتنهونهم عَمَّا يكره الله" ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے یہ آیتِ مبارکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے تلاوت کی تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم! ہم اپنے اہل وعیال کو آتش جہنم سے کس طرح بچا سکتے ہیں؟ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اہل وعیال کو ان چیزوں کا حکم دو جو اللہ عزوجل کو محبوب ہیں اور ان کاموں سے روکو جو رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

(الدر المنثور، جلد 8، صفحہ 225، دار الفکر، بیروت)

آجکل کئی والدین سمجھتے ہیں کہ ہم پر اولاد کے کوئی حقوق نہیں ہم جو مرضی کریں بس اولاد کو ہماری اطاعت کرنی چاہئے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا" کیا فرماتے ہیں

علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو قطع رحم اپنی اولاد سے رکھنا اس کی بیماری میں اس کی عیادت ونان نفقہ کی خبر وعلاج ومعالجہ کی تدبیر نہ کرنا اور بعد مرجانے کے سامان تجہیز وتکفین میں شریک نہ ہونا اور کفن وغیرہ غیر شخص کا اللہ نام دینا حتی المقدور اپنے پاس ہوتے ہوئے یہ برتاؤ اپنی اولاد سے کرنا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ چونکہ یہ شخص علم فقہ وحدیث سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور پندووعظ کو بھی لوگوں کو کہا کرتے ہیں مگر اپنا عمل خلاف شرع آتا ہے ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث فقہ وآیت کلام کے تحریر فرمائیں خداتعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "اگر اس کا نفقہ شرعاً باپ پر لازم تھا مثلاً نابالغ بچہ یا لڑکی جس کی شادی نہ ہوئی یا جوان لڑکا کہ کچھ کمانے پر قادر نہیں اس کو نفقہ نہ دیا تو سخت شدید گناہ میں مبتلا ہے، اور اگر شرعاً اس کا نفقہ باپ پر نہ تھا مثلاً لڑکی کہ شوہر والی یا جوان لڑکا کمائی پر قادر ہے تو اسے نفقہ نہ دینے میں کچھ گناہ نہیں اور علاج ودوا تو کسی پر واجب نہیں خود اپنی واجب نہیں اور اولاد اگر عقوق کرے اور باز نہ آئے یا معاذ اللہ بدمذہب ہوجائے اور باپ اسے چھوڑ دے تو یہ قطع رحم اس کی اولاد کی طرف سے ہے باپ کی طرف سے نہیں، وبال اولاد پر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک لفظ کے سبب اپنے ایک صاحبزادے سے عمر بھر کلام نہ فرمایا، حضرت مولوی معنوی قدس سرہ شریف کے ایک صاحبزادے نے حضرت شمس تبریز قدس سرہ العزیز کی شان میں گستاخی کی، ان کے مرنے پر مولوی بیٹے کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ ہاں اگر اولاد کا قصور نہیں تو باپ پر قطع رحم کا وبال عظیم ہے، کفن نہ دینے کی وہی دو صورتیں ہیں جو نفقہ میں تھیں، اگر اس کا نفقہ باپ پر تھا اور اس نے کفن نہ دیا گنہگار ہوا اور نہ تھا تو کفن نہ دینے کا کچھ الزام نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ348، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ﴾ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام، پھر خصوص جوار، پھر خصوص قرابت، پھر خصوص عیال، ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد و آکد ہوتا جاتا ہے۔

علمائے کرام اپنی کتب جلیلہ مثل احیاء العلوم وعین العلوم ومدخل وکیمیائے سعادت وذخیرۃ الملوک وغیرہا میں حقوق ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتا ہوں فضل الٰہی جل وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع وجامع واقع ہو کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے اس بارہ میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت میرے حافظہ ونظر میں ہیں انہیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام لہٰذا سر دست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کمال تلخیص واختصار کے ساتھ شمار کروں، وباللہ التوفیق:

(1) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بُری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(2) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پر نانا وماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(3) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنما نہ کردے۔

(4) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

(5) اس وقت شرمگاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(6) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(7) مرد و زن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(8) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(9) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔

(10) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لئے ایک پسر کے لئے دو کہ اس میں بچے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(11) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(12) سر کے بال اُتروائے۔

(13) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(14) سر پر زعفران لگائے۔

(15) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

(16) برا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے۔

(17) عبداللہ، عبدالرحمٰن، احمد، حامد وغیرہ باعبادت وحمد کے نام یا انبیاء واولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کے دنیاو آخرت میں کام آتی ہے۔

(18) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم وتکریم کرے۔

(19) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(20) مارنے بُرا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(21) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(22) پیار میں چھوٹے لقب بیقدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(23) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دوسال تک دودھ پلوائے۔

(24) رذیل یا بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(25) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل۔

(26) اپنے حوائج وادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال واطفال کا ہے جو ان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(27) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے۔

(28) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے۔

(29) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے۔ انہیں پیار کرے بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(30) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت ومحافظت ہر وقت حتی کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(31) نیا میوہ پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(32) کبھی کبھی حسب ضرورت انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے دیتا رہے۔

(33) بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(34) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر ویکساں دے، ایک

کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(35) سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(36) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(37) حتی الامکان سخت وموذی علاج سے بچائے۔

(38) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

(39) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔

(40) قرآن مجید پڑھائے۔

(41) استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کردے، اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(42) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(43) عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(44) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔

(45) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(46) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(47) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز وروزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدور ولسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(48) پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔

(49) موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔

(50) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(51) اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(52) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

(53) مگر زنہار زنہار بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے۔

(54) نہ ہرگز ہرگز بہادر دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورہ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکر زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہوسکتا ہے۔

(55) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(56) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(57) جب جوان ہو شادی کر دے، شادی میں وہی رعایت قوم و دین و سیرت وصورت ملحوظ رکھے۔

(58) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق ونرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔

(59) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(60) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ ساٹھ 60 حق تو پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ دو حق اخیر میں سب وارث شریک، اور خاص پسر کے حقوق سے ہے کہ اسے لکھنا، پیرنا، سپہ گری سکھائے۔ سورہ مائدہ کی تعلیم دے۔ اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔ خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے، اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے، سورہ نور کی تعلیم دے، لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے، بیٹیوں سے زیادہ دلجوئی رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے، دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے، جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے، نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے، اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے، شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے، بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے گھر کو ان پر زندان کر دے بالاخانوں پر نہ رہنے دے،

گھر میں لباس وزیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں، جب کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے، حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے، زنہار کسی فاسق فاجر خصوصا بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ اسی حق (80) ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے ان میں اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں۔ اور بعض آخرت میں مطالبہ ہو، مگر دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت وجبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جدال ونزع کرے سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم وچارہ جوئی واعتراض کو دخل ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد24، صفحہ452۔۔۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تربیت اولاد پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہر ماں باپ کو یہ جان لینا چاہے کہ بچپن میں جو اچھی بری عادتیں بچوں میں پختہ ہو جاتی ہیں وہ عمر بھر نہیں چھوٹتی ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو لازم ہے کہ بچوں کو بچپن ہی میں اچھی عادتیں سکھائیں اور بری عادتوں سے بچائیں۔ بعض لوگ یہ کہہ کر ابھی بچہ ہے بڑا ہوگا تو ٹھیک ہو جائے گا، بچوں کو شرارتوں اور غلط عادتوں سے نہیں روکتے۔ وہ لوگ درحقیقت بچوں کے مستقبل کو خراب کرتے ہیں اور بڑے ہونے کے بعد بچوں کے برے اخلاق اور گندی عادتوں پر روتے اور ماتم کرتے ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ بچپن ہی میں بچوں کی کوئی شرارت یا بری عادت دیکھیں تو اس پر روک ٹوک کرتے رہیں بلکہ سختی کے ساتھ ڈانٹتے پھٹکارتے رہیں۔ اور طرح طرح سے بری عادتوں کی برائیوں کو بچوں کے سامنے ظاہر کر کے بچوں کو ان خراب عادتوں سے نفرت دلاتے رہیں اور بچوں کی خوبیوں اور اچھی اچھی عادتوں پر خوب خوب شاباش کہہ کر ان کا من بڑھائیں بلکہ کچھ انعام دے کر

ان کا حوصلہ بلند کریں۔ اس سے قبل بچوں کے حقوق کے بیان میں بچوں کے لئے بہت سی مفید باتیں ہم لکھ چکے ہیں اب اس سے کچھ زائد باتیں بھی ہم لکھتے ہیں۔ ماں باپ پر لازم ہے کہ ان باتوں کا خاص طور پر دھیان رکھیں۔ تاکہ بچوں اور بچیوں کا مستقبل روشن اور شاندار بن جائے۔

(۱) بچوں کو دودھ پلانے اور کھانا کھلانے کے لئے وقت مقرر کرلو۔ جو عورتیں ہر وقت بچوں کو دودھ پلاتی یا جلدی جلدی بچوں کو دن رات میں بار بار کھانا کھلاتی رہتی ہیں ان کے بچوں کا ہاضمہ خراب اور معدہ کمزور ہوجایا کرتا ہے اور بچے قے دست کی بیماریوں میں مبتلا ہوکر کمزور ہوجایا کرتے ہیں۔

(۲) بچوں کو صاف ستھرا رکھو مگر بہت زیادہ بناؤ سنگھار مت کرو۔ کہ اس سے اکثر نظر لگ جایا کرتی ہے۔

(۳) بچوں کو ہر دم گود میں نہ لئے رہو بلکہ جب تک وہ بیٹھنے کے قابل نہ ہوں پالنے میں زیادہ تر سلائے رکھو۔ اور جب وہ بیٹھنے کے قابل ہوں تو ان کو رفتہ رفتہ مسندوں اور تکیوں کا سہارا دے کر بٹھانے کی کوشش کرو۔ ہر دم گود میں لئے رہنے سے بچے کمزور ہوجایا کرتے ہیں۔ اور وہ گود میں رہنے کی عادت پڑ جانے سے بہت دیر میں چلتے اور بیٹھتے ہیں۔

(۴) بعض عورتیں اپنے بچوں کو مٹھائی کثرت سے کھلایا کرتی ہیں۔ یہ سخت مضر ہے۔ مٹھائی کھانے سے دانت خراب اور معدہ کمزور اور بکثرت صفراوی بیماریاں اور پھوڑے پھنسی کا روگ بچوں کو لگ جاتا ہے۔ مٹھائیوں کی جگہ گلوکوز کے بسکٹ بچوں کے لئے اچھی غذا ہے۔

(۵) بچوں کے سامنے زیادہ کھانے کی برائی بیان کرتے رہو اور ہر وقت کھاتے پیتے رہنے سے بھی بچوں کو نفرت دلاتے رہو۔ مثلاً یوں کہا کرو کہ جو زیادہ کھاتا ہے وہ جنگلی اور بدو ہوتا ہے اور ہر وقت کھاتے پیتے رہنا یہ بندروں کی عادت ہے۔

(۶) بچوں کی ہر ضد پوری مت کرو کہ اس سے بچوں کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور وہ ضدی ہو جاتے ہیں اور یہ عادت عمر بھر نہیں چھوٹتی۔

(۷) بچوں کے ہاتھ سے فقیروں کو کھانا اور پیسہ دلایا کرو۔ اسی طرح کھانے پینے کی چیزیں بچوں کے ہاتھ سے اس کے بھائی بہنوں کو یا دوسرے بچوں کو دلایا کرو تا کہ سخاوت کی عادت ہو جائے اور خود غرضی اور نفس پروری کی عادت پیدا نہ ہو اور بچہ کنجوس نہ ہو جائے۔

(۸) چلا کر بولنے اور جواب دینے سے ہمیشہ بچوں کو روکو۔ خاص کر بچیوں کو تو خوب خوب ڈانٹ پھٹکار کرو۔ ورنہ بڑی ہونے کے بعد بھی یہی عادت پڑی رہے گی تو میکے اور سسرال دونوں جگہ سب کی نظروں میں ذلیل و خوار بنی رہے گی اور منہ پھٹ اور بدتمیز کہلائے گی۔

(۹) غصہ کرنا اور بات بات پر روٹھ کر منہ پھلانا بہت برا ہے اور بہت زور سے ہنسنا خواہ مخواہ بھائی بہنوں سے لڑنا جھگڑنا، چغلی کھانا، گالی بکنا ان حرکتوں پر لڑکوں اور خاص کر لڑکیوں کو بہت زیادہ تنبیہ کیا کرو۔ ان بری عادتوں کا پڑ جانا عمر بھر کے لئے رسوائی کا سامان ہے۔

(۱۰) اگر بچہ کہیں سے کسی کی کوئی چیز اٹھا لائے اگر چہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو، اس پر سب گھر والے خفا ہو جائیں اور سب گھر والے بچے کو چور چور کہہ کر شرم دلائیں اور

بچے کو مجبور کریں کہ وہ فوراً اس چیز کو جہاں سے وہ لایا ہے اسی جگہ اس کو رکھ آئے۔ پھر چوری سے نفرت دلانے کے لئے اس کا ہاتھ دھلائیں اور کان پکڑ کر اس سے توبہ کرائیں تاکہ بچوں کے ذہن میں اچھی طرح یہ بات جم جائے کہ پرائی چیز لینا چوری ہے اور چوری بہت ہی برا کام ہے۔

(۱۱) بچے غصہ میں اگر کوئی چیز توڑیں پھوڑیں یا کسی کو مار بیٹھیں تو بہت زیادہ ڈانٹو۔ بلکہ مناسب سزا دو تاکہ بچے پھر ایسا نہ کریں اس موقع پر لاڈ پیار نہ کرو۔

(۱۲) کبھی کبھی بچوں کو بزرگوں اور نیک لوگوں کی حکایتیں سنایا کرو۔ مگر خبردار خبردار عاشقی معشوقی کے قصے کہانیاں بچوں کے کان میں نہ پڑیں۔ نہ ایسی کتابیں بچوں کے ہاتھوں میں دو جن سے اخلاق خراب ہوں۔

(۱۳) لڑکوں اور لڑکیوں کو ضرور کوئی ایسا ہنر سکھا دو جس سے ضرورت کے وقت وہ کچھ کما کر بسر اوقات کر سکیں۔ مثلاً سلائی کا طریقہ یا موزہ بنیان، سوئیٹر بننا، یا رسی بٹنا یا چرخہ کاتنا، خبردار خبرداران ہنر کی باتوں کو سکھانے میں شرم و عار محسوس نہ کرو۔

(۱۴) بچوں کو بچپن ہی سے اس بات کی عادت ڈالو کہ وہ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کریں وہ اپنا بچھونا خود اپنے ہاتھ سے بچھائیں۔ اور صبح کو خود اپنے ہاتھ سے اپنا بستر لپیٹ کر اس کی جگہ پر رکھیں۔ اپنے کپڑوں اور زیوروں کو خود سنبھال کر رکھیں۔

(۱۵) لڑکیوں کو برتن دھونے اور کھانے پینے گھروں اور سامان کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ کپڑا دھونے، کپڑا رنگنے، سینے پرونے کا سب کام ماں کو لازم ہے کہ بچپن ہی سے سکھانا شروع کر دے اور لڑکیوں کو محنت مشقت اٹھانے کی عادت پڑ جائے اس کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۱۶) ماں کولازم ہے کہ بچوں کے دل میں باپ کا ڈر بٹھاتی رہے تا کہ بچوں کے دلوں میں باپ کا ڈر رہے۔

(۱۷) بچے اور بچیاں کوئی کام چھپ چھپا کر کریں تو ان کی روک ٹوک کرو کہ یہ اچھی عادت نہیں۔

(۱۸) بچوں سے کوئی محنت کا کام لیا کرو مثلاً لڑکوں کے لئے لازم ہے کہ وہ کچھ دور دوڑ لیا کریں اور لڑکیاں چرخہ چلائیں۔ یا چکی پیس لیں تا کہ ان کی صحت ٹھیک رہے۔

(۱۹) بچوں اور بچیوں کو کھانے، پہننے اور لوگوں سے ملنے ملانے اور محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھانا ماں باپ کے لئے ضروری ہے۔

(۲۰) چلنے میں تاکید کرو کہ بچے جلدی جلدی اور دوڑتے ہوئے نہ چلیں اور نظر اوپر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نہ چلیں۔ اور نہ بیچ سڑک پر چلیں۔ بلکہ ہمیشہ سڑک کے کنارے کنارے چلیں۔'' (جنتی زیور، صفحہ 88۔۔۔، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عصر حاضر میں تربیت اولاد میں ہونے والی کوتاہیاں

تربیت اولاد میں درج ذیل کوتاہیاں آج کل دیکھنے کو ملتی ہیں جو کہ والدین میں نہیں ہونی چاہئیں:

☆ بچوں کے سامنے والدین گالی گلوچ کرتے ہیں اور بچے دیکھا دیکھی جب گالیاں نکالتے ہیں تو انہیں منع نہیں کیا جاتا۔ پہلی مرتبہ جب بچہ گالی نکالتا ہے اس پر اسے ڈانٹتے نہیں بلکہ ہنستے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ گالیوں کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر والدین کو بھی گالیاں نکالنے والا بن جاتا ہے۔

☆ بچوں کے سامنے گانے باجے، فلمیں ڈرامے دیکھتے ہیں اور انہیں خود گانا اور

ڈانس سیکھاتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں، اس سے فرمائش کرتے ہیں گانا سناؤ یا ڈانس کر کے دکھاؤ۔ بعض اوقات دیگر رشتہ دار گانے یا ڈانس پر خوش ہو کر انعام دیتے ہیں جس سے بچے میں یہ عادت بد پکی ہو جاتی ہے۔

☆ بچوں سے تنگ آ کر کچھ دیر سکون پانے کے لئے ایسے رشتہ داروں یا محلے داروں کے پاس بھیج دیتے ہیں جو بچوں کو بُری عادتیں سیکھاتے ہیں۔

☆ بچوں کو بڑوں کا ادب نہ سیکھانا بلکہ بڑوں سے بدتمیزی کرنے کا کہنا اور اس پر خوش ہونا۔

☆ چغل خور اور غیبتیں کرنے والی عورتوں کا یہ گمان فاسد ہوتا ہے کہ ساری دنیا میرے خلاف باتیں کرتی ہے، اس لئے جہاں بھی دو چار عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی ہوں انہیں یہی لگے گا کہ میرے خلاف باتیں کر رہی ہیں اور ان کی کوشش ہوگی کہ کسی طرح مجھے پتہ چل جائے کہ کون کیا کیا باتیں کر رہا ہے۔ اسی طرح لوگوں کے گھر کے معاملات کی معلومات میں انہیں بہت تجسس ہوتا ہے کہ نئی سے نئی بات مجھے پتہ چلے تاکہ میں سب کو مزے لے لے کر بتاؤں۔ اس کام کے لئے یہ عورتیں اپنی چھوٹی بھولی بھالی بچی کو تیار کرتی ہیں کہ وہ لوگوں کی باتیں سن کر ماں کو آ کر بتائے، یوں ان کو چھوٹی سی عمر میں چغل خوری جیسی لعنت کا عادی بنا دیتی ہیں۔ ان بچیوں کو لوگ نفرت سے دیکھتے ہیں اور بچیوں کے اخلاقیات بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ بچپن سے پڑی عادت ساری زندگی بمشکل جاتی ہے اور پھر یہی بچیاں چغلی خوری کی عادت سے مجبور اپنے والدین کی باتیں بھی لوگوں کو بتاتی ہیں۔ جو عورتیں لوگوں کی عزتوں کا تماشہ بناتی ہیں ایک دن ایسا آتا ہے کہ خود تماشہ بن جاتی ہیں۔

☆ والدین کا بچوں کے سامنے بے حیائی والی حرکات کرنا بھی ان پر برا اثر ڈالتا ہے۔ بچوں کے سامنے کپڑے بدلنا، ؟صحبت کرنا، گندی باتیں کرنا، فلمیں دیکھنا، ساتھ نہلانا وغیرہ۔

☆ گھر میں برے کرایہ دار رکھنا بچوں کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔

☆ بچوں کو آوارہ گردی سے نہ روکنا، یہ پتہ نہ ہونا بچہ کن کے ساتھ کھیلتا ہے، کن کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے۔

☆ بچوں کے اٹھنے بیٹھنے، سیڑھیاں چڑھنے اترنے، کھیل کود میں بچے کے گرنے کی فکر نہ کرنا، جس کی وجہ سے چھوٹی عمر میں بچے کو ایسی چوٹ لگ جاتی ہے جو بچے کی ساری زندگی عیب دار کر دیتی ہے۔

☆ بچوں کی بے جا طرفداری کرنا جیسے بچے نے کسی دوسرے بچے کو مارا تو بچے کو منع نہ کرنا اور بعد میں اپنے بچے کی غلطی تسلیم نہ کرنا۔ اس طرح بچہ بے لگام ہو جاتا ہے اور دوسروں پر ہاتھ اٹھانا، لڑنا جھگڑنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔

☆ چھوٹی بچیوں کو دوسرے کے گھر بھیجنا یہ جانتے ہوئے بھی کہ آج کل چھوٹی بچیوں کے ساتھ بھی بدکاری جیسے نازیبا واقعات ہوتے ہیں۔

☆ جوان بچیوں کو جوان مردوں سے دنیاوی تعلیم یا قرآن پڑھوانا والدین کی بہت بڑی غلطی ہے جس خمیازہ انہیں عزت کی بربادی کے ساتھ بھگتنا پڑتا ہے۔

☆ جوان بچیوں کو اچھے سے اچھے موبائل فون لا کر دینا اور پھر یہ نہ دیکھنا کہ وہ دن رات کس کے ساتھ باتیں کر رہی ہیں؟ کہیں غیر مردوں سے تعلقات قائم تو نہیں اس کی پرواہ نہ کرنا۔ خود بچیاں ایزی لوڈ کروانے کے لئے دوکانوں پر جا رہی ہیں انہیں نہ روکنا۔

☆ بچوں کو رزق حلال نہ کھلانا، بچہ چوری کرے تو اسے کچھ نہ کہنا، بچوں کے ساتھ پیار ومحبت، تحفے تحائف دینے میں برابری نہ کرنا، ذرا ذرا سی بات پر مارنا وغیرہ بچوں کی تربیت کے لحاظ سے نقصان دہ ہے۔

اولاد کے حقوق کی صحیح طرح ادائیگی میں والدین کو چاہئے کہ ان بیان کردہ کوتاہیوں کو مدنظر رکھیں اور ان سے اجتناب کریں۔ اللہ عزوجل ہم سب کو اپنی اولاد کی صحیح طرح قرآن وسنت کے مطابق تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بیٹی پیدا ہونے پر افسردہ ہونا

بیٹی پیدا ہونے پر افسردہ ہونا کفار کا طریقہ ہے۔ آج بھی والدین اور رشتہ داروں کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے جو بیٹی کے پیدا ہونے پر خوش نہیں ہوتے جبکہ بیٹیاں گھر کی زینت ورحمت ہیں اور ان کی اچھی پرورش کرنے پر جنت کا وعدہ ہے۔ المستدرک علی الصحیحین میں ہے "عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ، قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ: وَابْنَتَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: وَإِنِ ابْنَتَانِ قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَوَاحِدَةٌ؟ قَالَ: وَوَاحِدَةٌ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے پرورش میں آنے والی مشکلات وتنگی پر صبر کرے اللہ عزوجل اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر دو بیٹیاں ہوں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دو بھی ہوں (تو پرورش پر یہی فضیلت ملے گی)۔ صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ایک بیٹی ہو تو؟ آپ نے فرمایا: ایک

بیٹی پر بھی۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحه195، دار الكتب العلمية ،بيروت)

دوسری روایت میں ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ وُلِدَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَاوَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ يَعْنِي الذَّكَرَ عَلَيْهَا، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ" ترجمہ:حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں دو بیٹیاں ہوئیں اور اس نے انہیں زندہ دفن نہ کیا (جس طرح زمانہ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے) اور نہ ہی ان کی وجہ سے خود ذلت محسوس کی (جس طرح زمانہ جاہلیت میں جس کے ہاں لڑکی ہوتی تو وہ اپنی بے عزتی تصور کرتا اور لوگوں سے چھپتا پھرتا) اور نہ ہی اس نے اپنے بیٹے کو بیٹی پر فضیلت دی تو اس کو اللہ عزوجل ایسا کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحه196، دار الكتب العلمية ،بيروت)

شعب الایمان میں ہے "عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوِ ابْنَتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ، وَاتَّقَى اللّٰهَ فِيهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ" ترجمہ:ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہو جن کی اس نے اچھی پرورش کی اور ان کی وجہ سے آنے والی پریشانیوں پر صبر کیا اور ان کے معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(شعب الایمان،حقوق الاولاد والاهلين،جلد 11،صفحه143، مكتبة الرشد،رياض)

دوسری روایت میں ہے "سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُکْرِھُوا الْبَنَاتَ، فَإِنَّھُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْمُجَمِّلَاتُ" ترجمہ: اپنی بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو کیونکہ بیٹیاں باعث سکون قلب اور گھر کو زینت بخشنے والیاں ہوتی ہیں۔

(شعب الایمان، حقوق الاولاد والاھلین، جلد 11، صفحہ 154، مکتبۃ الرشد، ریاض)

فصل دوم: حقوق زوجین

شریعت نے جہاں والدین اور دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے اور ان کے حقوق پورے کرنے کی تاکید کی وہاں میاں بیوی کے بھی حقوق ارشاد فرمائے تا کہ شوہر بیوی کے حقوق پورے کرے اور بیوی شوہر کے حقوق پورے کرے اور گھر امن کا گہوارہ بن جائے۔ شرع نے طلاق کو حلال ہونے کے باوجود اس وجہ سے ناپسند فرمایا کہ اس سے کئی لوگوں کی زندگی متاثر ہوتی ہے اور قطع تعلقی کو فروغ ملتا ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ حقوق زوجین پر جامع اور مختصر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "آج کل عام شکایت ہے کہ زن وشو (میاں بیوی) میں نااتفاقی ہے۔ مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی، ہر ایک دوسرے کے لیے بلائے جان ہے اور جب اتفاق نہ ہو تو زندگی تلخ اور نتائج نہایت خراب۔ آپس کی نااتفاقی علاوہ دنیا کی خرابی کے دین بھی برباد کرنے والی ہوتی ہے اور اس نااتفاقی کا اثر بد انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے نہ ماں کی عزت۔ اس نااتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین (دونوں طرف) میں ہر ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتے اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتے۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو باندی سے بدتر کر کے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام رہے جو میں چاہوں وہ

ہو، چاہے کچھ ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے۔ جب ایسے خیالاتِ فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر نبھ سکے۔ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق وعادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید میں جس طرح یہ حکم آیا کہ ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ جس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت کرو۔

اس موقع پر ہم بعض حدیثیں ذکر کریں جن سے ہر ایک کے حقوق کی معرفت حاصل ہو مگر مرد کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے ذمہ عورت کے کیا حقوق ہیں انھیں ادا کرے اور عورت شوہر کے حقوق دیکھے اور پورے کرے، یہ نہ ہو کہ ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور دوسرے کے حقوق سے سروکار نہ رکھے اور یہی فساد کی جڑ ہے اور یہ بہت ضرور ہے کہ ہر ایک دوسرے کی بیجا باتوں کا تحمل کرے اور اگر کسی موقع پر دوسری طرف سے زیادتی ہو تو آمادہ بفساد نہ ہو کہ ایسی جگہ ضد پیدا ہو جاتی ہے اور سلجھی ہوئی بات اُلجھ جاتی ہے۔

(بہار شریعت، جلد 2، حصہ 7، صفحہ 99، 100، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بیوی پر شوہر کے حقوق

بیوی پر شوہر کے حقوق بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”امور متعلقہ زن شوی میں مطلقاً اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے، اس کے ناموس کی بشدت حفاظت، اس کے مال کی حفاظت، ہر بات میں اس کی خیر خواہی، ہر وقت امور جائزہ میں اس کی رضا کا طالب رہنا، اسے اپنا مولیٰ جاننا، نام لے کر نہ پکارنا، کسی سے اس کی بے جا شکایت نہ کرنا اور خدا توفیق

دے تو بجا لانے بھی احتراز کرنا، بے اس کی اجازت کے آٹھویں دن سے پہلے والدین یا سال بھر سے پہلے اور محارم کے یہاں نہ جانا، وہ ناراض ہو تو اس کی انتہائی خوشامد کر کے اسے منانا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہنا کہ یہ میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تم راضی ہو یعنی میں تمہاری مملوکہ ہوں جو چاہو کرو مگر راضی ہو جاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویه، جلد24، صفحه372، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا کیا حق ہیں؟ بینوا توجروا۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالیٰ ﴿وعاشروھن بالمعروف﴾ (عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا﴾ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ ورسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔ بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اور ایک حدیث میں ہے: اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 380، 381، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے

مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی والدہ کا ہے اور عورت پر والدین سے بڑھ کر شوہر کا حق ہے۔ امام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں "عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَا قُلْتُ: فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: أُمُّهُ" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کیا مرد پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلہ، باب اعظم الناس حقا...الخ، جلد 4، صفحہ 167، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جس طرح مرد اپنی والدہ کی جتنی مرضی خدمت کرلے اس کا مکمل حق ادا نہیں کرسکتا اسی طرح عورت شوہر کا حق ادا نہیں کرسکتی۔ امام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی "مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ فَإِنْ كَانَ شَيْءٌ أُطِيقُهُ تَزَوَّجْتُهُ وَإِنْ لَمْ أُطِقْهُ لَا أَتَزَوَّجُ، قَالَ: مِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ إِنْ سَالَ دَمًا وَقَيْحًا وَصَدِيدًا فَلَحَسَتْهُ بِلِسَانِهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ،

وَلَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الزَّوْجَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا لِمَا فَضَّلَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهَا قَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ مَا بَقِيتُ فِي الدُّنْيَا" ترجمہ: شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ اگر میں اس حق کو پورا کرنے کی طاقت رکھتی ہوئی تو شادی کرلوں گی ورنہ نہیں کروں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شوہر کا حق بیوی پر یہ ہے کہ اگر شوہر کے جسم سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو پھر عورت اسے چاٹے تو بھی حقِ شوہر ادا نہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آدمی کا آدمی کے لیے سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے جب شوہر اس کے پاس داخل ہو کیونکہ اللہ عزوجل نے شوہر کو بیوی پر فضیلت دی ہے۔ اس عورت نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ساری زندگی نکاح نہیں کروں گی۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحہ189، دار الكتب العلمية، بيروت)

عورت بغیر شوہر کا حق ادا کیے ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتی

جب تک عورت حتی الامکان شوہر کی خدمت نہ کرے وہ ایمان کی لذت نہیں پاسکتی۔ امام طبرانی، امام حاکم روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وَلَا تَجِدُ امْرَأَةٌ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا" ترجمہ: کوئی عورت اس وقت تک ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتی یہاں تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کردے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحہ190، دار الكتب العلمية، بيروت)

ناشکری عورت پر رب تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرماتا

نافرمان بیوی کو جس طرح دنیا میں رسوائی ملتی ہے، خاندان میں عزت نہیں رہتی، گھر کا سکون خراب ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اخروی اعتبار سے نافرمان عورت رب تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے گی۔ امام حاکم حدیث پاک روایت کرتے ہیں "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ إِلَی امْرَأَۃٍ لَا تَشْکُرُ لِزَوْجِھَا وَھِیَ لَا تَسْتَغْنِی عَنْہُ" ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اللہ عزوجل اس عورت کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو اپنے شوہر کا شکرادا نہیں کرتی ۔عورت شوہر سے مستغنی نہیں ہو سکتی۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البروالصلة، جلد4، صفحه193، دار الكتب العلمية ،بيروت)

شوہر کے ناراض ہونے پر عورت پر ساری رات لعنت برسنا

عورت کو شوہر اگر صحبت کے لئے بلائے تو اس پر لازم ہے وہ خود کو پیش کرے۔ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَہُ لِحَاجَتِہِ فَلْتَأْتِہِ، وَإِنْ کَانَتْ عَلَی التَّنُّورِ"ترجمہ:جب شوہر بیوی کو صحبت کے لئے بلائے تو وہ اس کے پاس حاضر ہو اگرچہ تنور پر بیٹھی ہو۔(یعنی جو بھی کام کررہی ہو وہ چھوڑ کر شوہر کی حاجت پوری کرے۔)

(سنن الترمذی،ابواب الرضاع،باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة،جلد 3،صفحه 457، مصطفى البابي الحلبي،مصر)

اگر بلاوجہ نہ آئے اور شوہر ناراض ہوجائے تو ساری رات فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔بخاری و مسلم میں ہے"عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَہُ إِلَی فِرَاشِہِ، فَأَبَتْ أَنْ تَجِیءَ، لَعَنَتْھَا الْمَلَائِکَۃُ حَتَّی تُصْبِحَ"ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:شوہر نے عورت کو بستر پر بلایا(یعنی صحبت کرنے کے لئے)اس نے انکار کردیا اور شوہر نے ناراضگی کے ساتھ رات گزاری تو صبح

تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب إذا باتت المرأة مھاجرة فراش زوجھا، جلد 7، صفحہ 30، دار طوق النجاۃ، مصر)

میاں بیوی میں صحبت خوشگوار زندگی کا بہت بڑا سبب ہے۔ صحبت پر انکار رشتہ میں کمزوری کو پیدا کرتا ہے۔ اس لئے شرع نے عورت پر تاکید کی ہے کہ وہ انکار نہ کرے۔ اگر عورت ناپاکی کے ایام میں ہو یعنی حیض و نفاس میں ہو اور شوہر صحبت کے لئے بلائے تو شوہر کا بلانا بھی جائز نہیں اور عورت کے لئے جانا بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں بوس و کنار کرنا، ناف سے اوپر چھونا جائز ہے۔ اگر عورت دن بھر کام کاج سے تھکی ہو تو یہ صحبت سے انکار کا عذر نہیں ہے لیکن شوہر کو چاہئے کہ ایسی صورت میں ناراض نہ ہو۔ اگر عورت کو صحبت سے بہت زیادہ درد ہوتی ہے تو عورت صحبت سے انکار کر سکتی ہے، شوہر کو چاہئے اس پر زبردستی نہ کرے بلکہ یہ سوچے کہ وہ بھی ایک جان ہے۔

بیوی کی ایذا پر جنتی حور کا ردِّ عمل

بیوی جب شوہر کو ایذا دیتی ہے تو اس مسلمان شوہر کو جنت میں ملنے والی حور بھی ناخوش ہوتی ہے اور عورت سے شکوہ کرتی ہے۔ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ: لَا تُؤْذِيهِ، قَاتَلَكِ اللّٰهُ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا“ ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حور عین (یعنی وہ جنتی حور جو جنت میں اس شخص کو ملنی ہے) کہتی ہیں خدا تجھے قتل کرے، اسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر

ہمارے پاس آئے گا۔

(سنن الترمذی، ابواب الرضاع، جلد3، صفحہ468، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

شوہر کی ناراضگی کے سبب عورت کی نماز مقبول نہیں

جب تک شوہر بیوی کی غیر شرعی حرکت کی وجہ سے ناراض رہتا ہے تب تک عورت کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلَاةٌ، وَلَا تَرْتَفِعُ لَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ حَسَنَةٌ، اَلْعَبْدُ الْآبِقُ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى مَوَالِيهِ، وَالْمَرْأَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا حَتَّى يَرْضَى، وَالسَّكْرَانُ حَتَّى يَصْحُوَ" ترجمہ: تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی اور ان کی کوئی نیکی بلند نہیں ہوتی: (1) بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کے پاس لوٹ نہ آئے اور اپنے کو ان کے قابو میں نہ دے دے۔ اور (2) وہ عورت جس کا شوہر اس پر ناراض ہے اور (3) نشہ والا جب تک ہوش میں نہ آئے۔

(شعب الایمان، الاحسان الی الممالیک، جلد11، صفحہ94، مکتبۃ الرشد، الریاض)

اچھی بیوی کی صفات

شرع نے اچھی بیوی کی صفات یہ ارشاد فرمائیں کہ شوہر اگرچہ ظالم ہو بیوی شرعی احکام کی پاسداری کرے، شوہر کے ظلم وستم کے ردِ عمل میں شرعی حدود سے نہ بڑھے۔ ابو داؤد طیالسی کی حدیث پاک ہے ایک عورت نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آکر عرض کیا "مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى امْرَأَتِهِ" شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لَا تَمْنَعُهُ نَفْسَهَا وَإِنْ كَانَتْ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ، وَلَا تُعْطِي مِنْ بَيْتِهِ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنْ فَعَلَتْ ذَلِكَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَيْهَا الْوِزْرُ، وَلَا تَصُومُ تَطَوُّعًا إِلَّا بِإِذْنِهِ،

فَإِنْ فَعَلَتْ أَثِمَتْ، وَلَمْ تُؤْجَرْ، وَأَنْ لَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ مَلَائِكَةُ الْغَضَبِ وَمَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ حَتَّى تَتُوبَ أَوْ تُرَاجِعَ قِيلَ: وَإِنْ كَانَ ظَالِمًا؟ قَالَ: وَإِنْ كَانَ ظَالِمًا" ترجمہ: شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اگرچہ کجاوے پر سوار ہو۔ بغیر اجازت شوہر کے کسی کو کوئی چیز صدقہ نہ کرے اگر ایسا کیا تو شوہر کو ثواب ہے اور بیوی پر وبال ہے۔ نفلی روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے اگر ایسا کیا تو گناہگار ہوئی اور کوئی اجر نہ ملا۔ بغیر شوہر کی اجازت کے گھر سے نہ نکلے اگر ایسا کیا تو ملائکہ رحمت اور ملائکہ غضب اس پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے یا لوٹ آئے۔ عرض کی گئی اگرچہ شوہر ظالم ہو۔ فرمایا: اگرچہ ظالم ہو۔

(مسند أبي داود الطيالسي، عطاء بن أبي رباح عن ابن عمر، جلد3، صفحه 457، دار ہجر، مصر)

اگر بیوی شوہر کے ظلم وستم کو مدنظر رکھ کر شوہر کے حقوق کی پاسداری نہیں کرے گی تو گھر کا امن برقرار نہ رہ پائے گا بلکہ مزید حالات خراب ہوں گے۔ اس لئے شرع نے عورت کو حکم دیا کہ تم شوہر کے حقوق پورے کرتی رہو جیسے اولاد کو ہے کہ والدین اگرچہ اولاد کے حقوق پورے نہ کریں لیکن اولاد والدین کے حقوق بجالائے۔

معجم کبیر طبرانی کی حدیث پاک ہے "عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ أَنْ لَا تَهْجُرَ فِرَاشَهُ، وَأَنْ تَبَرَّ قَسَمَهُ، وَأَنْ تُطِيعَ أَمْرَهُ، وَأَنْ لَا تَخْرُجَ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَأَنْ لَا تُدْخِلَ عَلَيْهِ مَنْ يَكْرَهُ" ترجمہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بچھونے کو نہ چھوڑے (یعنی شوہر کے ساتھ حق زوجیت ختم نہ کرے) اور اسکی قسم کو سچا کرے۔ شوہر کی اطاعت کرے۔ بغیر شوہر کی اجازت کے باہر نہ

جائے اور ایسے شخص کو مکان میں آنے نہ دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔

(المعجم الکبیر، باب التاء، ما أسند تمیم الداری، جلد2، صفحہ52، مکتبة ابن تیمیة، القاہرة)

ابو نعیم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: اے عورتو! خدا سے ڈرو اور شوہر کی رضامندی کی تلاش میں رہو، اس لیے کہ عورت کو اگر معلوم ہوتا کہ شوہر کا کیا حق ہے تو جب تک اس کے پاس کھانا حاضر رہتا یہ کھڑی رہتی۔

نیک بیوی کے فضائل

بیوی پر شوہر کے حقوق لاگو کر کے معاذ اللہ شرع نے عورت کو باندی نہیں بنایا بلکہ عورت کی دنیا و آخرت کو سنوارا ہے۔ نیک بیوی کے فضائل احادیث میں بہ کثرت بیان کئے گئے ہیں۔ ابو نعیم حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَأَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ" ترجمہ: عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عفت کی محافظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

(حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء، الربیع بن صبیح ومنہم ذو العقل الرجیح والعمل النجیح الربیع بن صبیح رضی اللہ تعالی عنہ، جلد6، صفحہ[redacted]، السعادة، مصر)

امام ترمذی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ" ترجمہ: جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا، وہ جنت میں داخل ہو گی۔

(سنن الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، جلد3، صفحہ 457، مصطفی

البابی الحلبی ،مصر)

طبرانی شریف کی حدیث پاک ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا" إِنَّـهُ لَيْـسَ مِنِ امْرَأَةٍ أَطَاعَتْ وَأَدَّتْ حَقَّ زَوْجِهَا، وَتَذْكُرُ حُسْنَهُ وَلَا تَخُونُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ إِلَّا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الشُّهَدَاءِ دَرَجَةً وَاحِدَةً فِي الْجَنَّةِ، فَإِنْ كَانَ زَوْجُهَا مُؤْمِنًا حَسَنَ الْخُلُقِ فَهِيَ زَوْجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَإِلَّا زَوَّجَهَا اللَّهُ مِنَ الشُّهَدَاءِ " ترجمہ: جوعورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیک کام کی یاد دلائے اور اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہیدوں کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا، پھر اس کا شوہر باایمان نیک خو ہے تو جنت میں وہ اس کی بی بی ہے، ورنہ اللہ عزوجل شہدا میں سے کوئی اس کا شوہر بنادے گا۔

(المعجم الکبیر، العالیة بنت سبیع، عن میمونة، جلد24، صفحه16، مکتبة ابن تیمیة ،القاہرة)

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَلَا تَعْصِيهِ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ بِمَا يَكْرَهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی عورت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی طرف نظر کی جائے تو وہ شوہر کو خوش کردے۔ شوہر جو حکم دے اس کی نافرمانی نہ کرے اور عورت اپنے نفس اور مال میں وہ عمل نہ کرے جسے شوہر ناپسند کرتا ہے۔

(شعب الایمان، حقوق الاولاد والاھلین، جلد 11، صفحه173، مکتبة الرشد، ریاض)

اس حدیث میں ایک جملہ کہ" جب شوہر بیوی کی طرف دیکھے تو بیوی شوہر کو خوش کردے" کیسا بہترین ہے۔ زوجین میں محبت پیدا کرنے کا نسخہ یہی ہے کہ شوہر جب تھکا ہوا گھر آئے تو بیوی مسکرا کر ملے کہ شوہر کی تھکن دور ہو جائے وہ تروتازہ ہو جائے، نہ یہ کہ

جب دیکھو منہ بنا کر بیٹھی رہے، جیسے ہی شوہر گھر آئے شکوے شکایتیں لے کر بیٹھ جائے۔

شوہر پر بیوی کے حقوق

یہ چند حدیثیں حقوقِ شوہر کی ذکر کی گئیں عورتوں پر لازم ہے کہ حقوقِ شوہر کا تحفظ کریں اور شوہر کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا وبال اپنے سر نہ لیں کہ اس میں دنیا و آخرت دونوں کی بربادی ہے نہ دنیا میں چین نہ آخرت میں راحت۔

اب بعض وہ احادیث ذکر کی جاتی ہیں کہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے، مردوں پر ضرور ہے کہ ان کا لحاظ کریں اور ان ارشاداتِ عالیہ کی پابندی کریں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ شوہر پر بیوی کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نفقہ سکنی، مہر حسن معاشرت، نیک باتوں اور حیاء وحجاب کی تعلیم وتاکید اور اس کے خلاف سے منع التہدید، ہر جائز بات میں اس کی دل جوئی اور مردانِ خدا کی سنت پر عمل کی توفیق ہو تو ماورائے مناہی شرعیہ میں، اس کی ایذا کا تحمل کمال خیر ہے اگرچہ یہ حق زن نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ372، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے ''عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ'' ترجمہ: حضرت حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم پر بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اسے وہ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، جو پہنتے ہو اسے پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے قبیحہ نہ کہو، اسے نہ

چھوڑو مگر گھر میں۔

(سنن أبی داود، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، جلد 2، صفحہ 244، المکتبة العصریة، بیروت)

بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہیں

آج کل کئی ایسے لوگ خصوصا سیاسی، ویلفیئر اداروں والے اجنبیہ عورتوں کے ساتھ دفاتر میں نوکریاں کرتے ہیں، غیر عورتوں سے بہت اچھے انداز سے ملتے ہیں، بڑے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس طرح کا نرم رویہ عموما بوجہ شہوت ہوتا ہے یا کوئی ذاتی مفاد جیسے ووٹ وغیرہ کے لئے ہوتا ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے کے لئے دو منٹ تو کیا سیدھے منہ بات کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ حالانکہ بہتر شوہر وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہو۔ امام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِلنِّسَاءِ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد 4، صفحہ 191، دار الکتب العلمیة، بیروت)

گھر والوں پر رحم کرنے پر جنت

غیروں پر رحم کرنا اگرچہ بہت بڑی نیکی ہے لیکن گھر والوں پر رحم کرنا زیادہ ضروری ہے اور اس پر زیادہ اجر ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یؤتی الرجل من أمتی یوم القیامة وماله من حسنة ترجی له الجنة، فیقول الرب تعالی: أدخلوه الجنة فإنه کان یرحم

عیالہ" ترجمہ: میری امت میں سے قیامت والے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کے پاس ایسی کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کی بنا پر جنت کی امید کی جاسکے تو اللہ رب العزت ارشاد فرمائے گا اس کو جنت میں داخل کردو! اس لئے کہ یہ اپنے گھر والوں پر رحم کرتا تھا۔

(کنز العمال، کتاب النکاح، الفرع الثالث فی حقوق متفرقة، جلد 16، صفحہ 379، مؤسسة الرسالة، بیروت)

خوشی کے ساتھ گھر میں داخل ہونے پر انعام

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب گھر میں داخل ہوتے ہیں تو گھر والے اس کے خوف سے سہم جاتے ہیں اور ڈر کر رہتے ہیں، ذرا سی بات پر گھر والوں کو ڈانٹ ڈپٹ شروع کردیتے ہیں اور اسے بہت بڑی بہادری سمجھتے ہیں جبکہ یہ کوئی عقلمندی نہیں۔ حسن سلوک کا یہ حال ہونا چاہئے کہ جیسے ہی گھر میں آئے تو والدین، بھائی بہنوں، بیوی، بچوں سمیت سارے گھر والے خوش ہوجائیں اور ان کے چہرے کھل جائیں۔ ایسے اخلاق کے مالک دنیا و آخرت میں کامیاب ہوتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" من أدخل علی أهل بيته سرورا خلق الله من ذلك السرور خلقا يستغفر له إلى يوم القيامة" ترجمہ: جو خوشی کے ساتھ گھر والوں کے پاس داخل ہو، اللہ عزوجل اس کی خوشی سے ایک مخلوق پیدا کرے گا جو قیامت تک اس کے لئے استغفار کرے گی۔

(کنز العمال، کتاب النکاح، الفرع الثالث فی حقوق متفرقة، جلد 16، صفحہ 379، مؤسسة الرسالة، بیروت)

ایک سے زائد بیویاں رکھنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ

عام طور یہ دیکھا سنا جاتا ہے کہ مرد ایک سے زائد بیویاں کرلیتے ہیں اور اس پر

شرع کا حکم سناتے ہیں کہ اسلام میں چار جائز ہیں لیکن صرف اپنے مطلب کی بات پر عمل کرتے ہیں اور شرع نے جو بیویوں کے حقوق بتائے ہیں ان سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔ خاص طور پر اگر دوسری شادی کسی کنواری عورت سے ہو یا اس سے اولاد پیدا ہو جائے تو پہلی بیوی کی بہت زیادہ دور کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ شرعی طور اگر دو بیویاں ہوں اگرچہ دوسری کنواری ہو تو دونوں میں برابری ضروری ہے دونوں کے پاس برابر راتیں گزارے، ان کے نان ونفقہ کو پورا کرے ورنہ دنیا میں بھی پریشان رہے گا اور آخرت میں بھی نقصان ہے۔

سنن ابی داؤد شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت والے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ فالج زدہ ہوگا۔

(سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في القسم بين النساء، جلد 2، صفحه 242، المكتبة العصرية، بيروت)

عورت کے ٹیڑھے پن کو نظر انداز کرنے کی ترغیب

جس طرح شرع نے عورت کو حکم دیا کہ وہ ظالم شوہر کے بھی حقوق پورے کرے، اس کو راضی رکھے کہ اس کے بغیر گھر میں خانہ جنگی ختم نہیں ہو سکتی اسی طرح شرع نے مرد کو ترغیب دی کہ وہ عورت کے فطرتی ٹیڑھے پن کو برداشت کرے ورنہ نوبت طلاق تک چلی جاتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ، وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا، كَسَرْتَهَا

وَ كَسْرُهَا طَلَاقُهَا" ترجمہ: عورت پسلی سے پیدا کی گئی، وہ تیرے لیے کبھی سیدھی نہیں ہو
سکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو تو
دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، جلد 2، صفحہ 1091، دار إحیاء التراث
العربی، بیروت)

جہاں عورت میں ٹیڑھا پن ہوتا ہے وہاں عورت میں خاص خوبیاں بھی ہوتی ہیں
جو مرد کے دل کو بھا لیتی ہیں، اس لئے شوہر کو یہ ذہن دیا گیا کہ تمام عادتیں خراب نہیں ہوں
گی جب اچھی بُری ہر قسم کی باتیں ہوں گی تو مرد کو یہ نہ چاہئے کہ خراب ہی عادت کو دیکھ
رہے بلکہ بُری عادت سے چشم پوشی کرے اور اچھی عادت کی طرف نظر کرے۔ صحیح مسلم میں
ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ
مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ أَوْ قَالَ: غَيْرَهُ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مرد عورت
مومنہ کو مبغوض نہ رکھے، اگر اس کی ایک عادت بُری معلوم ہوتی ہے تو دوسری پسند ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، جلد 2، صفحہ 1091، دار إحیاء التراث
العربی، بیروت)

میاں بیوی ایک دوسرے کی حاجت ہیں

میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں اور انسان لباس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔
زوجین میں شدید سے شدید لڑائی ہو تو صلح ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اسلئے جنگ وجدل میں شدت
کرکے سوائے تماشہ و رسوائی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ خاندان و اہل محلہ میں بدنامی باقی
رہ جاتی ہے اگرچہ لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ،

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ" ترجمہ: عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنی عورت کو نہ مارے جیسے غلام کو مارتا ہے پھر دوسرے وقت اس سے مجامعت کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء، جلد 7، صفحہ 32، دار طوق النجاۃ، مصر)

طلاق اور اس کے متعلق احکام

صحیح مسلم میں ہے "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ" ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا متاع ہے اور دنیا کے بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ، جلد 2، صفحہ 1090، حدیث 1467، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

بعض اوقات صالحہ عورت نہ ملنے کے سبب یا صالح مرد نہ ملنے کے سبب نکاح کو قائم رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے حکم دیا کہ اچھے طریقے سے نکاح کو برقرار رکھو یا اچھے طریقے سے طلاق دے کر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو اس مدت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دو۔

(سورۃ البقرہ، سورت 2، آیت 231)

طلاق کے اسباب

طلاق ایسی شے ہے جسے شرع نے جائز ہونے کے باوجود ناپسند فرمایا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف اور ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَی اللّٰهِ تَعَالَی الطَّلَاقُ" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حلال کاموں میں سے سب سے زیادہ ناپسند عمل اللہ عزوجل کے نزدیک طلاق ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی کراهية الطلاق، جلد 2، صفحه 255، المكتبة العصرية، بيروت)

المقاصد الحسنۃ میں شمس الدین ابو الخیر السخاوی (المتوفی 902ھ) نقل کرتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" تَزَوَّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا، فَإِنَّ الطَّلَاقَ يَهْتَزُّ مِنْهُ الْعَرْشُ" ترجمہ: نکاح کرو اور طلاق نہ دو کہ طلاق سے عرش کانپ جاتا ہے۔

(المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، حرف الهمزة، صفحه 49، دار الكتاب العربي، بيروت)

طلاق کے مختلف اسباب ہیں جو شادی کی مدت کے ساتھ ساتھ مختلف ہوتے ہیں جیسے شادی کے چند ماہ بعد ہی طلاق کا اکثر سبب عورت کا کردار صحیح نہ ہونا یا شوہر کا نامرد ہونا ہے۔ دو تین سال کے اندر طلاق ہونا ذہنی ہم آہنگی نہ ہونا ہے۔ چار پانچ سال کے اندر طلاق ہونا گھریلو ناچاقیوں سے تنگ آنے کی وجہ سے ہے، پندرہ بیس سال بعد طلاق ہونا عموماً غصے میں نا چاہتے ہوئے طلاق دینا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ غصے میں بھی طلاق ہوجاتی ہے بلکہ طلاق تو ہوتی ہی غصے میں ہے پیار سے تو کوئی بھی طلاق نہیں دیتا۔

طلاق کے چند اسباب پیش خدمت ہیں:

(1) دینی علم نہ ہونا: میاں بیوی کو جب ایک دوسرے کے حقوق معلوم نہیں ہوں گے تو وہ حقوق کیسے ادا کر پائیں گے اور ایک دوسرے کے حقوق پورے نہ کرنے کے سبب طلاق کی نوبت آتی ہے۔ پھر اگر کسی کو اپنے مطلب کا شرعی مسئلہ پتہ ہو تو وہ اس مسئلہ کو لے کر دوسرے پر طعن شروع کر دیتا ہے، خصوصاً اگر دوسرا دینی ذہن رکھنے والا ہو جیسے شوہر نے یہ حدیث پاک سنی یا پڑھی "لَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الزَّوْجَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا" ترجمہ: اگر آدمی کا آدمی کے لیے سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس حدیث کو لے کر شوہر اپنے گریبان میں نہیں جھانکے گا بلکہ عورت پر طعن کرتا رہے گا، اور اگر عورت دیندار ہو گی تو اسے ذرا ذرا سی بات پر بے موقع یہ حدیث پڑھ کر اس کی عبادت کو کوستا رہے گا کہ تیری نمازوں کا کیا فائدہ، تجھے شوہر کے حقوق کا پتہ نہیں! کبھی شوہر کہے گا میں تیرا مجازی خدا ہوں وغیرہ۔

اسی طرح بیوی کو اگر کوئی مسئلہ پتہ چل جائے تو وہ اسے لے کر شوہر پر چڑھ دوڑتی ہے جیسے آج کل میڈیا کے بعض دیندار لوگوں نے عورتوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے یہ مسئلہ عام کر دیا ہے کہ عورت پر ساس کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔ اب کئی عورتیں اس ایک مسئلہ کو لے کر گھر کا امن ختم کر دیتی ہیں اور ساس کی خدمت نہیں کرتیں، پھر خاوند دیندار ہو تو اسے یہ مسئلہ بتا دیتی ہیں کہ ساس کی خدمت مجھ پر فرض نہیں ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ اپنی جگہ صحیح ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساس کی خدمت کرنا ناجائز ہے، یہ ضروری نہیں کہ بیوی صرف وہی کام کرے جو اس پر فرض وواجب ہے ورنہ شوہر پر واجب نہیں کہ بیوی کا بیماری کی صورت میں علاج کروائے۔

(2) اولاد نہ ہونا: اولاد نہ ہونے کے سبب کافی حد تک طلاق وجود میں آتی ہے یا جو عورت لڑکیاں پیدا کرتی ہو اسے اسی وجہ سے طلاق دی جاتی ہے جبکہ یہ دونوں صورتیں شرعی عذر نہیں ہیں۔

(3) عدم برداشت ہونا: آج کل عدم برداشت عام ہے، ذرا سی بات پر صبر وتحمل کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔ یہی صورت میاں بیوی میں ہے کہ ایک دوسرے کی غلطیوں کو برداشت نہیں کیا جاتا بلکہ طعن وطنز کر کے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا جاتا ہے اور نوبت یہاں تک آجاتی ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا جاتا۔

اس جلتی پر تیل چھڑکنے والے مرد وعورت کے اپنے گھر والے بھی ہوتے ہیں۔ مرد اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے اپنی بیوی کی خامیاں بیان کرتا ہے اور عورت اپنے گھر والوں سے۔ گھر والے بجائے افہام وتفہیم کے اپنے عزیز کو مظلوم سمجھتے ہوئے غصہ میں آجاتے ہیں اور شہہ دیتے ہیں کہ تم نے یہ کہنا تھا تو وہ کہنا تھا، خاموش کیوں ہو گئے، آئندہ یہ کرنا، کھینچ کر رکھو وغیرہ۔ ان ٹوٹکوں پر جب میاں بیوی عمل پیرا ہوتے ہیں تو اپنا گھر خراب کر لیتے ہیں۔ ماں خود اپنے ہاتھوں بیٹی کا گھر اجاڑ دیتی ہے اور پھر یا تو خود بیٹی کو گھر بٹھا کر ذلیل کرتی ہے یا پچھتاتی ہے اور وہ ساری اکڑ خاک میں مل جاتی ہے۔

میاں بیوی کو چاہئے کہ اپنے معاملات کو لوگوں میں بیان نہ کریں کہ لوگ ان کو حل نہیں کر سکتے جب تک میاں بیوی ہی حل کرنے والے نہ ہوں۔ لوگوں کو بھی چاہئے کہ میاں بیوی کو مزید لڑانے پر تیار نہ کریں بلکہ برداشت کرنے کی ترغیب دیں۔

(4) عورت کے خواب پورے نہ ہونا: مردوں کی بہ نسبت عورتیں اپنے آئیڈیل کے بارے میں بہت سوچتی ہیں کہ ان کا شوہر ایسا ہو، گھر بار ایسا ہو وغیرہ، لیکن جب حقیقت

حال اس کے برعکس ہوتی ہے تو عورت اسے برداشت نہیں کر پاتی اور شوہر کے حقوق پورے نہیں کرتی اور نتیجہ طلاق ہوتا ہے۔ یہ صورت زیادہ تر لو میرج میں ہوتی ہے کہ پہلے مجازی عشق میں عورت اندھی ہوتی ہے والدین کی عزت کی بھی پرواہ نہیں کرتی لیکن جب عشق کا بھوت اترتا ہے اور حقیقی دنیا میں آتے ہیں تو وہی شخص جو بہت اچھے لباس وصورت میں ہوتا ہے وہی جب شادی کے بعد نارمل حالت میں آتا ہے اور کوئی کام کاج کرنے والا نہیں ہوتا تو عورت کے خواب ٹوٹ جاتے ہیں۔

(5) عورت کا اپنے میکے کو ترجیح دینا: بعض عورتوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے سسرال کو اہمیت نہیں دیتیں بلکہ اپنے میکے والوں کو زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ والدین پر حد سے زیادہ مان رکھتی ہیں۔ بات بات پر ان کی جھوٹی تعریفیں کرتی ہیں۔ ایسی صورتحال میں سسرال والے عورت کے میکے سے چڑ کھانا شروع ہو جاتے ہیں اور طنز کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور گھر میں امن نہیں رہتا۔ عورت ذرا ذرا سی بات پر میکے جا بیٹھتی ہے اور آخر کار طلاق لے کر میکے میں بیٹھ کر ساری زندگی مفت کی نوکرانی بن جاتی ہے یا میکے والوں کے لئے سر درد بن جاتی ہے۔ والدین کے مرنے کے بعد بھائیوں اور بھابیوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتی ہے، اب اسے پچھتاوا ہوتا ہے لیکن وہ اپنے ساتھ ساتھ شوہر اور بچوں کا بھی مستقبل تباہ کر چکی ہوتی ہے۔

عورت اگر اپنے سسرال کو اپنا گھر سمجھے اور شوہر کی اطاعت کرے تو یہ عورت کے ساتھ ساتھ عورت کے والدین کے لئے بھی بہتر ہے۔ مسند الحارث میں ہے "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا غَزَا وَامْرَأَتُهُ فِي عُلُوٍّ وَأَبُوهَا فِي السُّفْلِ وَأَمَرَهَا أَنْ لَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا فَاشْتَكَى أَبُوهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ

وَاسْتَأْذَنَتْهُ،فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا:أَنِ اتَّقِي اللّٰهَ وَأَطِيعِي زَوْجَكِ،ثُمَّ إِنَّ أَبَاهَا مَاتَ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْتَأْذِنُهُ وَأَخْبَرَتْهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا:أَنِ اتَّقِي اللّٰهَ وَأَطِيعِي زَوْجَكِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،فَصَلَّى عَلَى أَبِيهَا،فَقَالَ لَهَا:إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لِأَبِيكِ بِطَوَاعِيَتِكِ لِزَوْجِكِ" ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک صحابی جہاد کے لیے گئے اور اپنی بیوی کو اوپر والی منزل میں چھوڑ گئے اور بیوی کے والد کو نیچے والی منزل میں ۔ بیوی کو حکم دیا کہ تم گھر سے نہ نکلنا۔اس عورت کا والد بیمار ہوا تو عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گھر سے نکلنے کی اجازت مانگی تو آپ علیہ السلام نے عورت کو حکم دیا کہ اللہ عزوجل سے ڈرو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرو۔ پھر اس عورت کا والد مر گیا تو اس نے پھر گھر سے نکلنے کی اجازت مانگی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل سے ڈرو اور شوہر کی اطاعت کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس کے والد کی نماز جنازہ پڑھی اور عورت سے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تیرے والد کی مغفرت فرمائی تیری شوہر کی اطاعت کی وجہ سے۔

(مسند الحارث، كتاب النكاح،باب في حق الزوج على المرأة،جلد 1،صفحه 551، مركز خدمة السنة والسيرة النبوية ،المدينة المنورة)

جو عورت اپنے سسرال کی عزت نہیں رہنے دیتی اس عورت کی اپنے میکے میں بھی عزت نہیں رہتی میکے والے نہ داماد کی عزت کرتے ہیں اور نہ ہی داماد کے گھر والوں کی اور پھر میکے میں موجود بھائیوں کی بیویاں بھی عورت کو حقیر جانتی ہیں اور اس کی عزت نہیں کرتیں۔ جب بچے جوان ہو جاتے ہیں اور ان کا باہم رشتے بھی اسی وجہ سے نہیں ہو پاتے کہ ایک دوسرے سے نفرت ہوتی ہے۔

سمجھدار عورت وہ نہیں جو اپنے شوہر کو اپنا خادم و حقیر بنا کر ایک خادم کی بیوی بن

کرر ہے بلکہ سمجھدار عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کو بادشاہ بنا کر اس کی رانی بن کر رہے۔ اپنی تنگ دستی اور فقر وفاقہ کو رشتہ داروں میں عام نہ کرے کہ اس طرح رونے سے نہ تو رزق میں زیادتی ہوتی ہے اور نہ رشتہ دار مال ودولت دیتے ہیں بلکہ اپنی عزت جاتی رہتی ہے اور رشتہ دار اسے کمتر سمجھتے ہیں۔

(6) **عورت کا ملازمت کرنا:** عورت کا ملازمت کرنا بھی بعض اوقات گھر کے نظام کو خراب کر دیتا ہے، عورت ملازمت میں وقت دینے کے سبب جب بچوں کی صحیح پرورش نہیں کر پاتی، شوہر اور اس کے گھر والوں کے حقوق پورے نہیں کر پاتی تو آہستہ آہستہ گھر کا امن خراب ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہوتا ہے تو عورت آگے ہی شوہر کے رحم وکرم پر نہیں ہوتی اسے یہ مان ہوتا ہے کہ میں خود کمانے والی ہوں اگر مجھے طلاق بھی ہوگئی تو میں زندگی گزار لوں گی۔

(7) **عورت کا زیادہ دنیاوی تعلیم پڑھے ہونا:** بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ پڑھنے لکھنے کا شاید یہی مقصد ہے کہ کوئی نوکری کی جائے، جب عورت نے اعلیٰ تعلیم خصوصا ڈاکٹری یا وکالت کی ڈگری حاصل کی ہو تو وہ نوکری پر بضد ہوتی ہے، اگر لڑکا اور اس کے گھر والے اس کی اجازت نہ دیں تو نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ عورت کا پڑھے لکھے ہونا اس کے لئے، اس کے بچوں کے لئے بہت فائدہ مند ہوتا ہے، کمائی کرنا اتنا آسان نہیں جتنا عورتیں سمجھتی ہیں، مردوں سے پوچھ کر دیکھو کہ کمائی کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ شریعت نے عورت کو گھر کے کام کاج کی ذمہ داری دی ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں ایک دن مرد کو گھر کا کام کرنا پڑے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔

(8) **شوہر اور اس کے گھر والوں کا ظالم ہونا:** شوہر اگر ظالم ہو یا اس کے گھر والے

ظالم ہوں تو یہ طلاق کا بہت بڑا سبب ہے۔ساس بہو کو نوکرانی سمجھتی ہیں لیکن اپنی بیٹی کے بارے میں یہ گمان رکھتی ہے کہ وہ اپنے سسرال میں شہزادی کی طرح رہے۔

(9) مرد کا عورت کا نان ونفقہ پورا نہ کرنا: طلاق کی ایک بہت بڑی وجہ مرد کا عورت کا نان ونفقہ پورا نہ کرنا ہے۔

(10) مرد کا نشے کا عادی ہونا: نشہ ایسی قبیح عادت ہے جس سے جہاں کاروبار و صحت تباہ و برباد ہوتی ہے وہاں ہی گھر کے حالات خراب ہوتے ہیں اور بیوی تنگ آکر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔

اللہ عزوجل کے نزدیک ناپسندیدہ عمل

طلاق دینا کوئی لعنتی یا حرام فعل نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ یہ جائز فعل ہے اگرچہ بلاوجہ شرعی طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔حدیث میں ہے"أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰہِ تَعَالَى الطَّلَاقُ"ترجمہ: حلال چیزوں میں سے طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الطلاق، فی کراہیۃ الطلاق، جلد2، صفحہ255، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

طلاق کے مباح، مستحب اور واجب ہونے کی صورتیں

اگر وجہ شرعی ہو تو طلاق دینا مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب مثلاً عورت شوہر کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے، عورت کا کردار ٹھیک نہیں ہے، تو ایسی عورت کو طلاق دینا مستحب ہے۔اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے، شوہر پر

واجب ہے کہ عورت کو طلاق دے تا کہ وہ کسی اور سے نکاح کر کے حلال طریقے سے اپنی خواہش پوری کر سکے۔

اسی طرح عورت اگر نافرمان ہے اور شوہر کے والدین کو ایذا دیتی ہے، والدین اس سے تنگ آکر بیٹے سے کہتے ہیں کہ اس عورت کو طلاق دیدو تو مرد پر طلاق دینا واجب ہے۔ اگر عورت والدین کو ایذا نہیں دیتی اور والدین بلاوجہ طلاق دینے کا کہتے ہیں تو بیٹے پر طلاق دینا واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی مستحب ہے کہ والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دیدے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ تُعْجِبُنِي وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِي: طَلِّقْهَا فَأَبَيْتُ فَأَتَى عُمَرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ امْرَأَةً قَدْ كَرِهْتُهَا فَأَمَرْتُهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَأَبَى فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ طَلِّقِ امْرَأَتَكَ وَأَطِعْ أَبَاكَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَطَلَّقْتُهَا" ترجمہ: حضرت حمزہ بن عبد اللہ بن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا) میری ایک بیوی تھی جسے میں پسند کرتا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابن عمر کی ایک بیوی ہے جسے میں ناپسند کرتا ہوں اور میں نے اسے حکم دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو لیکن اس نے انکار کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا: اے عبد اللہ بن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور اپنے والد کی اطاعت کرو۔ حضرت عبد اللہ بن

عمر نے فرمایا: میں نے اسے طلاق دے دی۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحه169، دار الكتب العلمية، بيروت)

موجودہ دور میں شوہر جب تنگ آ کر طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ بغیر سوچے سمجھے بغیر کسی عالم سے شرعی رہنمائی لئے غصے میں فوراً اکٹھی تین طلاقیں زبانی یا تحریری دے دیتا ہے اور بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو پھر ادھر ادھر بھاگتا ہے کہ کہیں سے میرے مطلب کا فتویٰ مل جائے، پھر آج کل جاہل مولویوں، اشٹام فروشوں، وکلاء، یونین کونسل والوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے جو شرعی مسائل سے جاہل ہو کر تین طلاقوں کے باوجود میاں بیوی میں صلح کروا دیتے ہیں اور اسے بہت بڑا نیکی کا کام سمجھتے ہیں معاذ اللہ عزوجل۔ جاہل مولوی یہ کہتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو ایک ہوتی ہے، کوئی کہتا ہے ساٹھ بندوں کا کھانا کھلا دو، کوئی کہتا ہے حمل میں طلاق نہیں ہوتی، کوئی کہتا ہے کہ غصے میں طلاق نہیں ہوتی، کوئی کہتا ہے عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو طلاق نہیں ہوتی، کوئی کہتا ہے عورت سنے نہ یا عورت طلاق قبول نہ کرے تو طلاق نہیں ہوتی، اسی طرح کی خود ساختہ باتیں مشہور ہیں جو شرعاً باطل و غلط ہیں۔ وکلاء یہ کہتے ہیں کہ اکٹھی تین تو کیا سو طلاقیں دے دو نوے دن کے اندر رجوع کر سکتے ہو یہ صریح جہالت ہے۔ یونین کونسل والے ان سب سے دو ہاتھ آگے ہیں وہ کہتے ہیں چاہے ہزار طلاقیں دی ہوں اور کئی سال گزر جائیں جب تک ہم نافذ نہیں کریں گے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اسی طرح پنچائیتوں یا خاندان کے بڑے مل کر تین طلاقوں کے باوجود میاں بیوی میں صلح کروا دیتے ہیں اور ایسے گناہ میں شامل ہو جاتے ہیں جن کا گناہ انہیں لگاتار ملتا رہے گا۔ ان سب حضرات کو چاہئے کہ خدا کا خوف کریں، کسی غیر کے لئے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"مِنْ أَسْوَأُ النَّاسِ مَنْزِلَةً، مَنْ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ" ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کرے۔

(شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل، جلد5، صفحہ358، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

طلاق کی تین قسمیں

طلاق کی تین قسمیں ہیں: (1) حسن (2) اَحسن (3) بدعی۔ ان تینوں کی تفصیل یوں ہے:

(1) جس طہر میں وطی نہ کی ہو یعنی عورت مخصوص ایام سے پاک ہو تو شوہر صحبت کئے بغیر اُس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدّت (تین ماہواریاں) گزر جائیں، یہ احسن طلاق ہے۔

(2) طلاق حسن وہ ہے جس میں ہر ماہ ایک طلاق دی جائے یوں تین مہینوں میں تین طلاقیں دی جائیں۔ بشرطیکہ نہ ان طہروں میں وطی کی ہو نہ حیض میں یا تین مہینے میں تین طلاقیں اُس عورت کو دیں جسے حیض نہیں آتا مثلاً نابالغہ یا حمل والی ہے یا ایاس کی عمر (یعنی بوڑھی عورت جسے حیض آنا بند ہو جائے) کو پہنچ گئی، غیر موطوء ہ (جس عورت سے نکاح کے بعد صحبت نہ کی ہو) کو طلاق دی اگرچہ حیض کے دنوں میں دی ہو۔ تو یہ سب صورتیں طلاق حسن کی ہیں۔ حمل والی یا سنِ ایاس والی کو وطی کے بعد طلاق دینے میں کراہت نہیں۔

(3) بدعی طلاق یہ کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاق دیدے، تین دفعہ میں یا دو دفعہ یا ایک ہی دفعہ میں خواہ تین بار لفظ کہے یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں یا ایک ہی طلاق دی مگر اُس طہر میں وطی کر چکا ہے یا موطوء ہ کو حیض میں طلاق دی یا طہر ہی میں طلاق

دی مگر اُس سے پہلے جو حیض آیا تھا اُس میں وطی کی تھی یا اُس حیض میں طلاق دی تھی یا یہ سب باتیں نہیں مگر طہر میں طلاق بائن دی۔

اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہو جاتی ہیں

یہ یاد رہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا بدعی ناجائز و گناہ ہے لیکن تینوں نافذ ہو جاتی ہیں۔ سنن دار قطنی کی حدیث پاک ہے "عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: طَلَّقَ بَعْضُ آبَائِي اِمْرَأَتَهُ أَلْفًا فَانْطَلَقَ بَنُوهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَانَا طَلَّقَ أُمَّنَا أَلْفًا فَهَلْ لَهُ مِنْ مَخْرَجٍ؟ فَقَالَ: إِنَّ أَبَاكُمْ لَمْ يَتَّقِ اللّٰهَ فَيَجْعَلَ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ مَخْرَجًا، بَانَتْ مِنْهُ بِثَلَاثٍ عَلَى غَيْرِ السُّنَّةِ، وَتِسْعُمِائَةٍ وَسَبْعَةٌ وَتِسْعُونَ إِثْمٌ فِي عُنُقِهِ" ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبید اللہ بن عبادہ بن صامت اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میرے بعض آباؤ اجداد میں سے کسی نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں۔ اسکے بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ہزار طلاقیں دی ہیں اس کے لئے اس سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا تو اللہ عزوجل اپنے حکم سے اس کے لئے نکلنے کی کیا صورت پیدا کرے؟ اس کی بیوی تین طلاقوں کے ساتھ اس سے علیحدہ ہو گئی خلاف سنت طریقہ پر اور باقی نوسو ستانوے طلاقوں کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الطلاق والخلع والایلاء وغیرہ، جلد 5، صفحہ 36، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس کے علاوہ کثیر صحیح احادیث سے اکٹھی تین طلاقیں دی ہوئی نافذ ہونے کا

ثبوت ہے۔ چاروں ائمہ کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام حنبل و دیگر فقہائے کرام و محدثین کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہو جاتی ہیں۔ فقہائے کرام نے فرمایا جو یہ کہے کہ تین دینے سے ایک ہوتی ہے وہ گمراہ ہے۔ شرح ابن بطال میں رفاعہ والی حدیث کے تحت ہے "اتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع طلاق الثلاث في كلمة واحدة، فإن ذلك عندهم مخالف للسنة، وهو قول جمهور السلف، والخلاف في ذلك شذوذ، وإنما تعلق به أهل البدع" ترجمہ: ائمہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ تین اکٹھی طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہی نافذ ہو جاتی ہیں اگرچہ اکٹھی تین طلاقیں دینا خلافِ سنت ہے اور یہ جمہور علماء سلف کا قول ہے۔ اس کا خلاف اسلاف کے مخالف ہے اور شاذ ہے اور ایسا کہنے والے گمراہ ہیں۔

(شرح ابن بطال، باب من أجاز طلاق الثلاث، جلد7، صفحہ390، مكتبة الرشد، الرياض)

بیوی کو اگر معلوم ہے کہ شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں تو ہرگز اس کے ساتھ نہ رہے، جس طرح سے بھی ہو سکے اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔

کورٹ کی طلاق

آج کل یہ بھی رواج ہو گیا ہے کہ عورت شوہر سے طلاق لینے کی بجائے کورٹ سے خلع لے لیتی ہے۔ شرعی طور پر عورت کا بغیر وجہ سے طلاق کا مطالبہ کرنا ہی ناجائز ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ" ترجمہ: خلع طلب کرنے والی عورتیں منافقہ ہیں۔

(جامع ترمذی، ابواب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، جلد3، صفحہ 484، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَیُّمَا امْرَأَةٍ اِخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا مِنْ

غَیْرِ بَـأْسٍ لَـمْ تَـرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ" ترجمہ: جو عورت بغیر کسی وجہ کے شوہر سے خلع لے وہ عورت جنت کی خوشبو نہ پائے گی۔

(جامع ترمذی، ابواب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، جلد 3، صفحہ 484، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اگر واقعی عورت مظلوم ہے اور اب اس کا شوہر کے ساتھ رہنا مشکل ہو گیا ہے تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ شوہر سے خلع لے لے۔ لیکن شریعت نے یہ ہرگز اجازت نہیں دی کہ شوہر کی بجائے کورٹ یا کوئی یونین کونسل یا کوئی پنچائیت خلع دے۔ شوہر کے علاوہ کسی اور کے طلاق یا خلع دینے سے طلاق و خلع واقع نہیں ہوتا کہ طلاق کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جب تک شوہر طلاق نہیں دے گا، طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ یعنی نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے۔

(سورۃ البقرۃ، سورت 2، آیت 237)

سنن ابن ماجہ میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث پاک مروی ہے کہ ایک غلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے آقا نے میرا نکاح اپنی کنیز کے ساتھ کر دیا ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ ہم دونوں میں جدائی ڈال دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا "یَا أَیُّهَا النَّاسُ، مَا بَالُ أَحَدِكُمْ یُزَوِّجُ عَبْدَهُ أَمَتَهُ، ثُمَّ یُرِیدُ أَنْ یُفَرِّقَ بَیْنَهُمَا، إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ" ترجمہ: اے لوگو! تم میں سے اس کو کیا ہو گیا ہے جو پہلے اپنے غلام کا نکاح اپنی کنیز سے کر دیتا ہے پھر جدائی ڈالنا چاہتا ہے حالانکہ طلاق تو وہی دے سکتا ہے جس نے جماع کیا (یعنی جو صحبت اور ہمبستری کا حقدار ہے وہی طلاق کا حق رکھتا

ہے)۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق العبد، جلد1، صفحہ672، دار إحیاء الکتب العربیۃ)

طلاق کی طرح کورٹ نکاح بھی فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''موجودہ زمانہ کی نام نہاد عدالت منصفی سے نکاح فسخ کرانا بہر صورت بے کار ہے کہ یہ دار القضاء شرعی نہیں اور نہ یہ حاکم شرع، لہٰذا ان کے فسخ کرنے سے نکاح ہرگز فسخ نہ ہوگا۔'' (فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ677، شبیر برادرز، لاہور)

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کا شوہر ظالم ہو اور عورت کے حقوق بھی پورے نہ کرے اور اسے طلاق بھی نہ دے تو عورت کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کورٹ ایسی صورت میں خود طلاق نہ دے بلکہ شوہر پر زور ڈالے کہ وہ طلاق دے جیسے زید کا قرض بکر پر ہے اور بکر قرض دیتا نہیں، زید نے کورٹ کی طرف رجوع کیا تو کورٹ کبھی بھی اپنے پلے سے زید کو قرض نہیں دے گا بلکہ بکر سے زبردستی قرض نکلوائے گا، اسی طرح طلاق کا مسئلہ سمجھ لیا جائے کہ کورٹ کو شرعا اجازت نہیں وہ خود طلاق دے۔

خلع کا مسئلہ قرآن وحدیث میں بالکل واضح ہے کہ شوہر اپنی خوشی سے بیوی کو اس کا مہر لے کر طلاق دے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے ''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً'' ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ نے حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت بن قیس کے اخلاق و دین کی نسبت مجھے کچھ کلام نہیں (یعنی اُن کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور دیندار بھی ہیں) مگر اسلام میں کفران نعمت کو میں پسند نہیں کرتی۔ ارشار فرمایا اُس کا باغ (جو مہر میں تجھ کو دیا ہے) تو واپس کر دیگی؟ عرض کی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا باغ لے لو اور طلاق دیدو۔

(صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع و کیف الطلاق فیہ، جلد7، صفحہ46، دار طوق النجاۃ)

دیکھیں اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہستی نے شوہر سے طلاق دلوائی، جس سے واضح ہو گیا کہ خلع میں شوہر کی رضامندی ضروری ہے۔ اس حدیث کی شرح میں صاحب فیض القدیر لکھتے ہیں "فدل أن مذهبه لا يفرقان إلا برضا الزوج، قالوا والأصل المجتمع عليه أن الطلاق بيد الزوج أو بيد من جعل ذلك إليه" یعنی یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی تیسرا شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق نہیں کر سکتا جب تک شوہر رضامند نہ ہو۔ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے یا شوہر جسے طلاق کا وکیل بنا دے۔

(فیض القدیر، جلد7، حدیث13، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "لا الہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دیئے طلاق تحصیلدار کے دیئے نہیں ہو سکتی۔۔۔ دوسری جگہ نکاح کرے گی تو حرام قطعی اور زنا ہو گا۔" (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ476، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی فیض الرسول میں ہے: "کچہری سے طلاق لینا بے کار ہے، عندالشرع ہرگز معتبر نہیں کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کچہری کو۔۔۔۔ جو لوگ اس میں کسی طرح حصہ لینے والے ہیں سب علانیہ توبہ استغفار کریں۔"

(فتاوی فیض الرسول، جلد2، صفحہ132، شبیر برادرز، لاہور)

عصر حاضر میں مسئلہ طلاق کے متعلق جہالتیں

جس طرح زبانی طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح تحریری طور پر بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تحریری طلاق اس وقت ہوتی ہے جب عورت طلاق نامہ وصول کر لے جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر شوہر نے خود تحریر لکھی یا کسی اشٹام فروش سے لکھوا کر اس پر دستخط کر دیئے تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی اگرچہ بعد میں پیپر پھاڑ بھی دے۔ اس لئے زبان کی طرح تحریری طلاق میں بھی احتیاط برتی جائے اور سوچ سمجھ کر کسی عالم دین سے مشورہ کر کے یہ عمل کیا جائے۔

نوٹس طلاق

اگر عورت کو طلاق نہیں دینی فقط ڈرانا دھمکانا ہے تو اشٹام فروش سے یہ تحریر لکھوائی جائے۔ یہاں فرضی طور پر شوہر کا نام زید اور زوجہ کا نام ہندہ تحریر کیا جاتا ہے۔

میں مسمی محمد زید ولد بکر قوم راجپوت سکنہ مکان نمبر 1، گلی نمبر 2، برکت پورہ لاہور کا رہائشی ہوں۔ من مقر بقائمی ہوش وحواس و درستی و ثبات بلا جبر و اکراہ غیر برضا مندی خود اقرار کرتا ہوں کہ من مقر کی شادی ہمراہ ہندہ بنت عمرو قوم ملک سکنہ مکان نمبر 3، گلی نمبر 4، مغل پورہ لاہور سے مورخہ 07-04-2014 کو انجام پائی اور حق مہر 5 تولے طلائی زیور جن کی مالیت 2,65,000 روپے بنتی ہے طے پایا۔ یہ کہ اس شادی کے نتیجہ میں فریقین کے ہاں ایک بیٹا عبداللہ بعمر 1 سال پیدا ہوا جو کہ والدہ کے پاس ہے۔ فریقین کے درمیان ذہنی ہم آہنگی کا شدید فقدان ہے اور اکثر ہمارے درمیان لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ کافی کوشش کے باوجود ذہنی ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکی۔ من مقر اپنی آخری کوشش کرتے ہوئے منکوحہ ہندہ

بنت عمرو کو مورخہ 2015-04-07 کو یہ نوٹس بھیج رہا ہے کہ ہم باہم اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے آخری کوشش کریں۔ اس نوٹس کے بعد بھی منکوحہ اگر صلح کے لئے راضی نہ ہوئی اور منکوحہ کے گھر والے اسے نہ بھیجیں تو من مقر طلاق کا حق استعمال کرتے ہوئے منکوحہ کو طلاق دیدے گا۔

العبد

محمد زید ولد بکر

فون نمبر 0322-1234567

1 گواہ شد	2 گواہ شد
محمد علی ولد محمد حسین	احمد رضا ولد غلام محمد
فون نمبر 0322-1234567	فون نمبر 0322-1234567

یاد رہے کہ اس مذکورہ تحریر والے نوٹس سے کوئی طلاق نہیں ہوگی، آج کل جو اشٹام فروش طلاق کا نوٹس لکھتے ہیں اور اس میں تین طلاقیں لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ صرف ڈرایا جا رہا ہے طلاق نہیں ہوتی، یہ بالکل غلط ہے۔ اگر طلاق میں ماضی یا حاضر کے صیغے استعمال کئے جائیں تو طلاق ہو جاتی ہے اگرچہ ڈرانا مقصود ہو جیسے یہ کہا جائے کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی یا یہ کہے زید ہندہ کو طلاق دیتا ہے تو طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر مستقبل کے الفاظ ہوں جیسے زید ہندہ کو طلاق دے دیدے گا، تو اس سے طلاق نہیں ہوتی کہ یہ مستقبل کا ارادہ ہے۔

اوپر جو نوٹس طلاق لکھا گیا ہے اس کے شروع میں تو مضمون آپ اپنے نام و پتہ اور حالات و واقعات تو تبدیل کر سکتے ہیں جبکہ ان میں کوئی جھوٹ نہ ہو، البتہ آخری جملے بالکل اسی طرح لکھوائے جائیں۔ اس نوٹس کے بعد کسی کو یہ نہ کہے جائے کہ میں نے اپنی

بیوی کو طلاق دے دی ہے کہ طلاق کی جھوٹی خبر دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ بس اتنا کہا جائے کہ میں نے طلاق کا نوٹس بھیج دیا ہے۔

طلاق نامہ

اگر طلاق کے نوٹس کے بعد بھی کوئی مسئلہ حل نہ ہو اور طلاق ہی دینی پڑے تو بغیر زبان سے طلاق کہے فقط ایک تحریری طلاق دی جائے۔ اشٹام فروش سے صراحۃً کہیں کہ صرف ایک طلاق لکھ دو۔ آج کل اشٹام فروش انتہائی جاہل ہیں شریعت کے مسائل میں زبان درازی کرتے ہیں، وہ آپ کو لاکھ کہیں کہ اکٹھی تین دینے سے بھی ایک ہوتی ہے، نوے دن کے اندر رجوع ہو سکتا ہے، یہ طلاق نامہ نہیں بلکہ طلاق کا نوٹس ہے وغیرہ، ان کی ایک نہ مانیں اور ایک طلاق لکھنے کا کہیں اور اس میں یہ تحریر لکھوائیں:

طلاق نامہ

میں مسمی محمد زید ولد بکر قوم راجپوت سکنہ مکان نمبر 1، گلی نمبر 2، برکت پورہ لاہور کا رہائشی ہوں۔ من مقر بقائمی ہوش وحواس و درستی وثبات بلا جبر و اکراہِ غیر برضا مندی خود اقرار کرتا ہوں کہ من مقر کی شادی ہمراہ ہندہ بنت عمرو قوم ملک سکنہ مکان نمبر 3، گلی نمبر 4، مغل پورہ لاہور سے مورخہ 07-04-2014 کو انجام پائی اور حق مہر 5 تولے طلائی زیور جن کی مالیت 2,65,000 روپے بنتی ہے طے پایا۔ یہ کہ اس شادی کے نتیجہ میں فریقین کے ہاں ایک بیٹا عبداللہ بعمر 1 سال پیدا ہوا جو کہ والدہ کے پاس ہے۔ فریقین کے درمیان ذہنی ہم آہنگی کا شدید فقدان ہے اور اکثر ہمارے درمیان لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ کافی کوشش کے باوجود ذہنی ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکی۔ فریقین کا آپس میں رشتہ ازدواج کا قائم رکھنا حدود اللہ میں رہنا انتہائی مشکل ہو چکا ہے۔ لہٰذا من مقر اپنی منکوحہ (زوجہ کا نام اور ولدیت) کو

(مورخہ تاریخ درج کریں) روبرو گواہان طلاق دیتا ہوں۔ لہٰذا اب منکوحہ عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کرلے مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

العبد

محمد زید ولد بکر

فون نمبر 0322-1234567

1 گواہ شد	2 گواہ شد
محمد علی ولد محمد حسین	احمد رضا ولد غلام محمد
فون نمبر 0322-1234567	فون نمبر 0322-1234567

یہ طلاق نامہ بیوی کو بھیج دیں۔ اس تحریر میں تبدیلی نہ کریں کہ الفاظ کے ردوبدل سے شرعی حکم میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اشٹام فروش لاکھ کہے کہ یوں لکھوالیں کچھ نہیں ہوگا ان کی باتوں میں نہ آئیے گا۔ فقط نام و پتہ اور حالات واقعات جن میں سچائی ہو وہ تبدیل کرواسکتے ہیں بقیہ آخری جملے تبدیل نہ کیے جائیں کہ ہوسکتا ہے حکم بدل جائے۔ بہتر یہ ہے کہ اشٹام پیپر پر دستخط کرتے وقت ایک مرتبہ کسی مستند سنی مفتی کو پڑھا دیں۔

طلاق نامہ پر دستخط کرتے ہی عورت کی عدت (تین ماہواریاں) شروع ہوجائے گی اگرچہ عورت تک طلاق نامہ نہ پہنچا ہو۔ عدت کے درمیان رجوع کرنا چاہیں تو بغیر نکاح وحلالہ رجوع کرسکتے ہیں کہ ابھی صرف ایک طلاق رجعی دی ہے۔ رجوع یوں ہوگا کہ عورت کو کہے میں نے تجھ سے رجوع کیا۔ بہتر ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں رجوع کرے۔ اگر زبان سے رجوع نہ کیا بلکہ کسی عمل سے رجوع کیا مثلاً وطی کی یا شہوت کے ساتھ مونھ یا رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا سر کا بوسہ لیا یا بلاحائل بدن کو شہوت کے ساتھ چھوا تو رجوع

ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اگر عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو عدت (تین ماہواریوں) کے بعد عورت سے نکاح سے نکل جائے گی، وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، دوبارہ اسی شوہر سے بھی نکاح کرنا چاہے گی تو نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوبارہ نئے حق مہر سے نکاح ہو گیا تو شوہر کے پاس آئندہ صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہے گا۔ اگر دوسری طلاق بھی اسی تحریر کے مطابق دے گا تو بھی یہی حکم ہو گا کہ عدت میں رجوع کر سکتا ہے اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر کے رجوع کیا تو پھر ایک طلاق کا حق باقی رہے گا۔

یہ یاد رہے کہ زبانی یا تحریری صورت میں اگر تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو تینوں ہو جائیں گی اور بغیر حلالہ کے رجوع نہ ہو سکے گا یہ قرآن و حدیث سے واضح ہے، جاہل مولویوں اور اسٹام فروشوں ذیونین کونسل والوں کی باتوں میں نہ آیئے گا۔

فصل سوئم: رشتہ داروں کے حقوق

لکڑی پر جب لوہے کا ہتھوڑا پڑتا ہے تو اتنی آواز نہیں آتی جتنی لوہے پر لگنے سے آتی ہے۔ ایک دن لکڑی نے لوہے سے کہا تجھے ہتھوڑا لگنے پر اتنا درد کیوں ہوتا ہے؟ مجھے تو اتنا درد نہیں ہوتا۔ اس پر لوہے نے کہا جب اپنا ہی اپنے کو مارتا ہے تو درد زیادہ ہوتا ہے۔

غیروں کی بہ نسبت جب اپنے رشتہ دار ظلم و زیادتی کرتے ہیں تو بہت دکھ ہوتا ہے اور رشتے ٹوٹ جاتے ہیں جبکہ شریعتِ اسلامیہ نے حکم دیا کہ والدین اور بیوی بچوں کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ داروں جیسے بہن بھائی، چچا، تایا، ماموں، خالہ اور دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی جائے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى

وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔

(سورۃ النساء، سورۃ 4، آیت 36)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نسب یاد رکھو تاکہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرسکو کیونکہ صلہ رحمی اہل خانہ میں محبت پیدا کرتی ہے، مال میں برکت لاتی ہے اور عمر میں درازی لاتی ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحه178، دار الكتب العلمية، بيروت)

شعب الایمان کی حدیث پاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اِحْفَظُوا أَنْسَابَكُمْ تَصِلُوا أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّهُ لَا بُعْدَ لِلرَّحِمِ إِذَا قَرُبَتْ، وَإِنْ كَانَتْ بَعِيدَةً، وَلَا قُرْبَ لَهَا إِذَا بَعُدَتْ وَإِنْ كَانَتْ قَرِيبَةً، وَإِنَّ كُلَّ رَحِمٍ آتِيَةٌ أَمَامَ صَاحِبِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَشْهَدُ لَهُ بِصِلَةٍ إِنْ كَانَ وَصَلَهَا وَفِي قَطِيعَةٍ إِنْ كَانَ قَطَعَهَا" ترجمہ: اپنے نسبوں کی حفاظت کرو اور صلہ رحمی کرو۔ رشتے دور نہیں ہیں اگر اس کے قریب ہوا جائے اگرچہ وہ دور ہوں اور اگر رشتہ داری سے دور ہوا جائے تو وہ قریب نہیں ہے اگرچہ رشتہ دار قریب ہوں۔ ہر رشتہ قیامت والے دن اپنے صاحب کے ساتھ آئے گا اور صلہ رحمی اور قطع تعلقی کی گواہی دے گا۔

(شعب الایمان،صلة الارحام،جلد10،صفحہ327،مکتبة الرشد،الریاض)

رشتہ داروں سے صلہ رحمی درجہ بدرجہ ہے

شریعت نے درجہ بدرجہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔جس کا رشتہ زیادہ قریبی ہے اس سے زیادہ صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ:قَالَ رَجُلٌ:يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي أُمًّا وَأَبًا وَأَخًا وَأُخْتًا وَعَمًّا وَعَمَّةً وَخَالًا وَخَالَةً، فَأَيُّهُمْ أَوْلَى إِلَيَّ بِصِلَتِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أُمَّكَ وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، وَأَدْنَاكَ أَدْنَاكَ" ترجمہ:حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک صحابی نے عرض کیا،یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ماں ہے،باپ ہے،بھائی ہے،بہن ہے،چچا ہے پھوپھی ہے،ماموں اور خالہ ہے،ان میں سے کون زیادہ صلہ رحمی کے لائق ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:تیری ماں اور تیرا باپ،تیرا بھائی اور تیری بہن ہے،پھر جو جس قدر قریب ہو وہ اسی قدر صلہ رحمی کے لائق ہے۔ (شعب الایمان،برالوالدین،جلد10،صفحہ256،مکتبة الرشد،الریاض)

خالہ ماں کی مثل ہے

کئی رشتے ایسے ہیں جن کو انسان کے خاص رشتوں کے برابر کہا گیا ہے جیسے خالہ کو ماں کہا گیا ہے چنانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں"عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَذْنَبْتُ ذَنْبًا كَثِيرًا فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ:أَلَكَ وَالِدَانِ؟ قَالَ:لَا،قَالَ:فَلَكَ خَالَةٌ؟ قَالَ:نَعَمْ،فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:فَبِرَّهَا إِذًا" ترجمہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر

ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے کثیر گناہ کیے ہیں، کیا میرے لئے توبہ ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے والدین ہیں؟ اس نے عرض کی نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تیری خالہ ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے ساتھ نیکی کر۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحه 171، دار الكتب العلمية، بيروت)

چچا باپ کی طرح ہے

چچا و تایا بہ منزلہ باپ کے ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذَى عَمِّي فَقَدْ آذَانِي فَإِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ" ترجمہ: اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ اس لئے کہ چچا باپ کی طرح ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب أبی الفضل عم النبی صلی الله علیه وسلم وهو العباس بن عبد المطلب رضی الله عنه، جلد5، صفحه 652، مصطفى البابی الحلبی، مصر)

بڑا بھائی بہ منزلہ باپ کے ہے

بڑا بھائی باپ کی مثل ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "الأكبر من الإخوة بمنزلة الأب" ترجمہ: بڑا بھائی باپ کی طرح ہے۔

(كنزل العمال، كتاب النكاح، الباب الثامن فی بر الوالدين، جلد16، صفحه 466، مؤسسة الرسالة، بيروت)

دوسری حدیث پاک میں ہے "حق كبير الإخوة على صغيرهم كحق الوالد على ولده" ترجمہ: بڑے بھائی کا حق چھوٹے پر ایسا ہے جیسے والد کا حق بیٹے پر ہے۔

(كنزل العمال، كتاب النكاح، الباب الثامن فی بر الوالدين، جلد16، صفحه 466، مؤسسة

الرسالة،بیروت)

والدین کے وصال کے بعد بہن بھائیوں کی کفالت پر اجر

عموماً والدین کے مرنے کے بعد بڑا بھائی بہن بھائیوں کی کفالت کرتا ہے جو بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔ایک بھائی کا اپنی بہن کی پرورش کرنا اور اس کا نکاح کر دینا باعثِ فضیلت ہے۔صحیح ابن حبان میں ہے" عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوِ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ" ترجمہ:حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی دیکھ بھال کرے اور ان کے متعلق رب تعالیٰ سے ڈرے وہ جنت میں جائے گا۔

(صحیح ابن حبان،صلة الرحم و قطعها،ذکر إیجاب الجنة لمن اتقی الله فی الأخوات وأحسن صحبتهن،جلد2،صفحہ190، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یتیم کی کفالت پر چچا اور ماموں کو اجر

والد کے مرنے کے بعد تایا یا چچا یتیم بھتیجوں کی پرورش کرتے ہیں یا ماموں یتیم بھانجے بھانجیوں کی پرورش کرتے ہیں۔اس کی فضیلت کے متعلق صحیح ابن حبان میں ہے" عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى" ترجمہ:حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے اور پھر شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملایا۔(یعنی جنت میں اکٹھے ہوں گے۔)

(صحیح ابن حبان،باب الرحم،ذکر إیجاب دخول الجنة للمتکفل الأیتام إذا عدل فی أمور
وتجنب الحیف،جلد2،صفحہ 207، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یتیم کو کھلانے پر سایہ رحمت

حضرت داؤد علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی "إِلٰهِی فَمَا جَزَاءُ مَنْ يُشْبِعُ الْيَتِيمَ وَالْأَرْمَلَةَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ؟ قَالَ: جَزَاؤُهُ أَنْ أُظِلَّهُ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي" ترجمہ: الٰہی اس کی جزاء کیا ہے جو تیری رضا کے لئے یتیم اور محتاج کو پیٹ بھر کر کھلائے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: اس کی جزاء یہ ہے کہ اسے قیامت والے دن اپنے سایہ رحمت میں رکھوں گا جس دن اس سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(الزہد والرقائق لابن المبارک،باب توبة داؤد وذکر الأنبیاء صلوات اللہ علیہم،صفحہ 164،دار الکتب العلمیة ،بیروت)

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی فضیلت

امام احمد و ترمذی نے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی "عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيمٍ أَوْ يَتِيمَةٍ لَمْ يَمْسَحْهُ إِلَّا لِلّٰهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مَرَّتْ عَلَيْهَا يَدُهُ حَسَنَاتٌ، وَمَنْ أَحْسَنَ إِلَى يَتِيمَةٍ أَوْ يَتِيمٍ عِنْدَهُ كُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ" ترجمہ: رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو شخص یتیم کے سر پر محض اللہ (عزوجل کی رضا) کے لیے ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا، ہر بال کے مقابل میں اس کے لیے نیکیاں ہیں اور جو شخص یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے پر احسان کرے میں اور وہ جنت میں (دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا) اس طرح ہوں گے۔

(مسند الامام أحمد بن حنبل،تتمة مسند الانصار،حدیث أبی أمامة الباھلی، جلد36،

صفحہ614،حدیث22284، مؤسسة الرسالة،بیروت)

یتیم کی پرورش کرنے ،اس پر شفقت کرنے کا اجر اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کوئی کوئی اس کا حق ادا کرتا ہے۔ جب چچا، تایا، ماموں وغیرہ یتیم کی پرورش کرتے ہیں تو ان کے ساتھ نوکروں جیسا سلوک اور ظلم وستم کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو یتیموں کا مال بھی کھا لیتے ہیں اس کے باوجود یہ جتاتے ہیں کہ ہم نے تم کو پالا ہے۔ وقت اچھا ہو یا بُرا گزر جاتا ہے لیکن یادیں رہ جاتی ہیں۔ اگر یتیموں کی احسن انداز میں پرورش کی ہوگی تو آخرت میں اجر بھی ملے گا اور وہ یتیم ساری زندگی احسان مند بھی رہے گا۔ ورنہ حال یہ ہوتا ہے کہ یتیم ساری زندگی بددعائے دیتا ہے یا موقع ملنے پر انتقام لیتا ہے۔

رشتہ داروں سے قطع تعلقی

والدین سے قطع تعلقی کسی صورت بھی جائز نہیں مگر یہ کہ والدین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہو جائے۔ رشتہ داروں سے بھی قطع تعلقی جائز نہیں ہے۔ البتہ کوئی رشتہ دار بدمذہب ہو یا مرتد ہو تو ان سے قطع تعلقی کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی رشتہ دار اعلانیہ گناہ کرنے والا ہو جیسے زانی، چور، سود خور وغیرہ تو ایسے رشتہ دار سے بھی قطع تعلقی کی جائے تاکہ اسے اپنے حرام فعل پر احساس ہو۔ اس پر مزید تفصیل آگے قطع تعلقی کی جائز و ناجائز صورتوں میں آئے گی۔

رشتہ داروں سے قطع تعلقی کے اسباب

یہاں قطع تعلقی کے اسباب بیان کیے جا رہے ہیں، یہ بیان کردہ تمام اسباب فقط رشتہ داروں سے ہی متعلق نہیں بلکہ دیگر دوست احباب وغیرہ سے بھی قطع تعلقی کے یہی اسباب ہیں۔

دینی علم نہ ہونا

قطع تعلقی کا ایک بہت بڑا سبب دینی علم نہ ہونا ہے۔ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی اکثریت ہے جسے پتہ نہیں کہ قطع تعلقی کن صورتوں میں جائز ہے کن میں ناجائز ہے۔ بعض اوقات اولاد والدین کی وصیت کے سبب رشتہ داروں سے قطع تعلقی اختیار کیے ہوتی ہے کہ والد یا والدہ نے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ فلاں رشتہ دار سے کبھی نہ ملنا، اولاد اس پر عمل پیرا ہوتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ ہم والدہ کی وصیت پورا کر کے بہت اچھا کام کر رہے ہیں حالانکہ بعض صورتوں میں والدین کی اس وصیت پر عمل کرنا ناجائز ہے۔ والدین، بہن بھائیوں کا اس طرح کی وصیتیں کرنا یا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک تایا ہے اور ایک بہن ہے، زید کے تایا اور زید کے والد میں ہمیشہ رنج رہی یہاں تک کہ زید کے والد کا انتقال ہو گیا مگر زید کے والد اپنے بھائی سے ملے نہیں، زید اپنے والد کے مرنے کے بعد اپنے تایا سے اور اپنی ہمشیر سے ملتا رہا، پھر زید کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا، اس کے بعد زید کی بہن اور تایا کے درمیان سخت رنجش ہو گئی۔ اب زید کی بہن اپنے سگے بھائی زید سے یہ کہتی ہے کہ تم اگر اپنے تایا سے ملو گے تو میں تم سے نہیں ملوں گی اگر مجھ سے ملنا منظور ہے تو اپنے تایا سے مت ملو۔ اب زید کی شادی کا وقت آیا اور زید اپنی بہن کا ایک ہی بھائی ہے اگر زید اپنی بہن کا کہنا نہیں مانتا ہے تو زید کی بہن کو انتہا درجہ کا صدمہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور یہ ایک ہی اس کے بھائی ہے اور وہ اس کی شادی میں شریک نہیں ہو سکتی بوجہ تایا کی شرکت کے، ایسی حالت میں زید کو کیا کرنا چاہیے یعنی زید کو اپنی بہن کا کہنا اور خوشی کرنا چاہیے اور اپنی بہن کو شادی میں شریک کرنا چاہیے یا اپنے تایا کو، اور

اپنی بہن کو چھوڑنا چاہیے یا اپنے تایا کو، کیونکہ زید بغیر اپنے تایا کو چھوڑے ہوئے اپنی بہن کا دل خوش نہیں کر سکتا اور نہ اس کی بہن شادی میں شریک ہو سکتی ہے۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "بہن اور چچا دونوں ذی رحم محرم ہیں کسی سے قطع کرنا اس کو جائز نہیں اسے چاہیے اپنی بہن کو جس طرح ممکن ہو راضی کرے اگر چہ یوں کہ خفیہ اپنے چچا کو شادی میں شریک ہونے کی دعوت دے اور اپنی بہن سے کہہ دے کہ مجھے ہر طرح تیری خاطر منظور ہے نہ ان کو بلاؤں گا نہ شریک کروں گا اتنا تجھ سے چاہتا ہوں کہ وہ اگر اپنے آپ آ جائیں تو اس پر مجھ سے ناراض نہ ہو کیونکہ وہ تیرے اور میرے دونوں کے باپ کی جگہ ہیں غیر آدمی بے بلائے ہوئے آ جائیں تو ان کو نکالنا بے تہذیبی ہے نہ کہ باپ کو، غرض جھوٹے سچے فقرے ملا کر دونوں کو راضی کر سکے کرے اور اس پر اجر پائے گا۔ میں ان کو نہ بلاؤں گا، مراد یہ رکھے کہ میں خود ان کو بلانے نہ جاؤں گا اگر چہ آدمی یا رقعہ بھیجوں، آپ چلے آنے سے یہ مراد رکھے کہ وہ اپنے پاؤں سے چلے آئیں نہ یہ کہ میں اٹھا کر لاؤں، غرض پہلو دار بات کہے جھوٹے سچے فقرے سے مراد یہی ہے کہ اس کا ظاہر جھوٹ اور مرادی معنی سچ۔

حدیث میں فرمایا "ان فی المعاریض لمندوحة عن الکذب" بیشک اشاروں میں گفتگو کرنے میں جھوٹ سے آزادی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد 24، صفحہ 345۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی طرح اگر کوئی رشتہ دار اچھا سلوک نہ کرے تو جواباً صلہ رحمی ترک کر دی جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے جیسے کوئی ہم کو ملے گا ہم بھی مل لیں گے۔ جبکہ حدیث پاک میں کہا گیا ہے کہ جو قطع تم سے توڑے اس سے تعلق جوڑو۔ صحیح ابن حبان کی حدیث پاک ہے "عَنْ

أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَی رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِی قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُو
وَيُسِيئُونَ إِلَیَّ وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَیَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَئِنْ كَان كَمَا تَقُولُ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ
ظَهِيرٌ مَا دُمْتَ عَلَی ذٰلِكَ" ترجمہ:ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا،عرض کی یارسول اللہ!میرے کچھ ر
دار ہیں میں ان سے رشتہ جوڑتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے رشتہ توڑتے ہیں اور مجھ سے برائی
پیش آتے ہیں،میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے جہالت پر مبنی برتاؤ کر
ہیں اور میں ان کو برداشت کرتا ہوں۔تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرمایا:اگر ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو ان کے منہ میں بھوبھل ڈال رہا ہے اور جب تک
تو ایسا کرتا رہے گا اللہ عزوجل کی طرف سے تیرے ساتھ ایک مددگار رہے گا۔

(صحیح ابن حبان،صلۃ الرحم و قطعھا،ذکر معونۃ اللہ جل وعلا الواصل رحمہ ا
قطعتہ،جلد2،صفحہ195،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

تقویٰ میں کمی

جس میں تقویٰ کی کمی ہوگی وہ قطع تعلقی کا مرتکب ہوگا۔اسے خدا اور عاقبت ک
خوف نہ ہوگا کہ اس کے نقصانات وعذابات کیا ہیں۔

تکبر

قطع تعلقی کا بہت بڑا سبب تکبر ہے جو متکبر ہوگا وہ اپنے رشتہ داروں کو حقیر سمجھے گ
اور کسی کو حقیر سمجھنا قطع تعلقی کا باعث ہے۔بعض جن کے پاس دولت ہے وہ غریب رشت
داروں سے ملنے سے کتراتے ہیں اور بوجہ تکبر یہ پسند کرتے ہیں کہ رشتہ دار اس سے ملنے

آئیں یہ کسی سے نہ ملنے جائیں۔ متکبر سے لوگ ملنا پسند نہیں کرتے یوں دوریاں بڑھتی جاتی ہیں۔

طویل مدت تک رشتہ داروں سے نہ ملنا

طویل مدت تک رشتہ داروں سے نہ ملنا اور جب کبھی ملنا تو الٹا ان پر برس پڑنا کہ تم مجھے ملنے کیوں نہیں آئے، یوں شکوہ شکایات اور دل آزاری والی باتیں کر کے ہمیشہ کے لئے ملنا جلنا ترک کر دینا۔ اس لئے رشتہ داروں سے گاہے بگاہے ملتے رہنا چاہئے خصوصا عیدین میں کہ جو کم از کم عید بھی ملتا ہو رشتہ قائم رہتا ہے۔

اظہار ناراضگی

کئی لوگوں خصوصا عورتوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ شوہر کا غصہ شوہر کے عزیز و اقارب پر نکالتی ہیں جیسے کوئی عزیز ملنے آیا تو سخت تلخ لہجہ میں شوہر کی شکایات کرنا شروع کر دیں اور ساتھ اس کے رشتہ داروں کو بھی بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اسی طرح چغل خور عورتوں کی باتوں میں آ کر کسی عزیز سے بدظن ہو جانا اور جب وہ ملنے کے لئے آئے تو اس پر طنز کرنا، باتوں باتوں میں اپنے دل کا غبار نکالنا رشتہ داریوں کو ختم کر دیتا ہے۔

خوشی وغمی میں شریک نہ ہونا

اگر کسی رشتہ دار کے ہاں شادی ہو، بچے کی ولادت اور اس میں شرکت نہ کی جائے، اسی طرح کوئی فوتگی ہو یا کوئی حادثہ پیش آ جائے اور اس سے تعزیت نہ کی جائے یہ بہت بڑا قطع تعلقی کا سبب ہے۔ اس لئے رشتوں کو برقرار رکھنے کے لئے خوشی وغمی میں ضرور شرکت کی جائے۔ خوشی کی بہ نسبت غمی میں زیادہ شرکت ضروری ہے یہ شرعاً ثواب بھی ہے اور رشتہ دار اسے زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ اگر شریک ہونا ممکن نہ ہو تو فون کر کے تعزیت کی

جائے اور نہ آنے کی معقول وجہ جو جھوٹی نہ ہو وہ بیان کر دیں۔

یہاں ضمناً یہ بھی عرض کر دوں کہ رشتہ داروں کی تعزیت کے بھی کچھ آداب ہیں کہ اگر کسی مریض رشتہ دار کی زیارت کو جائیں تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھیں، اس کے لئے دعا کریں اور اسے کہیں کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے، مریض کو آزمائشوں کی فضیلت بیان کریں اور حوصلہ دیں کہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے، کوئی سچا واقعہ بیان کریں کہ فلاں شخص کو بھی یہی مرض لاحق ہوا تھا وہ اب ٹھیک ہے۔ بعض رشتہ دار ایسے ہوتے ہیں جو مریض کی عیادت کرنے کے لئے جب آتے ہیں تو مریض کو مزید خوف زدہ کر دیتے ہیں کہ جس مرض میں تم مبتلا ہے ایسا شخص جلد مر جاتا ہے، یہ مرض جلد صحیح نہیں ہوتا وغیرہ۔ پھر جب کسی عزیز کی فوتگی پر جایا جاتا ہے تو اہل خانہ سے تعزیت کرتے ہوئے کہا جاتا بہت دکھ ہوا۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں دکھ ہوا ہو۔

مہمان نوازی میں افراط وتفریط ہونا

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی رشتہ دار ملنے آئے تو اس کی مہمان نوازی میں اپنی حیثیت سے زیادہ تکلف کیا جاتا ہے، خوب خرچہ کیا جاتا ہے۔ پھر یہ امید رکھی جاتی ہے کہ جب ہم اس کے مہمان بنیں گے تو یہ بھی ہماری خوب خاطر کرے گا۔ جبکہ جو مہمان ہوتا ہے وہ ایسی دعوت کھانے کے بعد پریشان رہتا ہے کہ اگر یہ میرے گھر مہمان بنے تو مجھ سے اس کی اتنی خاطر نہیں ہو پائے گی، اس لئے وہ دعوت دینے سے کتراتا ہے۔ جب مہمان دعوت نہ دے تو تکلف کرنے والا اسے محسوس کرتا ہے یا دعوت دے لیکن اپنی حیثیت کے مطابق دے جو اس معیار کی نہ ہو جو اس کی ہوئی تو یہ قطع تعلقی کا ایک سبب بن جاتی ہے۔

اسی طرح کنجوسی کرنا، رشتہ داروں کی اچھی مہمان نوازی نہ کرنا، اگر رشتہ دار گھر

آجائے تو اس کے پاس نہ بیٹھنا، بھی رشتوں میں دراڑ ڈالنے کا ایک سبب ہے۔

اگر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق مہمان نوازی کی جائے، مہمانوں کو دیکھ کر پریشان نہ ہوا جائے کہ خرچہ آگیا ہے بلکہ خوش ہوں، مہمانوں کو وقت دیں، کوئی طعن وطنز والی باتیں نہ کریں، جب مہمان رخصت ہونے لگے تو ہو سکے تو کوئی تحفہ دیں، مہمانوں کو دروازے تک چھوڑنے آئیں تو مہمان اس عمل سے بہت خوش ہوگا اور یہ عمل رزق میں کشادگی کا باعث ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مہمان کو دیکھ کر خرچہ کی وجہ سے تنگ دل ہونا رزق میں کمی کا باعث ہے۔

مہمانوں کے ساتھ بے توجہی

اگر مہمان گھر آئیں تو ان سے سیدھے منہ بات نہ کی جائے، پانی کا بھی نہ پوچھا جائے، خوش اخلاقی کے ساتھ نہ ملا جائے اور نہ ہی ان کے پاس بیٹھا جائے تو مہمان اس بات کو بہت محسوس کرتے ہیں اور یہ انداز قطع تعلقی کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح مہمان کا میزبان کی تحقیر کرنا اس کے کھانے میں عیب نکالنا یا بلا وجہ اس کے پیش کیے گئے کھانے کو نہ کھانا دلوں میں ناراضگی کا بیج بوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ يَدْخُلَ الرَّجُلُ مَنْزِلَ أَخِيهِ فَيُقَدِّمُ إِلَيْهِ شَيْئًا فَلَا يَأْكُلُهُ" ترجمہ: زیادتی کے کاموں میں سے ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے گھر میں داخل ہو اور وہ اس کے لئے خاطر تواضع کرے اور یہ اس میں سے کچھ کھائے نہیں۔

(کنز العمال، کتاب الصحبۃ، الإکمال من محظورات الصحبۃ الآداب، جلد 9، صفحہ 63، حدیث 24814، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

وراثت کی تقسیم میں تاخیر

والد یا والدہ کے مرنے کے بعد ان کی وراثت فوراً تقسیم نہ کرنا بلکہ بعض بہن

بھائیوں کا اس سے فائدہ اٹھاتے رہنا اور مطالبہ کے باوجود دوسرے حصہ داروں کو حصہ نہ دینا قطع تعلقی کا ایک بہت بڑا سبب ہے جو موجودہ دور میں بہت دیکھنے کو ملتا ہے۔ بھائی بہنوں کو حصہ نہیں دینا چاہتے، خصوصاً بڑا بھائی والد کے مرنے کے بعد سارا کاروبار سنبھال لیتا ہے اور وراثت خرد برد کر دیتا ہے یا اپنی الگ جائیداد بنا لیتا ہے۔ چھوٹے جب تقاضا کرتے ہیں تو بجائے ان کا حصہ دینے کے الٹا انہیں احسان فراموش کہا جاتا ہے کہ باپ بن کر تم سب کو پالا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑا بھائی واقعی بہت بڑی قربانی دیتا ہے لیکن چھوٹے مانتے نہیں ہے۔ اگر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے فوراً جائیداد تقسیم کر دی جائے، اس کے بعد چھوٹوں پر احسانات کیے جائیں تو یہ بہت فائدہ مند ہوگا۔

وراثت کی تقسیم میں اگر ایک بھی وارث کے دل میں کھوٹ آجائے تو فتنہ و فساد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ دیگر ورثہ کے مال دبانے میں غاصب کی زوجہ بھی اہم کردار ادا کرتی ہے اور اپنے شوہر کے ظالم ہونے کے باوجود مظلوم کہتی ہے اور اس کی طرفداری کرتی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ شوہر کی طرح بیوی صاحبہ بھی دوسروں کا مال ہڑپ کرنے کے چکر میں ہوتی ہے۔ اسی زوجہ کو جب اپنے والدین سے کچھ وراثت میں ملتا ہے تو سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا حصہ بھائیوں کو دے دیتی ہے اور سسرال میں شوہر کے ساتھ مل کر حرام خوری کا مظاہرہ کر کے اولاد کو بھی حرام کھلاتی ہے اور پھر اس اولاد سے خیر کی امید رکھتی ہے۔ اگر یہی عورت شوہر کو اس کے غلط ہونے کا احساس دلائے، جتنا حصہ وراثت میں بنتا ہے اتنا ہی لینے کا کہے اور جو اپنے میکے سے ملتا ہے وہ لے تو ہو سکتا ہے یہ حلال مال اتنا ہی بن جائے جتنا رشتہ داروں سے چھین کر بنتا ہے۔ مگر افسوس یہ سوچ کسی کسی

کی ہوتی ہے۔

اگر آج بھی وراثت کی تقسیم شریعت کے مطابق کی جائے تو رشتوں میں پختگی کے ساتھ ساتھ ہزاروں روپے جو کورٹ کچہریوں میں خرچ ہوتے ہیں، وقت برباد ہوتا ہے، عزت خراب ہوتی ہے وہ سب کچھ بچ سکتا ہے۔ وراثت کی شریعت کے مطابق تقسیم نہ ہونا نسلوں میں منتقل ہونے والی لڑائی ہے۔ کئی کئی سال وراثتی کیس پر لگ جاتے ہیں اور بعض اوقات اتنا مالِ وراثت نہیں ہوتا جتنا اس کے حصول کے لئے خرچہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات تو نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے، چند مرلوں کی وراثتی زمین وہی رہ جاتی ہے اور ورثہ کی اچھی خاصی تعداد اس کے چکر میں قبر میں جا پڑتی ہے، پھر اگلے جہان کا وبال الگ ہے۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَنْ قَطَعَ مِیرَاثًا فَرَضَهُ اللهُ وَرَسُولُهُ قَطَعَ اللهُ بِهِ مِيرَاثًا مِنَ الْجَنَّةِ" ترجمہ: جس نے کسی کو اس میراث میں قطع کیا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول نے فرض کی ہے اللہ عزوجل اس کی میراث جنت میں کاٹے گا۔

(شعب الایمان، صلۃ الارحام، جلد 10، صفحہ 339، مکتبۃ الرشد، الریاض)

حسد

حسد کہتے ہیں کسی کو جو نعمت ملی ہو اس کے متعلق یہ خواہش کرنا کہ اس کی یہ نعمت اس سے چھن کر مجھے مل جائے۔ جو رشتہ داروں کے مال، اولاد، گھربار کے متعلق حسد کرنے والا ہو وہ رشتہ داروں سے اور رشتہ دار اس سے ملنا پسند نہیں کرتے۔

کثرتِ مذاق وطنز

بعض لوگوں کو مذاق وطنز کرنے کی بہت عادت ہوتی ہے اور وہ بہت منہ پھٹ

ہوتے ہیں رشتہ داروں کو طنز کرتے ہیں، ان کا مذاق اڑاتے ہیں جس سے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور رشتہ دار ایسے شخص سے ملنا جلنا ترک کر دیتے ہیں۔

زیادہ غصیلہ ہونا

جو زیادہ غصہ کرنے والا ہو وہ رشتہ داریاں بھی برقرار رکھ پائے یہ بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ غصے میں سب سے آسان کام قطع تعلقی ہوتا ہے۔

رشتہ داروں کی بات برداشت نہ کرنا

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے رشتہ داروں کی اَدنی سے بات بھی برداشت نہیں کرتے اور دوسرے کو منہ پر ذلیل کر کے رکھ دیتے ہیں اور اسے بڑی بہادری سمجھتے ہیں۔ لڑائی کے بعد سوچتے ہیں کہ مجھے فلاں طعنہ دینا یاد نہ رہا، فلاں بات کہنی یاد نہ رہی۔ اب دوبارہ لڑائی کا موقع ڈھونڈا جاتا ہے اور رہ جانے والی باتیں کہہ کر دل کو تسکین دی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کی بدزبانی سے رشتہ دار ڈرتے ہیں اور اسے منہ نہیں لگاتے۔ اگر رشتہ داروں کی تھوڑی بہت باتیں برداشت کر لی جائیں اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے، صبر و تحمل اور سمجھدارانہ جملوں میں ان کے طعن وطنز کا جواب دیا جائے تو یہ ان کو لاجواب کرنے کا بہتر طریقہ ہوتا ہے۔

زوجہ اور اولاد کی بلاوجہ طرفداری کرنا

اگر بیوی یا اولاد کی کسی رشتہ دار سے لڑائی ہو جائے تو بجائے صلح کروانے اور حق بات کرنے کے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ زوجہ اور اپنی اولاد کی طرفداری کرتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی لڑائی اس کے گلے پڑ جاتی ہے۔

رشتہ نہ ہونا یا طلاق ہو جانا

موجودہ دور میں قطع تعلقی کی ایک بہت بڑی وجہ باہم رشتہ نہ ہونا یا طلاق واقع ہو جانا ہے۔ اگر کسی رشتہ مانگا جائے اور وہ رشتہ نہ کرے یا ماموں، چچا کی بیٹی کو طلاق دے دی جائے تو ہمیشہ کے لئے رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔

رشتہ دار سے مشترکہ کاروبار کرنا

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بھائی یا رشتہ دار کوئی کاروبار باہم شراکت سے شروع کر دیتے ہیں جبکہ اس میں نہ شرعی رہنمائی لیتے ہیں کہ اس کاروبار میں شراکت جائز بھی ہے یا نہیں؟ پھر اصول وضوابط طے نہیں ہوتے کہ شرکت کن بنیادوں پر ہو گی، نفع ونقصان کس معیار پر تقسیم ہو گا، بلکہ صرف حسنِ ظن اختیار کرتے ہوئے اختصار و اجمال سے کام لے لیتے ہیں چنانچہ یا تو ایک دو مہینے بعد نفع ملنا بند ہو جاتا ہے اور پیسے لینے والا کہتا ہے کاروبار میں نقصان ہو گیا تو پیسے دینے والا مانتا نہیں اپنے پیسوں کا تقاضہ کرتا ہے۔ یا کاروبار کچھ ترقی کرتا ہے تو ہر شریک دوسرے کا پتا کاٹ کر سارا کاروبار خود سنبھالنا چاہتا ہے اور نتیجہ لڑائی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو خاندان میں ذلیل کرنے کی دوڑ لگ جاتی ہے۔ موجودہ دور میں یہ صورت بہت دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس لئے کاروبار میں شراکت سے پہلے کسی مستند مفتی سے شرعی رہنمائی لے لی جائے۔

قرض کی واپسی نہ کرنا

اگر قرض لے کر اس کی واپسی میں تاخیر کی جائے تو رشتہ داری خراب ہوتی ہے۔ لہٰذا قرض مقررہ مدت تک واپس کرنے کی پوری کوشش کی جائے، اگر تاخیر بھی ہو جائے تو انتہائی پیار و محبت کے ساتھ مزید مہلت مانگ لی جائے، ملنے یا فون سننے سے

کترایا نہ جائے اور نہ ہی ٹال مٹول کی جائے کہ اس سے قرض دینے والا ناراض ہوتا ہے۔

اس نکتے کو بیان کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ رشتہ داروں کو قرض دینا ہی چھوڑ دیا جائے۔قرض دینے کی بہت فضیلت ہے اور یہ رشتہ داری میں مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔ قرض دینے کی فضیلت کے متعلق حلیۃ الاولیاء و سنن ابن ماجہ میں ہے"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا:اَلصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ، فَقُلْتُ :يَا جِبْرِيلُ مَا بَالُ الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ قَالَ:لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ، وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ" ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے معراج کی رات جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا، کہ صدقے کا ثواب دس گناہ ہے اور قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گناہ۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ قرض صدقے سے افضل کیسے ہوا؟ اس نے عرض کیا کہ سوال کرنے والا جس سے سوال کرتا ہے اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہوتا ہے جبکہ قرض مانگنے والا قرض اس وقت مانگتا ہے جب اسے اس کی حاجت ہوتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، باب یزید بن عبد الملک، جلد 08، صفحہ 333، دار الکتاب عربی، بیروت)

چغل خور لوگوں کی باتوں کا اعتبار کرنا

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے متعلق پتہ ہوتا ہے کہ یہ جھوٹے اور چغل خور ہیں اس کے باوجود ان کی باتوں پر اعتماد کر کے اپنے رشتہ داروں سے لڑائی جھگڑا کر لیا جاتا ہے۔اس میں ایک بہت بڑی تعداد عورتوں کی ملوث ہے۔وہ گھر جس میں سارے بھائی پیار محبت سے رہتے ہیں شادیوں کے بعد بیویوں کی لگائی بجھائی پر ایک دوسرے کے متعلق

غلطی فہمیاں پیدا کر لیتے ہیں اور تعلق ختم کر لیتے ہیں۔ ناخن جب بڑھ جائیں تو انگلیاں نہیں کاٹی جاتیں فقط ناخن کاٹے جاتے ہیں اسی طرح رشتوں میں جب غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں تو ان غلط فہمیوں کو ختم کیا جاتا ہے رشتوں کو نہیں۔

پھر کئی لوگوں میں یہ عادت بد ہوتی ہے کہ جس رشتہ دار سے وہ ناراض ہیں وہ چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بقیہ رشتہ دار بھی ان سے قطع تعلقی کر لیں۔ اس کوشش کو کامیاب کرنے کے لئے یہ لوگ ذرا سی بات کو بڑھا چڑھا کر رشتہ داروں کو ان سے بدظن کریں گے اور لڑوانے کی کوشش کریں گے۔ دیگر رشتہ داروں کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ ان کی فلاں کے ساتھ لڑائی ہے وہ بجائے صلح کروانے کے جلتی پر تیل چھڑکتے ہیں۔ حالانکہ لڑے ہوئے مسلمانوں کی باہم صلح کروانے کی بہت فضیلت ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ" ترجمہ: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی جی ہاں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ عمل آپس میں روٹھنے والوں میں صلح کرا دینا ہے کیونکہ روٹھنے والوں میں ہونے والا فساد خیر کو کاٹ دیتا ہے۔

(سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في إصلاح ذات البين، جلد 4، صفحہ 280، حدیث 4919، المكتبة العصرية، بيروت)

شرعاً جھوٹ بولنا ناجائز و گناہ ہے لیکن شرع نے لڑنے والوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے جھوٹ کی بھی اجازت دی ہے کہ ایک کو جا کر کہا جائے وہ جس سے تم لڑے ہوئے ہو وہ تمہاری تعریفیں کرتا ہے، وہ تم سے صلح چاہتا ہے وغیرہ۔ ایک حدیث پاک

میں کہا گیا کہ سب سے افضل صدقہ روٹھے ہوئے لوگوں میں صلح کرادینا ہے۔ الترغیب والترہیب کی حدیث پاک حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا"مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اثْنَیْنِ أَصْلَحَ اللّٰہُ أَمْرَہُ، وَأَعْطَاہُ بِکُلِّ کَلِمَۃٍ تَکَلَّمَ بَیْنَھُمَا عِتْقَ رَقَبَۃٍ، وَرَجَعَ مَغْفُوْراً لہ مَا تَقَدَّمَ من ذَنْبِــــــہ" ترجمہ: جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا اللہ عزوجل اس کا معاملہ درست فرمادے گا اور اسے ہر کلمہ بولنے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جب لوٹے گا تو اپنے پچھلے گناہوں سے مغفرت یافتہ ہو کر لوٹے گا۔

(الترغیب والترہیب،باب الالف،باب فی الترغیب فی اصلاح بین الناس، جلد1، صفحہ155،حدیث186، دار الحدیث،القاہرۃ)

رشتہ داروں کے گھروں کا قریب ہونا

جب رشتہ داروں کے گھر قریب ہوتے ہیں تو بعض اوقات اِس سے ایسے اختلافات واقع ہو جاتے ہیں جو قطع رحمی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ رشتوں میں باہم وہ پیار اور احترام نہیں رہتا جو کبھی کبھار ملنے میں ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا" مـــروا الأقـــارب أن یتزاوروا ولا یتجاوروا۔ وإنما قال ذلك لأن التجاور یورث التزاحم علی الحقوق وربما یورث الوحشۃ وقطیعۃ الرحم" رشتہ داروں سے کہو ایک دُوسرے کے پاس آنا جانا رکھیں لیکن ایک دُوسرے کے پڑوسی نہ بنیں۔ (حضرت امام غزالی حضرت عمر کی اِس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں) حضرت عمر نے رشتہ داروں کو ایک دُوسرے کے پڑوس میں رہنے سے اِس لیے منع فرمایا کہ اِس کی وجہ سے ہر وقت اُن کے

حقوق کو نبھانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے وحشت پیدا ہو جاتی ہے اور قطعِ رحمی پیدا ہو جاتی ہے۔
(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الألفة والأخوة والصحبة والمعاشرة مع أصناف الخلق، جلد 2، صفحہ 216، دار المعرفة بیروت)

نیز گھروں کے ایک دُوسرے کے قریب ہونے سے بعض اوقات دُوسرے مسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً اولاد کے درمیان مخاصمت ولڑائی کی نوبت آتی ہے جس میں بسا اوقات والدین بھی اپنے بچوں کا ساتھ دیکر دُوسرے کے مقابلے میں آ جاتے ہیں اور ہر ایک اپنے بچے کی براءت کا خواہشمند ہوتا ہے جس کی وجہ سے عداوت دُشمنی اور قطع رحمی پیدا ہو جاتی ہے۔

قطع تعلقی سے بچنے کے اسباب

قطع تعلقی سے بچنے کے اسباب یہ ہیں کہ جو اوپر قطع تعلقی کے اسباب بیان کئے ہیں ان سے بچا جائے۔ مزید صلہ رحمی کی فضیلت کو ذہن نشین رکھا جائے، قطع تعلقی کے نقصانات وعذابات کو مدِ نظر رکھا جائے، گاہے بگاہے رشتہ داروں سے ملا جائے، ان کی حال احوال کی خبر رکھی جائے، ان کی طرف تحفے بھیجے جائیں، مبارک دنوں میں کچھ پکا کر ان کے گھر بھیجا جائے جیسے دس محرم، شب براءت، معراج شریف کے دن، عیدین وغیرہ میں، رشتہ داروں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی جائے، اگر کوئی رشتہ دار دعوت دے تو قبول کی جائے نہ یہ کہ امیروں کی دعوت کو قبول کیا جائے اور غریبوں کو نظر انداز کیا جائے، جو رشتہ دار غریب ہو اپنی وسعت کے مطابق اس کی مدد کی جائے، رشتہ داروں کی پیٹھ پیچھے ان کی غیبتیں اور چغلیاں نہ کی جائیں بلکہ جو ان میں تعریفیں ہوں وہ بیان کریں، بڑوں کا ادب کیا جائے، چھوٹوں پر شفقت کی جائے، جب وہ کوئی مشورہ مانگے تو خلوص کے ساتھ اچھا

مشورہ دیا جائے، ان کے لئے دعائے خیر کی جائے، اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے، اگر کوئی پریشان ہو اس کی دل جوئی کی جائے، اچھے طریقے سے انہیں نیکی کی دعوت دی جائے اور برائی سے منع کیا جائے، اگر کوئی کہے کے آپ کا فلاں رشتہ دار آپ کے خلاف یہ بات کرتا ہے تو اس کہنے والے کی بات کا اعتبار نہ کیا جائے اور اپنے تعلقات اسی طرح بحال رکھے جائیں، اگر کوئی رشتہ دار ناراض ہے تو خود جا کر معافی تلافی کریں، رشتہ داروں سے مطالبات کرنے اور زیادہ قرض مانگنے سے بچا جائے، اگر کسی رشتہ دار سے غلطی ہو جائے تو اسے معاف کیا جائے، حسن سلوک سے ملا جائے وغیرہ۔

رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل، قطع تعلقی کے عذابات و اسباب اور علاج سب اپنی جگہ مسلّم ہیں لیکن ایک اہم نکتہ ہمیشہ ذہن نشین رکھنے والا ہے کہ ہر رشتہ دار اپنے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دے سکے یہ ضروری نہیں۔ غربت میں جب رشتہ دار چھوڑ جاتے ہیں اور کہیں ملاقات ہو تو صحیح طرح ملتے نہیں جبکہ صاحب ثروت کی چاپلوسی کرتے ہیں، ساری زندگی بھی حسن سلوک کیا ہو لیکن وہ پھر بھی دل دکھانے میں دیر نہیں لگاتے، کسی نے بچپن میں یتیمی دیکھی تو ماموں یا چچا نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، کسی نے وراثت کا مال ہڑپ کرلیا۔ یہ سب کچھ رشتوں میں چلتا ہے جو آنکھوں کو رلاتا ہے اور دلوں کو دکھاتا ہے۔ اب اگر دوسرا بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دے گا تو پھر ہر ایک نے اپنی من مانی کی شرع پر کس نے عمل کیا؟ لہٰذا اگر ایک نے شرع کی حدود کو توڑا ہے رشتوں کا پاس نہیں رکھا تو دوسرا شریعت کا حکم مانتے ہوئے صلہ رحمی کرے ان شاء اللہ عزوجل فوائد ہوں گے، رشتے داروں کو کبھی نہ کبھی اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور اگر نہ بھی ہو رب تعالیٰ تو راضی ہو جائے گا کہ میرے بندے نے میرے احکام کی پیروی کرتے ہوئے صلہ رحمی کی ہے۔

فصل چہارم: ہمسایوں کے حقوق

اسلام نے جہاں اور حقوق بیان کئے ہیں وہاں پڑوسیوں کے حقوق بھی بیان کئے ہیں کیونکہ ماحول کے پر سکون ہونے میں پڑوسیوں کا بہت بڑا دخل ہے۔ شریعت نے یہ حکم دیا کہ کسی بھی عمل سے پڑوسیوں کو تکلیف نہ دی جائے اور جس کا گھر جتنا قریب ہو اس پڑوسی کے حقوق دوسروں سے زیادہ ہیں۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ المستدرک میں روایت کرتے ہیں "عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ بِأَيِّهِمَا أَبْدَأُ؟ قَالَ: بِأَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری دو پڑوسنیں ہیں کس سے پہلے شروع کروں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جس کا دروازہ تیرے گھر کے زیادہ قریب ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد 4، صفحہ 185، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اچھا پڑوسی بڑی سعادت ہے

لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اچھا پڑوسی ماں، باپ کی طرح ہوتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اچھا پڑوسی ملنا دنیا میں بہت بڑی سعادت ہے۔ امام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں "عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِي الدُّنْيَا الْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَنْزِلُ الْوَاسِعُ وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيءُ" ترجمہ: ترجمہ: حضرت نافع بن عبد الحارث سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں مسلمان کی خوش نصیبی میں سے اچھا پڑوسی، کشادہ گھر اور اچھی سواری کا دستیاب ہونا بھی ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد 4، صفحہ 184، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اگر پڑوسی لڑائی جھگڑا کرنے والے ہیں، اونچی بول کر محلے والوں کو پریشان کرنے والے، بلند آواز کے ساتھ گانے باجے لگا کر لوگوں کو پریشان کرنے والے ہیں تو محلے والے ایسے پڑوسی سے نجات کی تمنا کرتے اور اس کے گھر چھوڑنے یا مرنے پر شکر ادا کرتے ہیں۔

مومن ہمسائے کا اکرام کرے

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کا اکرام کرے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد4، صفحہ182، دار الکتب العلمیة، بیروت)

وہ کامل مومن نہیں جس کے شر سے اس کے ہمسائے محفوظ نہیں

المستدرک کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قَالُوا: وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: جَارٌ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ قَالُوا: فَمَا بَوَائِقُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: شَرُّهُ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم وہ مومن نہیں ہے اللہ عزوجل کی قسم وہ مومن نہیں ہے اللہ عزوجل کی قسم وہ مومن نہیں ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی وہ کون مومن نہیں ہے یارسول اللہ! آپ علیہ السلام نے فرمایا: جس کا ہمسایہ اس کے بوائق سے محفوظ نہیں ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے

عرض کی یہ بوائق کیا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: اس کا شر۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد4، صفحہ182، دار الکتب العلمیة، بیروت)

وہ کامل مومن نہیں جس کا پڑوسی بھوکا ہو

اپنے پڑوسیوں سے لاتعلق رہنا اور اس کی پرواہ نہ کرنا کہ کس حال میں ہیں کھانا بھی کھایا ہے یا نہیں یہ ایمان میں کمزوری کی دلیل ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا "لَیْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِی یَبِیْتُ وَجَارُہُ إِلَی جَنْبِہِ جَائِعٌ" ترجمہ: وہ مومن نہیں جو اس حال میں ہو کہ اس کے ساتھ والا پڑوسی بھوکا ہو۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد4، صفحہ184، دار الکتب العلمیة، بیروت)

پڑوسی کو ایذا دینا جہنم میں جانے کا سبب ہے

اگر کوئی شخص بڑا نیکوکار ہے لیکن پڑسیوں کو تنگ کرتا ہے وہ اللہ عزوجل کی ناراضگی میں ہے۔ المستدرک میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "قِیلَ لِرَسُولِ اللَّہِ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فُلَانَةَ تُصَلِّی اللَّیْلَ وَتَصُومُ النَّہَارَ وَفِی لِسَانِہَا شَیْءٌ یُؤْذِی جِیرَانَہَا سَلِیطَةٌ، قَالَ: لَا خَیْرَ فِیہَا ہِیَ فِی النَّارِ وَقِیلَ لَہُ: إِنَّ فُلَانَةَ تُصَلِّی الْمَکْتُوبَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَتَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ وَلَیْسَ لَہَا شَیْءٌ غَیْرُہُ وَلَا تُؤْذِی أَحَدًا قَالَ: ہِیَ فِی الْجَنَّةِ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فلاں عورت رات نماز پڑھتی ہے اور صبح کو روزہ رکھتی ہے اور اپنی بدزبانی سے پڑوسی کو ایذا دیتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی خیر نہیں وہ جہنم میں ہے۔ آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی گئی: فلاں عورت ہے فرض نماز پڑھتی ہے اور فرض روزے رکھتی ہے اور کچھ صدقہ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں کوئی (نفلی عبادت) نہیں لیکن وہ کسی

کو ایذا نہیں دیتی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ جنت میں ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب البر والصلة، جلد4، صفحه183، دار الكتب العلمية، بيروت)

پڑوسیوں کی ایذا پر جہنم کی وعید ہے اور حال یہ ہے کہ بہت کم ہوتا ہے کہ لوگ پڑوسیوں کے حقوق پورے کرسکیں۔ کثیر ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کی طرف اتنی توجہ نہیں کی جاتی لیکن وہ پڑوسیوں کے حقوق تلف کرنے والی ہوتی ہیں۔ چند باتیں جو ذہن میں ہیں پیشِ خدمت ہیں:

☆ اپنے گھر میں اونچی آواز سے بولنا، لڑائی جھگڑا کرنا، گالی گلوچ کرنا جس سے قریب کے پڑوسی پریشان ہوتے ہیں۔

☆ شادی کے موقع پر سارے محلے کو مختلف طریقوں سے پریشان کیا جاتا ہے جیسے شادی سے ہفتہ پہلے رات گئی گھنٹوں تک ڈھولکی بجائی جاتی ہے، اونچی آواز میں ڈیک لگائے جاتے ہیں، اس میں گانے باجے کا بھی گناہ ہے اور پڑوسیوں کو ایذا دینے کا بھی گناہ شامل ہوتا ہے۔

☆ شادی کے دنوں یا دیگر دینی محافل وغیرہ میں ٹینٹ لگا کر ساری گلی بند کی ہوتی ہے جس کی وجہ سے پڑوسیوں کا گزرنا مشکل ہوتا ہے خصوصا جن کے پاس موٹر سائیکل یا گاڑی ہو وہ اپنی سواری اپنے گھر تک لانے سے عاجز ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ یوں کیا جائے کہ ایسی سڑک پر یہ چیزیں کی جائے جو بڑی ہو اور ایک سائیڈ گزرنے والوں کے لئے خالی رکھی جائے تا کہ وہ آسانی سے گزر سکیں۔

☆ اونچی آواز سے تلاوت، نعت، قوالیاں، بیانات لگانا۔ تلاوت اور بغیر میوزک و ذکر کے نعتیں لگانا شرعا جائز ہے اور مروجہ قوالیاں سننا ناجائز ہیں۔ لیکن تلاوت و نعت کو اتنی

اونچی آواز میں لگانا کہ سارے محلے میں آواز گونجے یہ عمل مناسب نہیں پھر اگر کسی کی طبیعت ٹھیک نہیں یا اس نے مطالعہ کرنا ہے اور اونچی آواز کی وجہ سے خلل پڑتا ہے تو یہ عمل ناجائز بھی ہوسکتا ہے۔

☆ اوباش، آوارہ دوستوں کے ساتھ اپنے گھر کے باہر بیٹھے رہنا اور آتے جاتے لوگوں کی بہن بیٹیوں کو دیکھنا، قہقہے مار کر اونچی آواز میں رات دیر تک ہنسنا، گالی گلوچ کرنا، لوگوں کے لئے باعثِ ایذا ہے۔

☆ بعض اوقات گھر کی موٹر یا واشنگ مشین صحیح نہیں ہوتی زیادہ آواز والی ہوتی ہے جس کے شور کی وجہ سے محلے والے پریشان ہوتے ہیں، اسی طرح کبھی آدھی رات کو گھر میں کوئی ٹھوکنے والا کام کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کی نیند میں خلل پڑتا ہے۔

☆ محلوں میں کھیل کود کرنا بھی گناہوں سے خالی نہیں ہے جیسے کرکٹ کھیلنا جس سے لوگوں کے گھروں کے شیشے بھی ٹوٹتے ہیں، شور شرابے سے پڑوسی پریشان بھی ہوتے ہیں، گیند لوگوں کی چھتوں پر گرتا ہے تو لوگوں کے دروازے بار بار بجائے جاتے ہیں، آنے جانے والوں کو گیند لگتا ہے، بعض اوقات گیند گندی نالے میں گرا ہوتا ہے اور اسی ناپاک گیلے گیند سے کھیلتے ہیں اور لوگوں کے کپڑوں کو ناپاک کرتے ہیں۔

اس طرح اور دیگر ایذا کے افعال سے بچنا چاہئے کہ ان میں پڑوسیوں کے حقوق تلف ہوتے ہیں۔

ہمسائیوں سے قطع تعلقی

قطع تعلقی کسی سے بھی جائز نہیں ہے، پھر ہمسائیوں کے حقوق غیروں کی بہ

نسبت زیادہ ہوتے ہیں ،لہٰذا ہمسائیوں سے بھی صلہ رحمی کی جائے اور قطع تعلقی سے بچا جائے۔البتہ اگر کوئی ہمسایہ بدمذہب ہو تو قطع تعلقی ضروری ہے۔ اسی طرح فاسق معلن (اعلانیہ گناہ کرنے والا) ہے تو ان سے قطع تعلقی کی جائے بلکہ ہمسائے اگر باہم متحد ہوکر فاسقوں سے قطع تعلقی کریں تو بڑی امید ہوتی ہے فساق گناہوں سے باز آجائیں۔

فصل پنجم: استاد وشاگرد کے حقوق

استاد روح کا باپ

استاد جس میں دینی اور دنیاوی دونوں طرح کے استاد شامل ہیں ان کے بھی حقوق ہوتے ہیں خصوصا دینی استاد کے حقوق بقیہ کی بہ نسبت زیادہ ہیں کہ دینی تعلیم دینے والا استاد روح کا باپ ہے۔علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں

من علم الناس ذاك خير اب ذاك ابو الروح لا ابو النطف

ترجمہ: جو شخص لوگوں کو علم سکھائے وہ بہترین باپ ہے کیونکہ وہ بدن کا نہیں روح کا باپ ہے۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر ،تحت حدیث انما انا لکم بمنزلۃ الوالد ،جلد1،صفحہ 361،مکتبۃ الامام الشافعی ،الریاض)

استاد کے حقوق پر اعلیٰ حضرت کا کلام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا:" کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد حقوق والدین کے استاد کے حقوق کس قدر ہیں؟ جس استاد نے کچھ علم دینی اور دنیوی کی تعلیم حاصل کی ہو اور ان علوم کے فیضان سے منافع

دنیاوی اس کو نیز دینی حاصل ہوئے ہوں ایسے استاد کے کچھ حقوق از روئے آیہ شریفہ وحدیث صحیح سے بیان فرمایئے گا۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "عالمگیری میں نیز امام حافظ الدین کردری سے ہے "قال الزندویستی حق العالم علی الجاهل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وهو ان لایفتتح بالکلام قبله ولایجلس مکانه وان غاب ولایرد علی کلامه ولایتقدم علیه فی مشیه" یعنی فرمایا امام زندویستی نے کہ عالم کا حق جاہل اور استاذ کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

اسی میں غرائب سے ہے "ینبغی للرجل ان یراعی حقوق استاذه وآدابه لایضن بشیء من ماله" آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق وآداب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

اسی میں تاتارخانیہ سے ہے "یقدم حق معلمه علی حق ابویه وسائر المسلمین ویتواضع لمن علمه خیرا ولو حرفا ولاینبغی ان یخذله ولایستاثر علیه احد فان فعل ذلك فقد فصم عروة من عری الاسلام و من اجلاله ان لایقرع بابه بل ینتظر خروجه مختصر" یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو

ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسّی کھول دی، استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم﴾ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمہیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتی کہ تم خود بخود باہر آجاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے "لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللّٰہ تعالیٰ" اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔

مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بےادبی سے پیش نہ آئے "فان المنکر لایزال بمنکر" (کیونکہ ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہو گیا اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہو چکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان

کا لزوم اور زیادہ ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 413، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شاگرد کا خود کو استاد سے افضل سمجھنے پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دیتا ہے اور یہ خلاف مامور ہے طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "علموا العلم وتعلموا للعلم السکینۃ والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منہ" علم سیکھو اور علم کے لئے ادب واحترام سیکھو، جس استاذ نے تجھے علم سکھایا ہے اس کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرو۔ عقلمند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑے بھی جائیں تو اسے استاذ کا فیض اور اس کی برکت سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹی پر سر ملتے ہیں ع

آخر اے باد صبا! سب تیرا ہی احسان ہے

بے عقل اور شریر اور ناسمجھ جب طاقت وتوانائی حاصل کر لیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کیے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے چکھیں گے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور آخرت کا عذاب سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 424، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شاگرد کو چاہیے کہ وہ استاد کا دل سے بھی ادب کرے اور ظاہری طور پر بھی تعظیم کرے۔ استاد کی چاپلوسی کرے لیکن ایسا نہ کرے کہ دیگر استادوں کی غیبتیں کر کے استاد کے آگے نمبر بنائے۔ کئی شاگردوں کی یہ عادت بد ہوتی ہے کہ استاد صاحب کی جس شخص

کے ساتھ نہ بنتی ہو اگرچہ وہ مخالف شخص عالم دین ہی کیوں نہ ہو، اس کے خلاف باتیں کر کے استاد کے دل میں نفرت پیدا کرتے ہیں، استادوں کو چاہئے ایسے شاگردوں کو ڈانٹیں کہ یہ بھی ان کی تربیت میں سے ہے۔

استاد سے قطع تعلقی

اوپر جو استاد کے حقوق بیان کئے گئے ہیں وہ سب اس استاد کے متعلق ہیں جو جائز تعلیم دیتا ہو اگرچہ تعلیم دنیاوی ہی کیوں نہ ہو جیسے اسکول یا کالج کی تعلیم دینے والا ہے، کسی جائز ہنر کو سیکھانے والا ہے۔ اگر تعلیم ہی ناجائز دینے والا ہے جیسے جادو، کالا علم سیکھانے والا، تو ایسی تعلیم جائز نہیں اور نہ ایسے استاد کے کوئی حقوق ہیں۔ اگر استاد صحیح تعلیم دینے والا ہے تو اس سے قطع تعلقی کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ استاد بدمذہب ہو۔ استاد صاحب اگر فاسق معلن (اعلانیہ گناہ کرنے والا ہو) تو ان سے قطع کی جائے گی۔ اگر غالب گمان ہو کہ قطع تعلقی کرنے سے وہ گناہ کرنے سے باز آجائے گا تو پھر قطع تعلقی کرنا واجب ہے۔ اگر غالب گمان ہو کہ فتنہ ہوگا تو قطع تعلقی نہ کرنا جائز ہے لیکن دل میں گناہ کے افعال کو برا جانا جائے۔ اگر پتہ ہے کہ قطع تعلقی کرنے سے استاد گناہ سے باز نہ آئے گا لیکن یہ بھی پتہ ہے کہ فتنہ بھی نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں قطع تعلقی کرنا جائز ہے اور استاد کے لئے دعا کی جائے کہ وہ گناہ چھوڑ دے۔

شاگرد کے حقوق

استاد پر شاگرد کے بھی حقوق ہیں کہ وہ شاگرد کا خیر خواہ ہو، اسے صحیح طریقے سے اچھا انداز سے تعلیم دے، ذرا سی بات پر شاگرد کو ذلیل نہ کرتا رہے، شاگرد کے اچھے کام پر اس کی حوصلہ افزائی کرے، شاگرد کی دولت پر نظر نہ رکھے، اس کا مستقبل خراب کرنے کی

کوشش نہ کرے، خود با عمل بنے، شاگرد سے حد سے زیادہ توقعات نہ رکھے، ہر وقت جلال میں نہ رہے کہ شاگرد ڈرتا ہی رہے کہ ایسے استادوں سے شاگرد مانوس نہیں ہوتے، جب شاگرد تعلیم سے فارغ ہو جائے اور کبھی ملنے آئے تو اس سے پیار محبت سے ملے، اس کے حال احوال پوچھے، شاگردوں کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔

فصل ششم: پیر و مرید کے حقوق

پیر کی شرائط

پیر کے حقوق سے پہلے پیر کی شرائط معلوم ہونا ضروری ہے، جو پیران شرائط پر پورا ہی نہیں اترتا ان کے کوئی حقوق نہیں ہیں۔ جس پیر سے بیعت کرنی ہو اس میں چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے جن میں سے اگر ایک بھی کم ہو گی اس کا مرید ہونا جائز نہ ہو گا اگر کسی ایسے سے بیعت کی ہو تو اس بیعت کا توڑنا لازم ہے۔ (1) ایک یہ کہ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ (2) دوسری شرط ضروری علم کا ہونا اس لئے کہ بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ تیسری یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو۔ (4) چوتھی اجازت صحیح متصل ہو (یعنی شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا ہو بیچ میں منقطع نہ ہو) جیسا کہ اس پر اہل باطن کا اجماع ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 492، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پیر کے حقوق

جس جامع شرائط پیر کے ہاتھ پر انسان بیعت کر کے روحانی تعلیم حاصل کرتا ہے ان پیر کے حقوق بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ

ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدّق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلاف شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے، دوسرے کو اگر آسمان پر اُڑتا دیکھے جب پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے۔ ہنسنا تو بڑی چیز ہے اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اسی کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے، اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلّہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے، جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے، اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے، اس کی موت کے بعد بھی اس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے، روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت وعافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے، اور اگر انتقال ہو گیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ و درود کا ثواب پہنچائے۔ اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے۔ غرض اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کاربند رہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ ایسا ہو گا تو ہر وقت اللہ عزوجل وسید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد زندگی میں نزع میں قبر میں حشر میں میزان پر صراط پر حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی۔ اس کا پیر اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ

حضور پرنور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر یہ سلسلہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان سے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان سے اللہ رب العلمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو، پھر اس کا حسن اعتقاد سب کچھ پھل لاسکتا ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ 370، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن پیر کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "پیر واجبی پیر ہو چاروں شرائط کا جامع ہو وہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔اس کے حقوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے پرتو ہیں جس سے پورے طور پر براہونا محال ہے۔مگر اتنا فرض ولازم ہے کہ اپنی حدّ قدرت تک ان کے ادا کرنے میں عمر بھر ساعی رہے۔پیر کی جو تقصیر رہے گی اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاف فرماتے ہیں۔پیر صادق کہ ان کا نائب ہے یہ بھی معاف کرے گا کہ یہ تو ان کی رحمت کے ساتھ ہے۔ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ مرشد کے حق باپ کے حق سے زائد ہیں اور فرمایا ہے کہ باپ مٹی کے جسم کا باپ ہے اور پیر روح کا باپ ہے۔اور فرمایا کہ کوئی کام اس کے خلاف مرضی کرنا مرید کو جائز نہیں، اسکے سامنے ہنسنا منع ہے، اس کی بغیر اجازت بات کرنا منع ہے، اس کی مجلس میں دوسرے کی طرف متوجہ ہونا منع ہے، اس کی غیبت میں اسکے بیٹھنے کی جگہ بیٹھنا منع ہے، اس کی اولاد کی تعظیم فرض ہے اگرچہ بے جا حال پر ہوں، اس کے کپڑے کی تعظیم فرض ہے، اسکے بچھونے کی تعظیم فرض ہے، اس کی چوکھٹ کی تعظیم فرض، اس سے اپنا کوئی حال چھپانے کی اجازت نہیں اپنے جان ومال کو اسی کا سمجھے۔

پیر کو نہ چاہیے کہ بلاضرورت شرعی مریدوں کو مالی تکلیف دے انہیں جائز نہیں کہ

اگر اسے حاجت میں دیکھیں تو اس سے اپنا مال دریغ رکھیں۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کی ملک اور بندہ بے دام سمجھے،اس کے احکام کو جہاں تک بلا تاویلِ صریح خلافِ حکمِ خدا نہ ہوں حکمِ خدا ورسول جانے۔وباللہ التوفیق،واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ،جلد 26،صفحہ 562،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک جگہ آپ مرشد کے حقوق وآداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) یہ اعتقاد کرے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اور اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیوض وبرکات سے محروم رہے گا۔

(2) ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان ومال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

(3) مرشد جو کچھ کہے اس کو فورا بجالائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتدا نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال ومقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اس کا کرنا زہر قاتل ہے۔

(4) جو ورد وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس نے طرف اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

(5) مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے یہاں تک کہ سوائے فرض وسنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے۔

(6) حتی الامکان ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

(7) اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے۔

(8) اس کی طہارت یا وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔

(9) مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لائے۔

(10) اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیئے اور نہ وضو کرے، ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔

(11) اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے، بلکہ کسی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔

(12) جس جگہ مرشد بیٹھتا ہو اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

(13) اور اس کی طرف تھوکے بھی نہیں۔

(14) جو کچھ مرشد کہے اور کرے اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے اور کہتا ہے اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

(15) اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

(16) اگر کوئی شبہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس کے جواب کے لائق نہ تھا۔

(17) خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو اسے بھی عرض کر دے۔

(18) بے ضرورت اور بے اذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔

(19) مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور با آواز اس سے بات نہ کرے اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔

(20) اور مرشد کے کلام کو دوسرے سے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں اور جس بات کو یہ سمجھے کہ لوگ نہ سمجھیں گے تو اسے بیان نہ کرے۔

(21) اور مرشد کے کلام کو رَد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

(22) اور کسی دوسرے کا سلام و پیام شیخ سے نہ کہے۔

(23) جو کچھ اس کا حال ہو برا یا بھلا اسے مرشد سے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیبِ قلبی ہے اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا، مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

(24) اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

(25) جو کچھ فیضِ باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچتا ہے تب بھی یہ جانے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 581، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مرید کے حقوق

پیر پر مریدین کے بھی حقوق ہیں کہ وہ ان کو شریعت کا پابند بنائے ڈبہ پیروں کی طرح نہیں خود بھی خلافِ شرع افعال کرتا ہو اور مریدین کو بھی حرام افعال کرنے کی تلقین کرتا ہو اور علماء کو جاہل سمجھتا ہو جیسا کہ آج کل یہ بہت عام ہے۔ انہی جعلی پیروں نے تصوف کو بدنام کر دیا اور بدعقیدہ لوگوں کو اسی آڑ میں بدعقیدگی پھیلانے کا موقع دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مرید کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مرید کا پیر پر حق یہ ہے کہ اسے مثل اپنی اولاد کے جانے، جو بات بری دیکھے اس سے منع کرے، روکے، نیکیوں کی ترغیب دے۔ حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے، اپنی دعاؤں میں اسے شریک کرے، اس کی طرف سے براہ نادانی جو گستاخی بے ادبی واقع ہو اس سے درگزر کرے، اس پر اپنے نفس کے لئے ناراض نہ ہو، اس کی ہدایت کے لئے غصہ ظاہر کرے اور دل میں اس کی بھلائی کا خواستگار رہے، اس کے مال سے کچھ طلب نہ رہے، تا بمقدور اس کی ہر مشکل میں مددگار رہے وغیرہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 369 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پیر سے قطع تعلقی

جب کسی عام مسلمان سے قطع تعلقی کرنا جائز نہیں تو کامل پیر جو مرید کو رب تعالیٰ سے ملانے والا ہے اس سے قطع تعلقی بدرجہ اولیٰ ناجائز ہے۔ بلکہ اگر پیر سے تعلق تو قائم رکھا جائے لیکن اس کی بیعت توڑ دی جائے تو یہ بھی شرعاً ممنوع و ناپسندیدہ عمل ہے۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے: ''تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید بیعت (یعنی طالب ہونا) جائز بلکہ مستحب ہے اور جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کے اس سلسلہ میں بیعت کرے وہ تبدیل نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع اسی سلاسل اسی سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔'' (ملفوظ اعلی حضرت، حصہ اول، صفحہ 70، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اگر کسی ایسے پیر سے بیعت کر لی ہے جو بد مذہب ہے تو بیعت توڑنا اور قطع تعلقی کرنا واجب ہے، اگر پیر فاسق معلن ہے جیسے شرابی، زانی، چرسی، بھنگی، بے نمازی، داڑھی منڈوانے والا، ناچنے گانے والا، غیر محرم عورتوں کو دیکھنے چھونے والا وغیرہ تو اس سے بھی

بیعت توڑنا لازم ہے اور قطع تعلقی کرنا بھی جائز ہے بلکہ اگر قطع تعلقی کرنے سے وہ فسق سے باز آسکے گا تو قطع تعلقی کرنا بھی واجب ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''پیر میں چار شرطیں لازم ہیں:

اول سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علماء حرمین شریفین ہو۔ (اعلیٰ حضرت کے دور میں مکہ مدینہ پر تُرکوں کی حکومت تھی اور مکہ مدینہ کے علمائے کرام اہل سنت و جماعت تھے۔ اعلیٰ حضرت ان سنی علماء کے عقائد کا یہاں ذکر فرما رہے ہیں۔ انس رضا)

دوسرے اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

تیسرے فاسق معلن نہ ہو۔

چوتھے اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

جس میں یہ چاروں شرطیں جمع ہیں اس کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے اور ایسے پیر کے افعال واقوال پر اعتراض سخت حرام اور موجب محرومی برکات دارین ہے، اس کی جو بات اپنے ذہن میں خلاف معلوم ہو واجب ہے کہ اچھی تاویل کرے اور تاویل میں سمجھ نہ آئے تو یہ سمجھے کہ اس کا کوئی عمدہ منشا ہوگا جو میری سمجھ میں نہ آیا۔ اب آپ اپنے پیر کو دیکھیے ان چار شرطوں میں سے اگر کسی شرط کی کمی ہے تو بیعت ناجائز ہوئی، آپ کو چاہئے کہ کسی پیر جامع شرائط پر بیعت کریں، کمی شرط کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ اس کی منکوحہ باریک کپڑے پہنے جن سے بدن یا بال چمکتے ہوں، یا بالوں یا گلے یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا کپڑے اتنے چست ہوں کہ بدن کی ہیأت بتاتے ہوں اور وہ یوں علانیہ مجمع مرداں میں آتی ہے اور شوہر جائز رکھے تو دیوث فاسق معلن ہے قابل پیری نہیں، اور اگر ایسا نہیں اور چاروں شرطیں جمع ہیں تو اس پر اعتراض جائز نہیں اور اس کی بیعت سے

روگردانی منع ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ588، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ عصر حاضر میں پیری فقیری لائن میں بھی بڑی عجیب وغریب صورت حال ہے ڈبہ پیروں کے علاوہ بعض اہل علم حضرات اپنے مریدین کے دلوں میں دوسرے کامل پیرون کے بارے میں نفرتیں ڈالتے دیکھے گئے ہیں ، بلاوجہ کی تنقیدیں کرتے ہیں ، فقہی فروعی مسائل کے اختلاف کو عقیدے کی طرح سمجھ کر دوسروں کو گمراہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں ، کبھی بھرے مجمع میں سب کے سامنے دوسرے پیر کے مریدین کی بے عزتی کر دیتے ہیں تو کبھی دوسرے پیر کی بیعت توڑ کر اپنا مرید بنانے کے درپے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کئی مریدین اپنے پیر کے علاوہ کسی دوسرے کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ بزرگانِ دین نے یہ ضرور کہا کہ مرید اپنے پیر کو موجودہ تمام پیروں سے کامل جانے لیکن یہ نہیں کہا کہ اپنے پیر کے علاوہ کسی کو پیر ہی نہ جانے۔

فصل ہفتم: علماء وامام مسجد کے حقوق

جو عالم کا حق نہ پہچانے

علماء معاشرے کا معظم طبقہ ہے جس کی تعظیم کرنے کا شرع نے حکم دیا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَمْ يُجِلَّ كَبِيرَنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا" ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہیں کرتا اور ہمارے بچے پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانتا۔

(مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث عبادۃ بن الصامت، جلد 37، صفحہ 416،

مؤسسة الرسالة،بیروت)

عالم کا حق خفیف سمجھنے والا

المعجم الکبیر میں ہے "عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمْ إِلَّا مُنَافِقٌ: ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ، وَذُو الْعِلْمِ، وَإِمَامٌ مُقْسِطٌ" ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کے حق کو صرف منافق خفیف سمجھتا ہے: (1) وہ مسلمان جس کے بال سفید ہو چکے ہوں (2) عالم (3) عادل بادشاہ۔

(المعجم الکبیر،باب الصاد،عبید بن زحر، عن علی بن یزید مطرح بن یزید أبو المھلب، عن عبید الله بن زحر،جلد8،صفحہ202، مکتبة ابن تیمیة ،القاھرة)

عالم وعلماء کے خلاف طعن وتشنیع کرنے والا

آج ہر تیسرا چوتھا بندہ جسے کچھ آتا جاتا نہیں علماء پر اعتراض کرتا رہتا ہے۔ معاشرے میں ہونے والی تمام برائیوں کا ذمہ دار بھی علماء کو ٹھہراتے اور فضول بے تکے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔علماء کرام پر یہ طعن کرتے ہیں کہ یہ معاشرے کی اصلاح نہیں کرتے اور اپنا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی مسجد میں جا کر عالم دین کی تقریر نہیں سنی ہوتی، جمعہ بھی پڑھنا ہو تو آخری وقت میں آتے ہیں جب بیان ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

جب اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علمائے کرام کی شان وعظمت بیان کردی ہے تو پھر ایک عام مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ ان کے عظمت کو کمتر ثابت کرکے اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "جب عام مسلمانوں کے باب میں یہ احکام ہیں تو علماء کرام کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے۔حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"لایستخف بحقھم الامنافق۔رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ" علماء کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔طبرانی نے کبیر میں ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق رواہ ابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنھما" ان کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا منافق۔اسے ابوالشیخ نے التوبیخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقہ رواہ احمد والحاکم والطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ" جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔اسے احمد، حاکم اور طبرانی نے کبیر میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پھر اگر عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے، اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔خلاصہ میں ہے "من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر" جو کسی عالم سے بغیر سبب ظاہری کے عداوت رکھتا ہے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 128، 129، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جن کو بغیر کسی وجہ سے علماء سے بغض ہوتا ہے بات بات پر علماء پر زبان درازی اور گالی گلوچ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ مولوی

بخشے گئے تو ہم بھاگ کر جنت میں چلیں جائے گے۔ اگر ایک مولوی نے کسی شخص کے ساتھ بتقاضائے بشریت کچھ بُرا کیا ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سارے علماء کو ہی غلط سمجھا جائے اور ان تذلیل کرنا شروع کر دی جائے۔ معاشرے میں موجود ہر شعبہ میں اچھے بُرے افراد ہوتے ہیں۔

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ علماء کی شان اور عالم دین کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والوں پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اگر مسلمانوں کو عالم دین کے خلاف بھڑکاتے ہیں تو وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، اس لئے کہ جب عوام عالم دین سے بدظن ہو جائیں گے تو اس کی طرف رجوع کرنا اور اس سے حلال وحرام پوچھنا چھوڑ دیں گے جو ان کے دین و ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ عالم کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور استفادہ مسائل دینا اس کے حق میں زہر ہے۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 10، صفحہ 539۔ اور جو لوگ دینی کام کرنے والوں کی عزت بگاڑنے کے درپے ہو جاتے ہیں وہ شیطان کے مددگار، ظالم و جفا کار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا ساتھ نہ دیں بلکہ ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گناہگار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''من مشی مع ظالم لیقویہ و ھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام'' یعنی جو شخص ظالم کو تقویت دینے کے لئے اس کا ساتھ دے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔''

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 668، شبیر برادرز، لاہور)

امام مسجد کے حقوق

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محلے کی مسجد میں موجود امام صاحب بھی سنی عالم دین ہوں جو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کی تعظیم کی جائے۔ اگر محلے کی مسجد میں موجود امام عالم نہ ہوں تب بھی اس کی تعظیم کرنی چاہئے کہ وہ ہماری نمازوں کا ضامن ہے۔ آج کل محلے کے امام کو اگرچہ وہ عالم دین بھی ہو اسے نوکر سمجھا جاتا ہے، جسے گھر میں کوئی نہیں پوچھتا خود فاسق ہوتا ہے وہ امام مسجد کو جھاڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ انتظامیہ کا جب دل چاہتا ہے امام مسجد کو نوکری سے نکال دیتے ہیں جبکہ بلاوجہ شرعی امام کو امامت سے معزول کرنا، اسے ذلیل کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مسجد کو نوکر کہنا یا سمجھنا بے ادبی جس سے احتراز کرنا چاہئے۔ فتاوٰی فقیہ ملت میں ہے: ''کسی بھی عالم دین یا امام کو اگرچہ وہ بل پر دستخط کر کے وظیفہ وصول کرتے ہوں ٹرسٹی کا نوکر کہنا ہرگز درست نہیں۔ اس لئے کہ جیسے ماں، باپ کی بیوی ضرور ہے مگر اسے اس لفظ کے ساتھ یاد کرنا ماں کی توہین ہے۔ ایسے ہی بل پر دستخط کر کے وظیفہ وصول کرنے والا نوکر ضرور ہے مگر اسے نوکر کہنا اس کی توہین ہے۔ لہٰذا ٹرسٹی کے لئے ضروری ہے کہ وہ امام صاحب سے معذرت طلب کرے اور آئندہ ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کرے۔''

(فتاوٰی فقیہ ملت، جلد 2، صفحہ 366، شبیر برادرز، لاہور)

امام مسجد و عالم دین سے قطع تعلقی

اگر عالم یا امام مسجد فاسق معلن جیسے سود کھاتا ہے، داڑھی ایک مٹھی سے کم ہے، کالا خضاب لگانے والا ہے، فحش گو ہے، بدکردار ہے، بدمذہب ہے وغیرہ تو اس سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے۔ انتظامیہ و محلے والوں پر لازم ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں ورنہ وہ بھی گناہ گار ہوں گے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا

واجب ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے "(وکرہ إمامۃ الفاسق) لأنہ لا یھتم لأمر دینہ ولأن فی تقدیمہ للإمامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم إھانتہ شرعا، ملتقطا" ترجمہ: فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کے معاملے کو اہمیت نہیں دیتا (یعنی شرعی امور کا لحاظ و پابندی نہیں کرتا)، نیز اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔

(تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، جلد1، صفحہ134، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

غنیۃ المستملی میں ہے "لو قدموا فاسقا یأثمون، بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم" اگر فاسق کو امام بنایا تو وہ گناہ گار ہوں گے، اس بنا پر کہ فاسق کو امام بنانے کی کراہت تحریمی ہے۔

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، صفحہ279، مجتبائی، دہلی)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن داڑھی کٹوا کر حد شرع سے کم کروانے والے اور داڑھی منڈوانے والے کے بارے فرماتے ہیں: "وہ فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی۔ غنیہ میں ہے" لو قدموا فاسقا یأثمون " اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ لوگ گناہ گار ہونگے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ544، رضا فائونڈیشن، لاہور)

فتاوی فیض الرسول میں مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے امام کے متعلق سوال ہوا جس نے اپنی بیٹی کی شادی بدمذہب سے کی تھی تو آپ اس کے متعلق فرماتے ہیں: "(بدمذہبوں) کے ساتھ عقد کرنا اور ان کے یہاں آمدورفت رکھنا جائز نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام مذکور کی طرف جو باتیں منسوب کی گئی ہیں، اگر اس میں پائی جاتی ہیں اور واقعی وہ سنی المذہب ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے

یعنی اگر کسی نے پڑھ لی تو اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب اور لازم ہے۔ اگر دوبارہ نہیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 312، شبیر برادرز، لاہور)

اگر امام مسجد اعلانیہ گناہ نہ کرنے والا ہو چھپ کر گناہ کرتا ہے کہ لوگوں کو پتہ نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے یعنی نماز ہو جائے گی لیکن ثواب میں کمی آئے گی۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ۔ اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی تو پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد 6، صفحہ 601، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فصل ہشتم: حقوق العباد کی معافی تلافی

جتنے لوگوں کے حقوق بیان ہوئے ان سب کے حقوق پورے کرنا بہت مشکل ہے اس لئے بتقاضہ بشریت جن کے حقوق تلف کئے ہیں ان سے معافی مانگ لی جائے کیونکہ حقوق العباد میں جب تک بندہ معاف نہ کرے رب تعالیٰ بھی معاف نہیں کرتا۔ حقوق العباد کا معاملہ حقوق اللہ سے اس وجہ سے سخت ہے کہ اس میں بندوں کا حق بھی تلف ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کی بھی نافرمانی ہوتی ہے کہ شرع نے بندوں کے حقوق پورے کرنے کا حکم دیا ہے۔ پہلے تو ہر مومن کو یہی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر بھی اگر لوگوں کے حقوق تلف ہو جائیں تو ان سے معافی مانگ لی جائے ورنہ اگلے جہان میں اپنی نیکیاں دینی ہوں گی، اگر نیکیاں پاس نہ ہوئیں تو دوسروں کے گناہ لینے پڑیں گے۔

مفلس کون؟

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا:الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ:إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ“ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس مال وزر نہ ہو۔ فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، جلد 4، صفحہ 1997، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

حق العباد کس قدر ہیں اور یہ کس طرح معاف ہو سکتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ”حق العباد بھی کسی طرح معاف ہو سکتا ہے؟ بغیر اس کے معاف کئے جس کا حق ہے صاف ارقام فرمائیے اور حق العباد کس قدر ہیں؟ بینوا توجروا بیان فرمائیے اجر پائیے۔“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''حق العبد ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لئے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ تو یہ دو قسمیں ہوئیں، اول کو دیون، ثانی کو مظالم، اور دونوں کو تبعات اور کبھی دیون بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے یعنی کہیں تو دین پایا جاتا ہے مظلمہ نہیں، جیسے خریدی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہا دیون کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادا میں کمی و تاخیر ناروانہ برتی یہ حق العبد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں، اور کہیں مظلمہ پایا جاتا ہے دین نہیں جیسے کسی کو مارا، گالی دی، برا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہنچی۔ یہ سب حقوق العبد و ظلم ہیں مگر کوئی دین واجب الادا نہیں، اور کہیں دین اور مظلمہ دونوں ہوتے ہیں جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت، سود جوئے میں لیا، یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔ قسم اول میں تمام صور عقود و مطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول و فعل و ترک کو دین آبرو جان جسم مال قلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صدہا صورتوں کو شامل، تو کیونکر گنا سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ہاں ان کا ضابطہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانئے پھر حق کس قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنیوالا کون ﴿ومن یغفر الذنوب الا اللہ﴾ کون گناہ بخشے اللہ کے سوا۔

الحمد للہ کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے ''والکریم لایاتی منہ الا الکرم'' (کریم سے سوائے کرم کے کچھ اور صادر نہیں ہوتا۔) اور حقوق العباد میں بھی

ملک دیان عز جلالہ نے اپنے دار العدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان ومال وحقوق سب کا مالک ہے اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق وعدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون ومال وعزت وغیرہا کو معصوم ومحترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچا تا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یوہیں اب اس حرمت وعصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے بے ہمارے بخشے معاف ہو جانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔

حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"الدواوین ثلثة فدیوان لا یغفر اللّٰہ منه شیئا ودیوان لا یعبأ اللّٰہ به شیئا ودیوان لا یترك اللّٰہ منه شیئا فاما الدیوان الذی لا یغفر اللّٰہ منه شیئا فالاشراك باللّٰہ عزوجل واما الدیوان الذی لا یعبأ اللّٰہ به شیئا فظلم العبد نفسه فیما بینه وبین ربه من صوم یوم ترکه اوصلاۃ ترکها فان اللّٰہ تعالیٰ یغفر ذٰلك ان شاء ویتجاوز ان شاء و اما الدیوان الذی لا یترك اللّٰہ منه شیئا فمظالم العباد بینهم القصاص لامحالة۔ رواہ الامام احمد فی المسند والحاکم فی المستدرك عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها" یعنی دفتر تین ہیں۔ ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہیں اور ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا

اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے۔ امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں ام المومنین سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی روایت فرمائی۔

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیمة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء تنطحھا۔ رواہ الائمة احمد فی المسند ومسلم فی صحیحه والبخاری فی الادب المفرد والترمذی فی الجامع عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالی عنه" بیشک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ مُنڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے۔ ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ایک روایت میں فرمایا "حتی الذرة من الذرة۔ رواہ الامام احمد بسند صحیح" یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائے گا۔ اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہو گیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس

پر رکھے جائیں گے یہاں تک کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔ احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد، ازاں جملہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لادرھم لہ ولامتاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیمۃ بصلوۃ وصیام وزکوٰۃ ویأتی قدشتم ھذا وقد قذف ھذا واکل مال ھذا وسفك دم ھذا وضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ماعلیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار والعیاذ باللّٰہ سبحنہ وتعالٰی" یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔ فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ پاک اور بلند و برتر ذات کی پناہ۔

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے ولہذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "الغیبۃ اشد من الزنا" غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا "الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللّٰہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لایغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبداللّٰہ وابی سعید الخدری والبیھقی عنھما

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم "زانی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی میں) میں اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔

پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیوں سے بیزار ہوگا، پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کیسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت چپٹیں گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔ "الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول انہ یکون للوالدین علی ولد ھما دین فاذا کان یوم القیمۃ یتعلقان بہ فیقول انا ولد کما فیودان او یتمنیان لو کان اکثر من ذلک" طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمہارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کریں گے کاش ہمارا حق اور زائد ہوتا۔

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے امید خام خیال، ہاں کریم ورحیم مالک ومولیٰ جل جلالہ وتبارک وتعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا

قصور جنت معاوضہ میں عطا فرما کر عفو حق پر راضی کر دے گا ایک کرشمہ کرم میں دونوں کا بھلا ہوگا نہ اس کی حسنات اسے دی گئیں نہ اس کی سیأت اس کے سر رکھی گئیں نہ اس کا حق ضائع ہونے پایا بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر افضل پایا رحمت حق کی بندہ نوازی ظالم ناجی مظلوم راضی "فللّٰہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضی" پھر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد وثنا ہے جس کی ذات بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔

حدیث میں ہے "بینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم جالس اذ رأیناہ اضحك حتی بدت ثنایاہ فقال لہ عمر ما اضحکك یارسول اللّٰہ بابی انت وامی" یعنی ایک دن حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟ ارشاد فرمایا "رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزۃ فقال احدھما یارب خذلی مظلمتی من اخی فقال اللّٰہ تعالٰی للطالب کیف تصنع باخیك ولم یبق من حسناتہ شیء قال یارب فیحمل من اوزاری، وفاضت عینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بالبکاء ثم قال ان ذلك الیوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنھم من اوزارھم فقال اللّٰہ للطالب ارفع بصرك فانظر فرفع فقال یارب اری مدائن من ذھب وقصورا من ذھب مکللۃ باللؤلؤ لای نبی ھذا اولای صدیق ھذا اولای شھید ھذا قال لمن اعطی الثمن قال یارب ومن یملك ذلك قال انت تملکہ قال بماذا قال بعفوك عن اخیك قال یارب فانی قد عفوت عنہ

قال اللّٰہ تعالٰی فخذ بید اخیک فادخلہ الجنۃ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذلک اتقوا اللّٰہ واصلحوا ذات بینکم فان اللّٰہ یصلح بین المسلمین یوم القیمۃ رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی کتاب البعث والنشور وابو یعلٰی فی مسندہ وسعید بن منصور فی سننہ عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ" دو مرد میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہونگے، ایک عرض کرے گا: اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے۔ رب تعالٰی فرمائے گا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرے گا اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں، مدعی عرض کرے گا: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھالے۔ یہ فرما کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولٰی عزوجل مدعی سے کہے گا: نظر اٹھا کر دیکھ۔ وہ نگاہ اٹھا کر دیکھے اور کہے گا اے رب میرے! میں کچھ شہر دیکھتا ہوں سونے اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے یہ کس نبی کے ہیں یا کس صدیق یا کس شہید کے ہیں؟ مولٰی تبارک وتعالٰی فرمائے گا: اس کے ہیں جو قیمت دے۔ کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ فرمایا: تو۔ عرض کی: کیونکر؟ فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ کہے گا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔ مولٰی جل مجدہ فرمائے گا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے بیان کر کے فرمایا کہ اللہ تعالٰی سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو کہ مولٰی عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔ حاکم نے مستدرک میں امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور

میں ابویعلی نے مسند اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اذا التقی الخلائق یوم القیمة نادی منادیا یااهل الجمع تارکوا المظالم بینکم و ثوابکم علیّ۔ رواه الطبرانی عن انس ایضا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه بسند حسن" جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تدارک کرلو اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔ امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسند حسن اس کو روایت کیا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا "ان اللّٰہ یجمع الاولین والاخرین یوم القیمة فی صعید واحد ثم ینادی مناد من تحت العرش یااهل التوحید ان اللّٰہ عزوجل قدعفا عنکم، فیقوم الناس فیتعلق بعضهم ببعض فی ظلامات ثم ینادی منادیا اهل التوحید لیعف بعضکم عن بعض وعلیّ الثواب۔ رواه ایضا عن ام هانی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها" یعنی بیشک اللہ عزوجل روز قیامت سب اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا پھر زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے توحید والو! مولیٰ تعالیٰ نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے لوگ کھڑے ہوکر آپ کے دنیاوی مظلموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے منادی پکارے گا اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کردو اور ثواب دینا میرے ذمہ ہے۔ اسے بھی طبرانی نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

یہ دولت کبریٰ ونعمت عظمیٰ کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم وفضل سے

اس ذلیل روسیاہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ عکسہ مستحق کرامت گنہگار انند" (گنہگار شرف و بزرگی عطا کئے جانے کے لائق ہیں۔)

(وہ کون سے لوگ ہیں جن پر لوگوں کے حقوق ہوں گے اور قیامت والے دن رب تعالیٰ اپنے کرم سے معاف کردے گا؟)

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جمیل مژدہ صاف صریح بالتصریح یا کالتصریح تصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا:

(حاجی حج کرنے کے بعد حقوق العباد ادا کرنے سے پہلے یا کوشش کرتے ہوئے مر گیا تو اللہ عزوجل معاف فرمادے گا)

اوّل حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرہ جماع اور ہر قسم کے گناہ و نافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے گناہ کیے تے بشرط قبول سب معاف ہو جاتے ہیں، پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا تو اتنی مہلت نہ ملی کے حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہا فرائض کہ بجا نہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفو الٰہی پھر جائے اور حقوق العباد و دیون و مظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو ان سب کو مولیٰ تعالیٰ اپنے ذمہ کرم پر لے لے، اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرما کر مطالبہ و خصومت سے نجات بخشے۔ یوہیں اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت تدارک حقوق ادا کر لیا یعنی زکوٰۃ دے دی نماز روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچا تھا معاف کرا لیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کر دیا بوجہ قلت مہلت جو حق

اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کر دی، غرض جہاں تک طرق برائت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہوگئی اور اثم مخالفت حج سے دھل چکا تھا۔ ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے سر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے ان کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانہ بیقیدی نہیں ہوتا بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے" فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون و لاحول و لاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم " (بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی توفیق کے بغیر کسی میں نہیں۔) مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالیٰ یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب و احاطہ اطراف و جوانب اختیار کی نفیس تحقیق بعونہ تعالیٰ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے" وباللّٰہ التوفیق "(اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔)

احادیث ابن ماجہ اپنی سنن میں کاملاً اور ابوداؤد مختصراً اور امام عبداللہ بن امام احمد زوائد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابویعلیٰ مسند اور ابن حبان ضعفاء اور ابن عدی کامل اور بیہقی سنن کبریٰ و شعب الایمان و کتاب البعث والنشور اور ضیاء مقدسی بافادہ تصحیح مختارہ میں حضرت عباس بن مرداس اور امام عبداللہ بن مبارک بسند صحیح اور ابویعلیٰ و ابن منیع بوجہ آخر حضرت انس بن مالک اور ابونعیم حلیۃ الاولیا اور امام ابن جریر طبری تفسیر اور حسن بن سفیان مسند اور ابن حبان ضعفاء میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم اور عبدالرزاق مصنف اور

طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت اور دار قطنی وابن حبان حضرت ابو ہریرہ اور ابن منده کتاب الصحابہ اور خطیب تلخیص المتشابہ میں حضرت زید جد عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بطرق عدیدہ والفاظ کثیرہ ومعانی متقاربہ راوی" وھذا حدیث الامام عبداللہ بن المبارك علی سفین الثوری عن الزبیر بن عدی عن انس رضی اللہ تعالی عنه قال وقف النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم بعرفات وقد كادت الشمس ان تغرب فقال یابلال انصت لی الناس فقام بلال فقال فقال انصتوا لرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم فنصت الناس فقال یامعاشر الناس اتانی جبریل انفا فاقرانی من ربی السلام وقال ان اللہ عزوجل غفر لاهل عرفات واهل المعشر وضمن عنهم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه فقال یارسول اللہ هذا لنا خاصة قال هذا لكم ولمن اتی من بعدكم الی یوم القیمة فقال عمر بن الخطاب كثر خیر اللہ وطاب" یہ حدیث امام عبداللہ بن مبارک نے امام سفیان ثوری سے انہوں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا اس وقت ارشاد ہوا اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر، بلال نے کھڑے ہو کر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاموش ہو جاؤ، لوگ ساکت ہوئے۔ حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام و پیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات و مشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہو گیا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یارسول اللہ کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا

تمہارے لئے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے انتہی۔ "والحمدللہ رب العلمین" اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(وہ مجاہد جو جہاد کے دوران سمندر میں فوت ہو گیا اس سے بھی حق العبد معاف کر دیئے جائیں گے۔)

دوم شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو حدیثوں میں آیا کہ مولیٰ عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اس کی روح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اسے معاف فرماتا اور بندوں کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمہ کرم پر لیتا ہے۔ احادیث ابن ماجہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ اور ابونعیم حلیہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور شیرازی کتاب الالقاب میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے راوی "واللفظ لابی امامة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم یغفر لشهید البر الذنوب کلها الاالدین، و یغفر لشهید البحر الذنوب کلها والدّین" حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہیں۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد۔ اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ و حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔ "اللھم ارزقنا بجاھه عندك صلی اللہ تعالی علیه وسلم وبارك امین" اے اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بلند پایہ رتبہ کے طفیل جو ان کا تیری بارگاہ میں ہے ہمیں یہ دولت نصیب فرما آمین۔

(اہل سنت کا وہ فرد جسے ظلماً قتل کیا گیا وہ بھی حق العبد سے بری ہو جاتا ہے۔)

سوم شہید صبر یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کر کے بحالت بیکسی و مجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی کہ یہ بوجہ اسیری قتال و مدافعت پر قادر نہ تھا بخلاف شہید جہاد کہ مارتا مرتا ہے اس کی بیکسی و بیدست پائی زیادہ باعث رحمت الٰہی ہوتی ہے کہ حق اللہ و حق العبد کچھ نہیں رہتا "ان شاء اللہ تعالیٰ" اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ احادیث بزار ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "قتل الصبر لایمر بذنب الا محاہ" قتل صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسے مٹا دیتا ہے۔

نیز بزار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "قتل الرجل صبرا کفارۃ لما قبلہ من الذنوب" آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

"قال المناوی فی التیسیر ظاہرہ وان کان المقتول عاصیا ومات بلاتوبۃ ففیہ ردّ علی الخوارج والمعتزلۃ اہ ورأیتنی کتبت علی ہامشہ مانصہ اقول: بل لامحمل لہ سواہ فانہ ان لم یکن عاصیا لم یمر القتل بذنب وان کان تاب فکذالک فان التائب من الذنب کمن لاذنب لہ" علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گنہگار ہو اور بغیر توبہ مر جائے۔ پس اس میں خارجیوں اور معتزلہ کا رد ہے اھ، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ جس کی عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی محمل نہیں اس لئے کہ اگر مقتول گنہگار نہ ہو تو پھر قتل کا گناہ پر گزر نہ ہوگا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ

کرلی تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔

احادیث مطلق ہیں اور خصص مفقود وحدث عن البحر ولاحرج اور ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لو ان صاب بدعة مكذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بين الركن والمقام لم ينظرالله في شيء من امره حتى يدخله جهنم۔ رواه ابو الفرج في العلل من طريق كثير من سليم تاانس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فذكره" اگر کوئی بدمذہب تقدیر ہر خیر وشر کا منکر خاص حجر اسود ومقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ابو الفرج نے العلل میں کثیر بن سلیم تا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے روایت کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر پوری حدیث کو ذکر کیا۔

(مقروض جس کی نیت قرض ادا کرنے کی ہو لیکن زندگی نے مہلت نہ دی اس کا قرض اللہ عزوجل اپنے خزانہ قدرت سے ادا کردے گا۔)

چہارم مدیون جس نے بحاجت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں گئی نہ کی نہ کبھی تاخیر ناروا رکھی بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تاحد قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بمجبوری ادا نہ ہوسکا اور موت آگئی تو مولیٰ عزوجل اس کے ملنے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روز قیامت اپنے خزانہ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کردے گا

اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے واسطے ہے نہ تمام حقوق العباد کے لئے۔

احادیث احمد و بخاری و ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ اور طبرانی معجم کبیر میں بسند صحیح حضرت میمون کردی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں حضرت ابوامامہ باہلی اور احمد و بزار وطبرانی وابونعیم بسند حسن حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق اور ابن ماجہ و بزار حضرت عبداللہ بن عمرو اور بیہقی مرسلاً قاسم مولائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی "واللفظ لمیمون رضی اللہ تعالی عنہ:قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم من ادان دینا ینوی قضائه اداه اللّٰہ عنه یوم القیمة" یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ عزوجل اس کی طرف سے روز قیامت ادا فرمائے گا۔

حدیث ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ مستدرک میں یہ ہیں حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں "من تداین بدین وفی نفسه وفاؤه ثم مات تجاوز اللّٰہ عنه وارضی غریمه بماشاء" جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آ گئی اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کرے گا۔ نیک وجائز کی قید حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ظاہر کہ اس میں ضرورت جہاد وضرورت تجہیز وتکفین مسلمان وضرورت نکاح کو ذکر فرمایا بلکہ بخاری تاریخ اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک میں راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ان اللّٰہ تعالی مع الدائن حتی یقضی دینه مالم یکن دینه فیما یکره اللّٰہ" بیشک اللہ تعالیٰ قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

مجبوری رہ جانے کی تو حدیث ابن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت کہ رب العزت جل وعلا روز قیامت مدیون سے پوچھے گا تو نے کاہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا، عرض کرے گا اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے پہننے ضائع کردینے کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ "اتی علی اما حرق واما سرق واما وضیعة" آگ لگ گئی یا چوری ہوگئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا یوں رہ گیا۔ مولیٰ عزوجل فرمائے گا "صدق عبدی فانا احق من قضی عنك" میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرمادوں۔

پھر مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلہ میزان میں رکھ دے گا کہ نیکیاں برائیوں پر غالب آجائیں گی اور وہ بندہ رحمت الٰہی کے فضل سے داخل جنت ہوگا۔

(اولیاء وصالحین کی خطائیں معاف کردی جائیں گی۔)

پنجم اولیائے کرام صوفیہ صدق ارباب معرفت "قدست اسرارهم ونفعنا الله ببرکاتهم فی الدنیا والآخرة" ان کے راز پاک کردیئے گئے، اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے۔ کہ بنص قطعی قرآن روز قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ وسلامت ہیں۔

قال تعالیٰ ﴿الا ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولاهم یحزنون﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) آگاہ ہوجاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ کے دوست (ہر خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے) نہ انہیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تو ان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوق الٰہیہ میں اپنے منصب ومقام کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عزوجل

اسے وقوع سے پہلے معاف کر چکا کہ "قد اعطیتکم من قبل ان تسالونی وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی" میں نے تمہیں عطا فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو، اور میں نے تمہاری درخواست قبول کرلی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمہاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمہیں معاف کردیا۔

یونہیں اگر باہم کسی طرح کی شکررنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ "ستکون لاصحابی زلة یغفرها اللہ تعالی لهم لسابقتهم معی" عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنہیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر ارباب حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کرا کر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائیگا کہ ﴿ونزعنا ما فی صدورهم من غلّ اخوانا علٰی سرر متقبلین﴾ ان کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کردیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔

اسی مبارک قوم کے سرور سردار حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جنہیں ارشاد ہوتا ہے "اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم" جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔

انہیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا "ماعلی عثمن ماعمل بعد هذه ماعلی عثمن ماعمل بعد هذه" آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس

پر مواخذہ نہیں۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے حدیث "اذا احب اللہ عبداً لم یضرہ ذنب رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس و الامام القشیری فی رسالته وابن النجار فی تاریخه عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم" جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ محدث دیلمی نے اسے مسند الفردوس میں، امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔

کا عمدہ محمل یہی ہے کہ محبوبان خدا اول تو گناہ کرتے ہی نہیں "ان المحب لمن یحب مطیع" بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار مطیع ہوتا ہے۔

"وھذا ما اختارہ سیدنا الوالد رضی اللہ تعالیٰ عنه" (اور اسی کو ہمارے والدگرامی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) نے پسند فرمایا۔ اور احیاناً کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ وزاجر الٰہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے پھر "التائب من الذنب کمن لاذنب له" گناہوں سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ اس حدیث کا ٹکڑا ہے "وھذا مامشی علیه المناوی فی التیسیر" یہ وہی ہے جس پر علامہ مناوی نے تیسیر میں روش اختیار فرمائی۔ اور بالفرض ارادۂ الٰہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو ومغفرت واظہار مکان قبول ومحبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق وارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر ذنب بحمد اللہ تعالیٰ ہر طرح مفقود "والحمدللہ الکریم الودود، وھذا

مازدتہ بفضل المحمود" سب تعریف اس خدا کے لئے جو بزرگ و برتر، معزز اور بندوں کو دوست رکھنے والا اور ان کا محبوب ہے، یہ وہ ہے جس کا میں نے اللہ تعالیٰ ستودہ صفات کے فضل و کرم سے اضافہ کیا ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا "ینادی مناد من تحت العرش یااھل التوحید، الحدیث" عرش کے نیچے سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اے توحید پرستو، الحدیث۔ میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں کہ توحید خالص تام کامل ہر گونہ شرک خفی واخفی سے پاک و منزہ انہیں کا حصہ ہے بخلاف اہل دنیا جنہیں عبدالدینار عبدالدرہم عبد طمع عبد ہوی عبد رغب فرمایا گیا۔

وقال اللہ تعالیٰ ﴿افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

اور بیشک بے حصول معرفت الٰہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب وارادت بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں "لاالٰــہ الا اللہ" (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔) کے معنی عوام کے نزدیک "لامعبود الا اللہ" (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔) خواص کے نزدیک "لامقصود الا اللہ" (اللہ تعالیٰ کے سوا مقصود و مطلوب نہیں۔)، اہل ہدایت کے نزدیک "لامشھود الا اللہ" (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی وحدانیت کی گواہی دی جائے اور جس کی بارگاہ میں مخلوق حاضر ہونے والی ہو۔) ان اخص الخواص ارباب نہایت کے نزدیک "لاموجود الا اللہ" (اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقتاً کوئی موجود نہیں۔) تو اہل توحید کا سچا نام انہیں کو زیبا، ولہٰذا ان کے علم توحید کہتے

ہیں "جعلنا اللہ تعالٰی من خدامھم و تراب اقدامھم فی الدنیا و لآخرۃ و غفرلنا بجاھھم عندہ انہ اھل التقوٰی و اھل المغفرۃ امین" اللہ تعالٰی ہمیں ان کے خادموں میں شامل فرمائے اور دنیا و آخرت میں ان کے قدموں کی مٹی بنادے اور ان کے اس مرتبہ عالیہ کے طفیل جوان کا اس کی بارگاہ میں ہے ہمیں بخش دے بیشک وہی اس لائق ہے کہ اس سے خوف رکھا جائے اور وہی بخش دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اے اللہ! میری دعا قبول ومنظور فرما۔

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن واجود، وباللہ التوفیق۔

پھر ان صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحب حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دے کر اسی سے بخشوائیں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔ غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ امل بعید، اور کرم عمیم اور رحم عظیم، اور ایمان خوف ورجا کے درمیان۔ "وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی شفیع المذنبین نجاۃ الھالکین مرتجی البائسین محمد والہٖ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم" اور ہمیں اللہ تعالٰی ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اور گناہوں سے کنارہ کش ہونے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قدرت اس کی توفیق وعنایت کے بغیر کسی میں نہیں، وہ بلند مرتبہ بزرگ وبرتر ذات ہے، اللہ تعالٰی کی بے پایاں رحمتیں ہوں گنہگاروں کیلئے سفارش کرنے والی ذات پر، تباہ حالوں کے وسیلہ نجات پر اور ناامید ہونے والوں کے مرکز امید پر یعنی ہمارے آقا ومولٰی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر، ان کی سب اولاد اور ساتھیوں پر، سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ پاک بلند وبالا سب سے بڑا عالم ہے اور اس عظمت والی ذات کا علم نہایت درجہ کامل اور محکم ومضبوط ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 460۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حقوق العباد کا کفارہ

جس کا مال ظلماً کھایا یعنی چوری کی، ڈاکہ مارا، رشوت لی، جوا کھیل کر کمایا، جرمانہ لیا، زنا یا ناچ گانا پر اجرت لی سود لیا وغیرہ یہ سب مال جس جس سے لیا ہے اُسے واپس کیا جائے وہ مر گیا ہو تو اس کے ورثہ کو دیا جائے، اگر ورثہ کا بھی پتہ نہیں تو بغیر ثواب کی نیت سے کسی فقیر کو دے دیا جائے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "ذمہ زید حقوق العباد ہوں تو ان کا کیا کفارہ ہے اور کفارہ نہ ہو تو سبکدوشی کی کیا ضرورت ہے؟ بینوا توجروا۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "جس کا مال دبایا ہے فرض ہے کہ اُتنا مال اسے دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارث کو دے، وہ نہ ہوں فقیر کو دے، بے اس کے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اور جسے علاوہ مال کچھ ایذا دی ہو یا برا کہا ہو اس سے معافی مانگے یہاں تک کہ وہ معاف کر دے، جس طرح ممکن ہو معافی لے، وہ نہ رہا ہو اور تھا مسلمان تو اس کے لئے صدقہ وتلاوت ونوافل کا ثواب پہنچاتا رہے، اور کافر تھا تو کوئی علاج نہیں سوا اس کے کہ اپنے رب کی طرف رجوع اور توبہ واستغفار کرتا رہے وہ مالک وقادر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 380، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر حرام کمانے والا خود مر گیا تو ورثہ کو چاہئے کہ اس کا یہ حرام مال لوگوں کو واپس

کریں، اگر لوگوں کا علم نہیں تو کسی شرعی فقیر کو دے دیں۔

جس کی بیوی سے زنا کیا ہو اس سے معافی مانگنا

اگر معاذ اللہ کسی عورت سے زنا کیا اور اس کے اولیاء (والدین، بھائی، شوہر وغیرہ) کو پتہ چل جائے تو ان سب سے معافی مانگنا ضروری ہے کہ ان کی حق تلفی ہوئی ہے۔ اگر انہیں زنا کا پتہ نہیں چلا تو اب توبہ استغفار کافی ہے لیکن بہتر ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کے رشتہ داروں سے معافی مانگ لی جائے۔

معافی اس انداز سے مانگیں کہ معافی بھی مل جائے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے کہ زنا کی معافی مانگی جارہی ہے۔ معافی یوں مانگے: چھوٹے سے چھوٹا بڑے سے بڑا جو گناہ ایک مرد دوسرے کا کرسکتا ہے جان مال عزت آبرو ہر شے کے متعلق اس میں سے جو تیرا میں نے گناہ کیا ہو سب مجھے معاف کردے۔

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ''ایک شخص نے ایک غیر عورت سے زنا کیا اور اسی عورت کا والدین اور برادران اور خورداران وغیرہم موجود ہیں اب وہ شخص زنا کار اس زانیہ عورت سے معافی لینا چاہتا ہے آیا فقط اس زانیہ سے معافی لینا چاہئے یا والدین اور برادران اور خورداران سے بھی معافی لینا ضروری ہے اور اگر حقوق العباد معاف ہو تو حقوق اللہ معاف ہوگا یا نہیں؟ یا توبہ استغفار سے ہوگا؟''

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''حقوق اللہ معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں: اوّل توبہ، قال اللہ تعالیٰ ﴿ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات﴾ وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔

دوم عفوِ الٰہی، قال اللہ تعالیٰ ﴿فیغفر لمن یشاء ویعذب من

یشاء﴾ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے معاف فرمادے، اور جس کو چاہے سزا دے۔

وقال اللہ تعالیٰ ﴿ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے کیونکہ وہی گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اور حقوق العباد معاف ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(1) جو قابل ادا ہے ادا کرنا ورنہ ان سے معافی چاہنا، صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ اوشیء فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لایکون دینار ولادرھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمۃ وان لم یکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ" جس کے ذمہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہ لے قبل اس وقت کے آنے کے کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا نہ اشرفی، اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر اسے دی جائیں گی ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے۔

(2) دوسرا طریقہ یہ کہ صاحب حق بلا معاوضہ لئے معاف کردے، قال تعالیٰ ﴿فاعفوا واصفحوا﴾ تم دوسروں کو معاف کردو اور ان سے درگزر کرو۔

وقال تعالیٰ ﴿الا تحبون ان یغفر اللہ لکم﴾ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے۔

اور بعض طرق جامعہ جن سے حقوق اللہ و حقوق العباد باذن اللہ تعالیٰ سب معاف ہوجاتے جن کی تفصیل ہم نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی۔

"منها شهادة البحر، ومنها قتل الصبر ومنها الحج المبرور وغير ذلك" ان میں سے دریائی شہادت ہے ان میں سے روک کر نشانہ سے مار ڈالنا ہے، اور اُن میں سے حج مقبول، اور اسی نوع کے دوسرے کام ہیں۔

عورت اگر معاذ اللہ زانیہ ہے یعنی زنا اس کی رضا سے ہوا تو اس میں اس کا کچھ حق نہیں تو اس سے معافی کی حاجت کیا بلکہ خود اوروں کے حق میں گرفتار ہے جبکہ شوہر یا محارم رکھتی ہو زنا کی اطلاع شوہر یا اولیائے زن کو پہنچ گئی تو بلاشبہ ان سے معافی مانگنا ضرور ہے بے اُن کے معاف کئے معاف نہ ہوگا اور اگر اطلاع نہ پہنچی تو اب بھی ان کا حق متعلق ہوا یا نہیں، دربارہ غیبت علماء نے تصریح فرمائی کہ متعلق نہ ہوگا اور اس وقت ان سے معافی مانگنے کی حاجت نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے "قال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالى قد تكلم الناس فى توبة المغتابين هل تجوز من غير ان يستحل من صاحبه قال بعضهم لايجوز وهو عندنا على وجهين احدهما ان كان ذلك القول قدبلغ الى الذى اغتابه فتوبته ان يستحل منه وان لم يبلغ اليه فليستغفر الله سبحنه ويضمر ان لايعود الى مثله" فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں نے غیبت کرنے والوں کی توبہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے، کیا جس کی غیبت کی اس سے معاف کرائے بغیر توبہ کرنی جائز ہے یا نہیں؟ بعض نے فرمایا کہ جائز نہیں۔ اور اس کی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کو غیبت کی اطلاع ہو گئی تو پھر توبہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے معاف کرائے اور اگر اسے اطلاع نہیں ہوئی تو اس صورت میں صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر ایسا کبھی نہ کرے گا۔

درمختار میں ہے "اذا لم تبلغه یکفیه الندم" اگر غیبت کی اطلاع (جس کی غیبت کی گئی) اس کو نہ ہو تو پھر صرف ندامت کافی ہے۔

اور دربارہ زنا اس کی کوئی تصریح نظر سے نہ گزری، ظاہراً یہاں بھی یہی حکم ہونا چاہئے "وقد جاء فی الحدیث الغیبة اشد من الزناء" حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیبت زنا (بدکاری) سے بھی بدتر گناہ ہے۔

مگر ازاں جا کہ اس بارے میں کوئی تصریح نظر سے نہ گزری معافی چاہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس نے معاف کر دیا تو اطمینان کافی ہے مگر طلب معافی میں نہ تو صاف تصریح زنا ہو کہ شاید اس کے بعد معافی نہ ہو بلکہ ممکن کہ اس سے فتنہ پیدا ہو اور نہ اتنی ہی اجمالی پر قناعت کی جائے کہ مجھے اپنے سب حق معاف کر دے کہ اس میں عنداللہ اُتنے ہی حقوق معاف ہوں گے جہاں تک اس کا خیال پہنچے لہٰذا تعمیم عام کے الفاظ ہونا چاہئیں جو ہر قسم گناہ کو یقیناً عام بھی ہو جائیں اور وہ تصریح خاص باعث فتنہ بھی نہ ہو مثلاً چھوٹے سے چھوٹا بڑے سے بڑا جو گناہ ایک مرد دوسرے کا کر سکتا ہے جان مال عزت آبرو ہر شے کے متعلق اس میں سے جو تیرا میں نے گناہ کیا ہو سب مجھے معاف کر دے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد24، صفحہ374، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس انداز سے معافی مانگنا کہ "جو کہا سنا ہے معاف کرو"

زنا اور دیگر بڑے حقوق تلف ہونے پر معافی مانگنے کے الفاظ ایسے نہ ہوں جو عام طور پر معافی مانگتے ہوئے بولے جاتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے "میں نے اگر آپ کو بڑے سے بڑا اگر کوئی حق تلف کیا ہے تو اس سے معافی مانگتا ہوں۔" امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "(1) ایک شخص کا ایک عورت نا کتخدا سے یعنی بلا نکاح کنواری

عورت سے باہمی محبت تھی کوئی تعلق ناجائز نہ تھا، پھر اس کا نکاح ایک دوسرے مرد سے ہوگیا، بعد نکاح کے پہلے شخص نے اس عورت سے زنا کیا، اس کے شوہر کو معلوم نہ ہوا، کچھ مدت کے بعد زنا کرنے والے شخص نے اس کے شوہر سے اس طرح معافی چاہی کہ میں نے جو کچھ تمہارا گناہ کیا ہے اس کو معاف کردیا جو کچھ کہاسنا ہے معاف کرو۔ اس نے کہا کہ معاف کیا۔ پھر وہ عورت مرگئی۔ اب آپ یہ فرمایئے گا کہ آیا یہ معافی جو اوپر تحریر ہے کافی ہے یا نہیں؟ اور اگر نا کافی ہے تو کس طرح معافی لینا چاہئے تا کہ یہ گناہ عظیم اللہ تعالیٰ معاف کردے۔

(2) وہ کون کون سے گناہ ہیں جو اللہ اس وقت معاف کرے گا پیشتر اس کا بندہ جس کے ساتھ گناہ ہوا ہے معاف کرے جیسا کہ شوہر والی عورت کا زنا۔''

جواباً آپ فرماتے ہیں: (1) یوں کہنا کہ ''جو کہاسنا ہے معاف کرو'' اصلاً کافی نہیں کہ زنا کہے سنے میں داخل نہیں اور یوں کہنا کہ ''میں نے جو تیرا گناہ کیا ہے معاف کردے'' یہ اگر ایسی تعمیموں کے ساتھ کہا کہ زنا کو بھی شامل ہوا اور اس نے اسی عموم کے طور پر معاف کیا تو معاف ہوگیا اور اگر اتنی ہی گول مجمل لفظ تھے جس سے اس کا ذہن ایسی بڑی بات کی طرف نہ جاسکے ہلکی باتیں مثلاً برا بھلا کہنا غیبت کرنا یا کچھ مال دبا لینا ان کی طرف ذہن جائے تو یہ معافی انہیں باتوں کے لئے خاص رہے گی اور قول اظہر پر زنا کو شامل نہ ہوگی نہ لہٰذا اسے اس سے یوں کہنا چاہئے کہ دنیا میں ایک مرد دوسرے کا جس جس قسم کا گناہ کرسکتا ہے جسم یا جان یا مال یا آبرو وغیرہ وغیرہ کے متعلق ان سب میں چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا جو کچھ بھی مجھ سے تمہارے حق میں واقع ہوا سب لوجہ اللہ معاف کردو، اور اس تعمیم کو خوب اس کے ذہن میں کردے اور اس کے بعد وہ صاف معاف کرے تو امید

واثق ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ معاف ہو جائے۔

(2) تمام حقوق العباد ایسے ہی ہیں کہ جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معافی نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 373، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسلمان کی توبہ قبول کرنا واجب ہے

اگر کوئی مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کر لے تو دیگر مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کی توبہ کو قبول کریں کہ جب رب تعالیٰ گناہ بعد از توبہ معاف کر دیتا ہے تو بندوں کی کیا مجال ہے وہ انکار کریں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک مسلمان سنی حنفی مسمی گلزار خان نے ایک عورت قوم مہتر سے تعلق ناجائز پیدا کر لیا عرصہ تک اس عورت کے مکان پر رہ کر اکل وشرب اس کے ساتھ کرتا رہا، کچھ عرصہ بعد بوجہ تائید غیبی یا شرم دنیاوی عورت سے اس نے قطع تعلق کر کے اپنے افعال سابقہ سے ایک مجمع عام میں تائب ہو گیا، تائب ہونے کے بعد مسلمانان قرب وجوار نے مسمی گلزار کے ساتھ برابر بلا اکراہ مواکلت ومشاربت جاری کر دی، متعدد لوگ ایسے ہیں جو گلزار اور اس کے ساتھ شریک مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور جہلا کو اپنا ہم خیال کرتے اور بیان کرتے کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا اور توبہ کوئی چیز نہیں۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "یہ متعدد لوگ محض خطا وظلم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے، اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں ہے ﴿ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئٰت﴾ اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے ﴿الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ﴾ کیا انھیں خبر

نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اتا
اخوۃ متنصلا فلیقبل ذلك منه محقا کان او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی
الحوض ۔ رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه" جس کے پاس ا
کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے
حق پر ہو یا ناحق پر، اگر عذر قبول نہ کرے گا تو روز قیامت حوض کوثر پر میرے حضور حاضر ہو
نصیب نہ ہوگا۔ (اسے حکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی
اس نے دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے، اللہ عزوجل
فرماتا ہے ﴿یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم﴾ اے
ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایاکم والظن فان الظن اکذب
الحدیث ۔ رواہ الائمة مالك والبخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی عن ابی
ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه" گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات
ہے۔ (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا۔)

اور اگر یہ مراد ہو کہ سرے سے توبہ کوئی چیز نہیں تو معاذ اللہ صریح کفر ہے۔ نیز گلزار
اور اس کے شریک مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھنا کافرانہ خیال ہے اور یہ کہنا کہ گلزار
خاں کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتا اللہ عزوجل و شرع مطہر پر افتراء ہے ان لوگوں پر فرض

ہے کہ توبہ کریں اور گلزار اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے معافی چاہیں پھر ان کو چاہئے کہ تجدید اسلام کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 609 — رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❁باب سوئم: قطع تعلقی کی جائز و ناجائز صورتیں❁

فصل اول: صلہ رحمی کی تعریف، اقسام، درجات اور صورتیں

صلہ رحمی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

صلہ کا لغوی معنی ضم اور جمع کے ہیں یعنی یوں کہا جاتا ہے شے کو دوسری شے سے ملانا۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ رشتہ داریاں قائم رکھنا اور رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا۔ صلہ رحمی فقط یہی نہیں کہ جو ہم سے تعلق جوڑے ہم بھی اس سے تعلق جوڑیں بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ جو ہم سے تعلق توڑے ہم اس سے تعلق جوڑیں۔ بخاری، ابوداؤد، ترمذی کی حدیث پاک ہے "لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِءِ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِی إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہُ وَصَلَھَا" ترجمہ: بدلہ دینے والا (یعنی جس سے تعلق قائم کیا جائے تو وہ بھی جواباً تعلق قائم رکھے اور جو تعلق توڑے اس سے تعلق توڑ دے) صلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ شخص ہے جب اس سے ناطہ توڑا جائے تو وہ اس کو ملائے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب: لیس الواصل بالمکافئ، جلد 8، صفحہ 6، دار طوق النجاۃ، مصر)

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُولَ اللہِ إِنَّ لِی قَرَابَۃً أَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُونِی، وَأُحْسِنُ إِلَیْھِمْ وَیُسِیئُونَ إِلَیَّ، وَأَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُونَ عَلَیَّ، فَقَالَ: لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ، فَکَأَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللہِ ظَھِیرٌ عَلَیْھِمْ مَا دُمْتَ عَلَی ذٰلِکَ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور

وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں، میں ان سے بردباری کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بداخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اور جب تک تو ایسا ہی کرتا رہے گا اللہ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، جلد 4، صفحہ 1982، دار إحیاء التراث العربی۔ بیروت)

صلہ رحمی کی اقسام

صلہ رحمی دو طرح کی ہے: ایک ذی رحم رشتہ دار اور دوسرے غیر ذی رحم رشتہ دار۔ ذی رحم رشتہ دار سے مراد یہ ہے کہ ایسا رشتہ دار کہ اگر دونوں میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کیا جائے تو ان کا باہم نکاح حرام ہوتا ہو جیسے ماموں، پھوپھی، بھانجا، بھتیجا وغیرہ۔

صلہ رحمی کے درجات

رشتہ دار ذی رحم ہو یا غیر ذی رحم دونوں سے صلہ رحمی کرنا واجب ہے اگرچہ ذی رحم رشتہ دار زیادہ صلہ رحمی کا حقدار ہے۔ جس رشتہ دار کا نسب جتنا زیادہ قریبی ہے وہ صلہ رحمی کا اتنا ہی زیادہ حق دار ہے۔ پھر والدین کا حق تمام رشتہ داروں سے زیادہ ہے اور والدہ کا حق والد سے مقدم ہے۔ پھر والد کی وفات کے بعد صلہ رحمی میں بڑا بھائی باپ کے درجے میں ہوتا ہے اور اسی طرح دادا اور اوپر تک۔ حدیث پاک میں چچا کو بھی باپ کی مثل کہا گیا ہے۔ اور بڑی بہن اور خالہ صلہ رحمی میں ماں کی مثل ہیں۔ شعب الایمان میں ہے "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ وَالِدَيَّ شَيْءٌ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟

قَالَ: خِلَالٌ اَلِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ وَصِيَّتِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا" ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تجھ سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑ، جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر۔ صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا والدین کی وفات کے بعد ان سے نیکی کرنا باقی رہتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے لئے استغفار کرنا، اس کی (جائز) وصیت پوری کرنا، والدین کے رشتہ داروں کا اکرام کرنا۔

(شعب الإيمان، صلة الارحام، جلد10، صفحه335، مكتبة الرشد، الرياض)

صلہ رحمی قائم رکھنے کی صورتیں

صلہ رحمی درج ذیل صورتوں میں قائم رہتی ہے:

رشتہ داروں سے ہر ہفتہ یا ہر مہینے میں ملاقات کرنا، رشتہ داروں کی مدد کرنا، ان کی حاجت پوری کرنا، خوشی وغمی میں شریک ہونا، اگر رشتہ دار قریب ہوں تو سلام کرنا، اگر رشتہ دار دور ہوں تو ان سے خط وکتابت سے تعلق قائم کرنا (یہ حکم غیر والدین کے لئے ہیں والدین کے لئے خط وکتابت کافی نہیں)، رشتہ داروں میں مال خرچ کرنا (یعنی مہمان نوازی، تحائف، اگر رشتہ دار غریب ہوں تو ان کو صدقہ دینا۔)

روالمحتار علی الدر المختار میں ابن عابدین محمد امین عابدین الدمشقی الحنفی فرماتے ہیں "(قَوْلُهُ وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَاجِبَةٌ) نَقَلَ الْقُرْطُبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ اتِّفَاقَ الْأُمَّةِ عَلَى وُجُوبِ صِلَتِهَا وَحُرْمَةِ قَطْعِهَا لِلْأَدِلَّةِ الْقَطْعِيَّةِ مِنْ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلَى ذَلِكَ قَالَ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ: وَاخْتَلَفُوا فِي الرَّحِمِ الَّتِي يَجِبُ صِلَتُهَا قَالَ قَوْمٌ: هِيَ قَرَابَةُ كُلِّ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ وَقَالَ آخَرُونَ، كُلُّ قَرِيبٍ مَحْرَمًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ اهـ وَالثَّانِي ظَاهِرُ إطْلَاقِ

الْمَتْنِ قَالَ النَّوَوِیُّ فِی شَرْحِ مُسْلِمٍ وَهُوَ الصَّوَابُ وَاسْتَدَلَّ عَلَيْهِ بِالْأَحَادِيثِ، نَعَمْ تَتَفَاوَتُ دَرَجَاتُهَا فَفِي الْوَالِدَيْنِ أَشَدُّ مِنَ الْمَحَارِمِ، وَفِيهِمْ أَشَدُّ مِنْ بَقِيَّةِ الْأَرْحَامِ وَفِي الْأَحَادِيثِ إِشَارَةٌ إِلَى ذَلِكَ كَمَا بَيَّنَهُ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ (قَوْلُهُ وَلَوْ كَانَتْ بِسَلَامٍ إِلَخْ) قَالَ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا يَصِلُهُمْ بِالْمَكْتُوبِ إِلَيْهِمْ، فَإِنْ قَدَرَ عَلَى الْمَسِيرِ إِلَيْهِمْ كَانَ أَفْضَلَ وَإِنْ كَانَ لَهُ وَالِدَانِ لَا يَكْفِي الْمَكْتُوبُ إِنْ أَرَادَا مَجِيئَهُ وَكَذَا إِنِ احْتَاجَا إِلَى خِدْمَتِهِ، وَالْأَخُ الْكَبِيرُ كَالْأَبِ بَعْدَهُ وَكَذَا الْجَدُّ وَإِنْ عَلَا وَالْأُخْتُ الْكَبِيرَةُ وَالْخَالَةُ كَالْأُمِّ فِي الصِّلَةِ، وَقِيلَ الْعَمُّ مِثْلُ الْأَبِ وَمَا عَدَا هَؤُلَاءِ تَكْفِي صِلَتُهُمْ بِالْمَكْتُوبِ أَوِ الْهَدِيَّةِ اهـ" ترجمہ: صلہ رحمی واجب ہے۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحمی واجب ہے اور قطع تعلقی دلائل قطعیہ قرآن وسنت کی رو سے حرام ہے۔ تبیین المحارم میں فرمایا: اس میں اختلاف ہے کہ صلہ رحمی کس سے رشتہ کے ساتھ واجب ہے۔ علماء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ ہر ذی رحم محرم سے واجب ہے اور دوسرے گروہ نے کہا کہ ہر رشتہ دار سے صلہ رحمی واجب ہے اور دوسرا گروہ کا موقف متن کے اطلاق سے ظاہر ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا: یہی دوسرا گروہ صحیح ہے اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔ ہاں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے درجات ہیں: والدین تمام محارم سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں۔ احادیث میں اس کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تبیین المحارم میں بیان کیا ہے۔ صلہ رحمی سلام کے ساتھ بھی قائم رکھنا واجب ہے۔ تبیین المحارم میں ہے اگر رشتہ دار دور ہیں تو خط وکتابت کے ذریعے تعلق رکھے، اگر ملاقات ممکن ہے تو ملاقات کرنا افضل ہے۔ اگر والدین ہیں تو ان سے فقط خط وکتابت کے ذریعے تعلق قائم نہیں رکھ سکتا جبکہ وہ اس کی خدمت کے محتاج ہیں یا ملنے کا

ارادہ رکھتے ہیں۔ بڑا بھائی والد کی وفات کے بعد باپ کی طرح ہے اسی طرح دادا اور پردادا۔ بڑی بہن اور خالہ ماں کی طرح ہیں۔ کہا گیا چچا باپ کی مثل ہے۔ جو ان کے علاوہ رشتے ہیں ان سے خط و کتابت اور تحائف کے ذریعے تعلق قائم رکھنا کافی ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، جلد 6، صفحہ 411، دار الفکر، بیروت)

غیروں کی بہ نسبت رشتہ داروں کو تحائف و صدقات دینا زیادہ ثواب ہے۔

ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ مَيْمُونَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ فَأَعْتَقْتُهَا، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: آجَرَكِ اللَّهُ، أَمَا إِنَّكِ لَوْ كُنْتِ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ" ترجمہ: حضرت میمونہ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری ایک لونڈی تھی میں نے اسے آزاد کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے ان کو اس کی خبر دی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے اس کا اجر دے۔ اگر تو اپنے ماموں کو یہ لونڈی دے دیتی تو تجھے زیادہ ثواب ہوتا۔

(سنن أبی داود، کتاب الزکوٰۃ، باب فی صلة الرحم، جلد 2، صفحہ 131، المکتبة العصریة، بیروت)

فصل دوم: قطع تعلقی کی تعریف، شرعی حکم اور قطع تعلقی کا خاتمہ

لغوی و اصطلاحی تعریف

عربی میں قطع تعلقی کو "الهجر" کہتے ہیں۔ لغوی طور پر ہجر کا مطلب چھوڑنا ہے اور یہ وصل (ملاپ) کی ضد ہے۔ اصطلاحی طور پر اس کا مطلب ہے جس سے صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے اس کو ترک کرنا۔

قطع تعلقی کا شرعی حکم

قطع تعلقی کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔فقہائے کرام کا اس میں اتفاق ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی سے قطع تعلقی کرنا حرام ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ تین دن سے کم قطع تعلقی کرنا جائز ہے۔صحیح بخاری میں ہے "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ" ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغض نہ رکھو اور کسی سے حسد نہ کرو، اور نہ کسی کی غیبت کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین رات سے زیادہ ترک تعلق کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الهجرة، جلد8، صفحه21، دار طوق النجاة، مصر)

سنن ابی داود میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے تین دن سے زائد اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑنا ناجائز ہے جس نے تین دن سے زائد چھوڑ دیا اور اسی حالت میں مر گیا تو جہنم میں جائے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فيمن يهجر أخاه المسلم، جلد4، صفحه279، المكتبة العصرية، بيروت)

ایک سال تک مسلمان بھائی سے قطع تعلقی کرنا ایسا ہے جیسے اسے قتل کرنا ہے۔

سنن ابی داود میں ہے "عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ" ترجمہ: حضرت ابو خراش

سلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کو ایک سال چھوڑے رکھا تو وہ گویا اس کا خون بہانے کے مترادف ہے۔

(سنن أبی داود، کتاب الادب،باب فیمن یہجر أخاہ المسلم،جلد 4،صفحہ 279،المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

تعلق ختم کرنے والوں کی ان دنوں مغفرت نہیں ہوتی ہے جن دنوں تمام مومنوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔ سنن ابوداود میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ، وَخَمِيسٍ فَيُغْفَرُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمَيْنِ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دونوں ایام میں ہر اس بندہ کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ ذرہ بھر شریک نہیں کرتا سوائے وہ شخص جس کے مسلمان بھائی اور اس کے درمیان بغض وعداوت ہو اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت یہاں تک کہ دونوں صلح کرلیں۔

(سنن أبی داود، کتاب الادب،باب فیمن یہجر أخاہ المسلم،جلد 4،صفحہ 279،المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

قطع تعلقی کو مطلقا حلال سمجھنا کفر ہے۔ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ میں ہے "قال ابن علان فی شرح الحدیث: فمن هجر فوق ثلاث فمات مصرا علی الهجر والقطیعة دخل النار إن شاء الله تعذیبه مع عصاة الموحدین، أو دخل النار خالدا مؤبدا إن استحل ذلك مع علمه بحرمته والإجماع علیها" ترجمہ: ابن

علان نے (تین دن سے زیادہ قطع تعلقی والی) حدیث کی شرح میں فرمایا: جو تین دن سے زیادہ قطع تعلقی پر اڑا رہا وہ آگ میں گیا۔ اللہ عزوجل چاہے تو مومن ہونے کے باوجود اسے عذاب دے یا ہمیشہ کے لئے جہنم میں گیا اگر قطع تعلقی کے حرام اور اس کی حرمت پر اجماع ہونے کے باوجود اسے حلال سمجھا۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد42، صفحه167، طبع الوزارة)

قطع تعلقی کا خاتمہ

جمہور فقہائے کرام کے نزدیک قطع تعلقی سلام سے ختم ہو جاتی ہے یعنی جب دو شخص آپس میں لڑے ہوں اور پھر ایک دوسرے سے سلام کرلے تو یہ سلام کرنا قطع تعلقی کے وبال کو ختم کر دیتا ہے۔ پھر اگر ایک سلام کرے اور دوسرا سلام کا جواب نہ دے تو سلام کرنے والا بری ہو گیا۔ ابوداؤد شریف میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے مومن کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ اگر تین سے زیادہ دن گذر جائیں تو اسے چاہیے کہ دوسرے سے ملاقات کرے، اسے سلام کرے اگر وہ سلام کا جواب دے تو دونوں اجر میں مشترک ہیں، اگر وہ سلام کا جواب نہ دے تو سارا وبال اور گناہ اسی نے اٹھایا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فیمن یھجر أخاه المسلم، جلد 4، صفحه 279، المكتبة العصرية، بيروت)

بعض اوقات شیطان دو لڑے ہوئے مسلمانوں میں صلح نہیں ہونے دیتا اور اسے

اَنا کا مسئلہ بنا دیتا ہے، ہر ایک کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ غلطی اس کی ہے وہ پہلے معافی مانگے ،اسی کشمکش میں بعض اوقات کئی دن اور مہینے گزر جاتے ہیں اور میاں بیوی میں یہ دوری بعض اوقات طلاق کا باعث بن جاتی ہے۔ اگر مسلمان یہ بات ذہن میں رکھ کر معافی میں پہل کرے کہ معافی مانگنے سے یہ کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہم غلط اور وہ صحیح ہے۔ پھر جس سے معافی مانگی ہے وہ یہ نہ سوچے کے یہ غلط تھا اس لئے اپنی غلطی کے احساس پر اس نے معافی مانگی ہے بلکہ یہ سوچے اس میں رشتہ نبھانے کی قابلیت مجھ سے زیادہ ہے۔

فصل سوئم: قطع تعلقی کی جائز صورتیں

جس شریعت نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور قطع تعلقی سے منع کیا ہے، اسی شریعت نے بعض لوگوں سے قطع تعلقی کا حکم دیا ہے چنانچہ جس شخص سے دین و دنیا کا ضرر ہو اس سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے جیسے گمراہ، فاسق و فاجر وغیرہ جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ "يسن هجر من جهر بالمعاصي الفعلية والقولية والاعتقادية ، وقيل: يجب إن ارتدع به ، وإلا كان مستحبا۔۔۔ قال ابن علان في تعليقه على حديث: لا يحل لمؤمن أن يهجر مؤمنا فوق ثلاث ، فإن مرت به ثلاث فليلقه فليسلم عليه ، فإن رد عليه السلام فقد اشتركا في الأجر ، وإن لم يرد عليه فقد باء بالإثم إذا كان الهجر من المؤمن للمؤمن لله تعالى بأن ارتكب المهجور بدعة أو تجاهر بمعصية فليس من هذا في شيء ، والوعيد لا يتناوله أصلا ، بل هو مندوب إليه" یعنی قطع تعلقی کرنا اس سے مسنون ہے جو اعلانیہ قولا یا فعلا گناہ اور باطل عقائد میں مبتلا ہو اور کہا گیا اگر قطع تعلقی سے وہ گناہ چھوڑ دے تو قطع تعلقی واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ ابن علان نے اس حدیث پاک کی شرح میں فرمایا: کسی مومن کے لئے حلال

نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرے۔ پھر اگر ملیں اور ایک دوسرے کو سلام کرے تو دوسرا سلام کا جواب دے تو دونوں اجر میں برابر ہیں اور اگر دوسرا سلام کا جواب نہ دے تو وبال اس دوسرے پر ہے۔ ہاں اگر مومن سے قطع تعلقی اللہ عزوجل کے لئے ہو کہ وہ بدعقیدگی اور علانیہ گناہ کرنے والا ہو تو اس صورت میں قطع تعلقی کرنے کی وعید میں مبتلا نہ ہوگا بلکہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، جلد36، صفحہ122، دار الصفوۃ، مصر)

علامہ سندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "قالوا وإذا خاف من مكالمة أحد ومواصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل عليه مضرة في دنياه يجوز له مجانبته" ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی سے بات چیت کرنے اور میل جول رکھنے سے اپنے دین کے خراب ہونے یا دنیاوی ضرر پہنچنے کا خوف ہو تو اس شخص سے علیحدگی جائز ہے۔

(حاشیہ سندی علی ابن ماجہ، جلد1، صفحہ23، دار الجیل، بیروت)

بدمذہبوں سے قطع تعلقی

بدمذہب و گمراہ کسے کہتے ہیں؟

اہل سنت و جماعت کے عقائد قرآن و حدیث سے ثابت ہیں جن پر اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد میں آنے والے ائمہ کرام و علمائے کرام نے صراحت کی اہل سنت و جماعت جنتی فرقہ ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل سنت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "أهل السنة المتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وإن قلوا وإن قلوا وأما أهل البدعة فالمخالفون لأمر الله ولكتابه ورسوله العاملون برأيهم وأهوائهم وإن كثروا" ترجمہ: اہل سنت وہ

ہے جس نے اللہ عزوجل ورسول کے طریقے کوتھاما ہوا ہے اگرچہ تھوڑے ہوں۔ اہل بدعت وہ ہیں جنہوں نے قرآن اور رسول اللہ کی شریعت کی مخالفت کی اور اپنی عقل وخواہش پر چلے اگرچہ یہ زیادہ ہوں۔

(کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق، خطب علی ومواعظہ، جلد16، صفحہ193، بیروت)

تفسیر در منثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔ کی تفسیر فرماتے ہیں" وأخرج الخطيب في رواة مالك والديلمي عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله تعالى ﴿يوم تبيض وجوه وتسود وجوه﴾ قال: تبيض وجوه أهل السنة، وتسود وجوه أهل البدع

وأخرج أبو نصر السجزي في الإبانة عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ ﴿يوم تبيض وجوه وتسود وجوه﴾ قال: ((تبيض وجوه أهل الجماعات والسنة، وتسود وجوه أهل البدع والأهواء" ترجمہ: خطیب نے مالک و دیلمی رحمہما اللہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے اس فرمان "جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔" کے متعلق فرمایا: اہل سنت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے سیاہ ہوں گے۔

ابو نصر سجزی رحمۃ اللہ علیہ نے "ابانہ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ نے یہ آیت تلاوت کی "جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔" فرمایا: اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے

سیاہ ہوں گے۔ (تفسیر در منثور، سورۃ آل عمران، آیت 106، جلد2، صفحہ 291، بیروت)

ابن کثیر لکھتے ہیں "کلها ضلالة إلا واحدة وهم أهل السنة والجماعة المتمسكون بكتاب الله وسنة رسول الله" ترجمہ: سوائے ایک اہل سنت وجماعت فرقے کے بقیہ تمام فرقے گمراہ ہیں اور اہل سنت وجماعت فرقے ہی نے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم، جلد6، صفحہ 317، دار طیبة)

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قوله تعالى (قوا أنفسكم وأهليكم ناراً) فعليه أن يلقنها اعتقاد أهل السنة ويزيل عن قلبها كل بدعة" ترجمہ: اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ تو اس پر لازم ہے کہ خود اور اپنے گھر والوں کو عقائد اہل سنت سکھائے اور ان کے دلوں سے گمراہی کو دور کرے۔ (احیاء علوم الدین، جلد2، صفحہ 48، دار المعرفة، بیروت)

جس کے عقائد یا کوئی ایک عقیدہ اہل سنت وجماعت کے عقیدہ سے مختلف ہے وہ گمراہ ہے۔ اسلاف نے بدمذہب کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس کا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے خلاف ہو۔ تاج العروس اور معجم لغۃ الفقہاء میں ہے "أهل الأهواء: الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة والجماعة، وهم: الجبرية، والقدرية، والروافض، والخوارج، والمعطلة، والمشبهة" ترجمہ: گمراہ وہ لوگ ہیں جو وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو اہل سنت کا ہے۔ ان گمراہ فرقوں میں جبریہ، قدریہ، رافضی، خارجی، معطلہ، مشبہ فرقے ہیں۔ (معجم لغة الفقهاء، صفحہ 95، دار النفائس)

بدمذہب کو گمراہ، بدعتی، بے دین بھی کہا جاتا ہے اور مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو

بدمذہبی سے بھی بڑھ جائے اور ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو جائے جیسے نماز، زکوۃ، روزہ، حج، زکوۃ کا منکر، اللہ عزوجل و نبی علیہ السلام کا گستاخ، حدیثوں کا منکر، نیچری، قادیانی وغیرہ۔ مرتد کا حکم بدمذہب بلکہ کافر سے بھی زیادہ سخت ہے۔

بدمذہبوں سے قطع تعلقی کا ثبوت قرآن و حدیث سے

اللہ عزوجل نے گمراہوں سے قطع تعلقی کا حکم دیا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(سورۃ الانعام، سورۃ 6، آیت 68)

علامہ شیخ احمد المعروف ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "وان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع" ترجمہ: ذکر کردہ آیۃ کریمہ ہر کافر، بدعتی اور فاسق کو شامل ہے۔ ان سب کے پاس بیٹھنا شرعاً منع ہے۔

(التفسیرات الاحمدیہ، سورہ انعام، سورۃ 6، آیت 68، صفحہ 388، مطبوعہ مکتبۃ الحرم، لاہور)

قرآن پاک میں ہے ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ ھُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ (سورۃ المجادلہ، سورۃ 58، آیت 22)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "والمراد بمن حاد اللہ ورسولہ المنافقون والیھود والفساق والظلمۃ والمبتدعۃ والمراد بنفی

الوجدان نفی المؤادة علی معنی انه لا ینبغی أن یتحقق ذلك وحقه أن یمتنع ولا یوجد بحال۔۔۔۔۔وعن سهل بن عبد الله التستری قدس سره من صحح إیمانه وأخلص توحیده فانه لا یأنس الی مبتدع ولا یجالسه ولا یؤاکله ولا یشاربه ولا یصاحبه ویظهر من نفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلبه الله حلاوة السنن ومن تحبب الی مبتدع لطلب عز فی الدنیا او عرض منها اذله الله بتلك العزة وأفقره الله بذلك الغنی ومن ضحك الی مبتدع نزع الله نور الایمان من قلبه" ترجمہ: اللہ ورسول کے مخالف، منافق، یہود، فساق، ظالم، بدعتی لوگ ہیں، اور نہ پائیں سے مراد محبت وتعلق کی نفی ہے یعنی ایسے لوگوں سے محبت وتعلق قائم نہ کیا جائے۔ سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہ سے منقول ہے کہ صحیح الایمان والاخالص توحید والا شخص نہ بدعتی لوگوں کی رغبت رکھے، نہ ان کے پاس بیٹھے، نہ ان کے ساتھ کھائے، نہ ان کی صحبت میں جائے اور ان سے عداوت وبغض کا مظاہرہ کرے۔ جو بدعتی کے معاملہ میں کمزوری دکھائے اللہ تعالیٰ اس سے سنت کی حلاوت کو سلب فرماتا ہے اور جو شخص بدعتی کی دعوت کو دنیاوی عزت یا سامان کی خاطر قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس غناء کے باوجود ذلیل وفقیر کردیتا ہے۔ جو بدعتی کی طرف مسکرائے اللہ عزوجل اس کے دل سے ایمان کا نور اٹھالے گا۔

(روح البیان، جلد 9، صفحہ 412، دار الفکر، بیروت)

گمراہ لوگ بدترین مخلوق

ان گمراہوں سے بچنے کا حکم کیوں نہ ہو کہ یہ تمام مخلوقات سے بدترین مخلوق ہیں جیسا کہ ایک روایت میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے "اهل البدع شر الخلق والخلیقة" ترجمہ: بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، فصل فی البدع، جلد 1، صفحہ 381، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بدعتی تمام جہان سے بدتر اس وجہ سے ہیں کہ ان جیسے عقائد جانوروں کے بھی نہیں ہوتے۔ جانور بھی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و اولیائے کرام کی تعظیم کرتے ہیں۔ جبکہ بدمذہب گستاخ ہوتے ہیں کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ ہے تو کوئی صحابہ کرام علیہم الرضوان واولیائے کرام کا۔ کوئی احادیث کا منکر ہے تو کوئی مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر ان کا قتل جائز سمجھتا ہے۔ یہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتے ہیں کہ مرتے وقت ان کے چہرے بگڑتے دیکھے گئے ہیں اور آخرت میں بھی جہنم میں جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اصحاب البدع کلاب النار" ترجمہ: بدمذہب جہنمی کتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، فصل فی البدع، جلد 1، صفحہ 380، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

معاشرہ سے فتنہ وفساد اور دہشت گردی کا خاتمہ کیسے ہوسکتا ہے؟

موجودہ دور میں نئے سے نئے فرقوں کے وجود کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان صحیح عقائد اہل سنت سے ناواقف ہوتے ہیں اور گمراہ مولویوں کی تقاریر سن کر گمراہ ہوجاتے ہیں اور پھر یہ گمراہ مولوی ان بھولے بھالے لوگوں کو گمراہ کن عقائد میں مبتلا کر کے ان کو دہشت گرد بناتے ہیں اور مسلمانوں پر ہی جہاد کرواتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے بچے ان گمراہوں کے فتنوں سے بچ جائیں تو ہمیں ان گمراہوں سے دور رہنا ہوگا، ان گمراہوں کو سیاست، حکومتی اداروں سے نکال باہر پھینکنا ہوگا، تب ہمارا ملک پاکستان دہشت گردی سے پاک ہوگا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہوئے بدمذہبوں سے تعلقات قائم رکھتے ہیں کہ اگر سب ان سے تعلقات ختم کردیں گے تو ان کی اصلاح کون کرے گا۔ حالانکہ ان کو اتنا پتہ نہیں کہ

بدمذہبوں سے تعلق ختم کرنا ہی ان کی اصلاح کا باعث کہ ان کو خود اپنے باطل عقائد پر پشیمانی ہوگی اور وہ اس سے توبہ کریں گے اور بقیہ مسلمان ان سے دور رہتے ہوئے ان گمراہ عقائد سے بچیں گے۔ دوسرا یہ کہ ان بدعقیدہ لوگوں سے نفرت کرنے کا حکم کسی مولوی نے نہیں دیا جس پر طعن کیا جائے اور عقل کے گھوڑے دوڑائے جائیں بلکہ حضور علیہ السلام نے سختی کے ساتھ گمراہوں سے دور رہنے کا فرمایا چنانچہ مسلم شریف کی حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدمذہبوں کے متعلق فرمایا"إِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّونَكُمْ، وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ" ترجمہ: ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(صحیح مسلم، مقدمہ، باب النهي عن الروية۔۔، جلد1 صفحہ12، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

بدمذہب کے پاس بیٹھنا اور اسے استاد وامام بنانا

ابن سیرین اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا"لَا تُجَالِسُوا أَصْحَابَ الْأَهْوَاءِ، وَلَا تُجَادِلُوهُمْ، وَلَا تَسْمَعُوا مِنْهُمْ" ترجمہ: عقیدے میں خرابی والوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو اور نہ ان کی بات سنو۔

(سنن الدارمي، باب اجتناب اهل الاهواء والبدع والخصومة، جلد 1، صفحہ 391، دار المغنی، السعودیه)

اس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو کہتے ہیں کسی کو برا نہیں کہنا چاہئے اور بدمذہبوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں، انکے پیچھے نمازیں پڑھ کر اپنی نمازیں خراب کرتے ہیں، بلکہ اپنے چھوٹے بچوں کو بدمذہبوں کے مدرسوں میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں علم ہی تو حاصل کرنا ہے اور خود بھی ہر بدمذہب گمراہ کی تقریریں سنتے رہتے ہیں، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنا عقیدہ خراب کر بیٹھتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں"إِنَّ

هٰـذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ، فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ" ترجمہ: بے شک علم دین ہے پس غور کرلو کس سے اپنا دین حاصل کرتے ہو۔

(صحیح مسلم، باب فی أن الإسناد من الدین، جلد 01، صفحہ 14، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بہت بڑے عالم اور تابعی تھے انہوں نے بدمذہبوں سے قرآن کی تلاوت بھی نہ سنی کہ کہیں بدمذہبوں کی کوئی بات میرے دل میں نہ بیٹھ جائے۔ سنن الدارمی میں ہے "دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ الْأَهْوَاءِ عَلَى ابْنِ سِيرِينَ فَقَالَا: يَا أَبَا بَكْرٍ نُحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَا: فَنَقْرَأُ عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، لِتَقُومَانِ عَنِّي أَوْ لَأَقُومَنَّ، قَالَ: فَخَرَجَا، فَقَالَ: بَعْضُ الْقَوْمِ. يَا أَبَا بَكْرٍ، وَمَا كَانَ عَلَيْكَ أَنْ يَقْرَأَ عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى؟ قَالَ: إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْرَأَ عَلَيَّ آيَةً فَيُحَرِّفَانِهَا، فَيَقِرُّ ذَلِكَ فِي قَلْبِي" ترجمہ: ابن سیرین کے پاس دو آدمی آئے جن کے عقیدے خراب تھے انہوں نے کہا اے ابوبکر (ابن سیرین کی کنیت ہے) ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں نہیں سنوں گا۔ دونوں نے کہا: ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک آیت سناتے ہیں، آپ نے پھر فرمایا: میں نہیں سنوں گا۔ آپ نے ان سے کہا تم دونوں میرے پاس سے جاتے ہو یا میں خود ہی اٹھ کر چلا جاؤں؟ جب وہ چلے گئے تو بعض لوگوں نے کہا: اے ابوبکر ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت سننے میں حرج ہی کیا تھا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: مجھے اندیشہ تھا کہ یہ دونوں آیت پڑھتے اور اس میں تحریف کردیتے اور وہ میرے دل میں بیٹھ جاتی۔

(سنن الدارمی، باب اجتناب اہل الاہواء والبدع والخصومۃ، جلد 01، صفحہ 120، دار الکتاب العربی، بیروت)

آج کل بعض صلح کلی مولوی اپنے ذاتی مفاد کے لئے خود کو اہل سنت کہلوا کر

بدعقیدہ لوگوں سے اتحاد کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ گمراہوں کے گستاخانہ عقائد کو نظر انداز کر کے اپنے محبین کو یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ سب فرقے صحیح ہیں یہ مولویوں نے ہم کو الگ کیا ہوا ہے۔ اس طرح کے ڈھکوسلے مارتے رہتے اور علمائے اہل سنت کے متعلق زہر اگلتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے چاہنے والے بدمذہبوں کے قریب ہو کر یا تو بدمذہب ہو جاتے ہیں یا بدمذہبوں سے محبت کرنے لگتے ہیں جو کہ قرآن وحدیث کے صریح مخالفت ہے۔ بعض نادان ان صلح کلی مولویوں کی اس بے وقوفانہ سوچ کو بہت اچھا سمجھتے ہیں جبکہ اہل سنت وجماعت اور باطل فرقوں کو ایک جیسا سمجھنا حق و باطل میں تمیز نہ کرنا ہے۔ الإبانة الكبرى لابن بطة میں ابو عبد اللہ عبید اللہ المعروف بابن بطّة العکبری (المتوفی 387ھ) فرماتے ہیں "حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحُبُلِيُّ، قَالَ: قِيلَ لِلْأَوْزَاعِيِّ: إِنَّ رَجُلًا يَقُولُ: أَنَا أُجَالِسُ أَهْلَ السُّنَّةِ، وَأُجَالِسُ أَهْلَ الْبِدَعِ، فَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: هَذَا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يُسَاوِيَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ: قَالَ الشَّيْخُ: صَدَقَ الْأَوْزَاعِيُّ، أَقُولُ: إِنَّ هَذَا رَجُلٌ لَا يَعْرِفُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ، وَلَا الْكُفْرَ مِنَ الْإِيمَانِ وَفِي مِثْلِ هَذَا نَزَلَ الْقُرْآنُ، وَوَرَدَتِ السُّنَّةُ عَنِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ﴾" ترجمہ: ہمیں مبشر بن اسماعیل حبلی نے خبر دی کہ امام اوزاعی سے کہا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اہل سنت اور گمراہ دونوں کی مجالس میں بیٹھتا ہوں۔ امام اوزاعی نے فرمایا: یہ شخص حق و باطل کو برابر سمجھتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ امام اوزاعی نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا شخص حق و باطل اور کفر و ایمان کو نہیں پہچان سکتا۔ یہ قرآن اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جب ایمان والوں

سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ (الإبانة الكبرى لابن بطة، جلد2، صفحه 456، دار الراية، الرياض)

گمراہ لوگ مثلِ آگ ہیں جن کے پاس سے گزرنے پر تپش آئے گی اور اگر ان کے پاس بیٹھا جائے تو خود جلنے کا اندیشہ ہے۔ ذم الکلام واہلہ میں ابو اسماعیل عبد اللہ الہروی (المتوفی 481ھ) فرماتے ہیں "عَنْ خُصَيْفٍ الْجَزَرِيِّ قَالَ (مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ لَا تُجَالِسْ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ فَيَدْخُلَ فِي قَلْبِكَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فَيُدْخِلَكَ النَّارَ)" ترجمہ: حضرت خصیف جزری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ تورات شریف میں یہ مذکور ہے کہ گمراہوں کی صحبت میں نہ بیٹھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل میں ان کی گمراہی داخل ہو جائے اور تمہیں جہنم میں لے جائے۔

(ذم الكلام وأهله، جلد5، صفحه 200، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة)

بدمذہب جو اپنے باطل مذہب پر ٹوٹے پھوٹے دلائل دیتے ہیں اگر کسی مسلمان کے پاس اس کے جوابات بھی ہوں تب بھی وہ ان کے پاس نہ بیٹھے۔ ذم الکلام میں ہے "عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا تُجَالِسْ أَصْحَابَ الْأَهْوَاءِ وَإِنْ ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدَكَ الْجَوَابَ" ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گمراہوں کے پاس نہ بیٹھوں اگرچہ تم کو گمان ہو کہ میرے پاس اس کی باتوں کا جواب ہے۔

(ذم الكلام وأهله، جلد4، صفحه 296، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة)

بعض لوگ بدمذہبوں کی عبادات سے متاثر ہو جاتے ہیں جبکہ ان کے عقائد کو نظر انداز کر کے ان کے زہد سے متاثر ہونا باعث ہلاکت ہے۔ شرح السنۃ میں ابو محمد الحسن بن علی بن خلف البربہاری (المتوفی 329ھ) فرماتے ہیں "وإذا رأيت الرجل رديء الطريق والمذهب، فاسقا فاجرا، صاحب معاص، ضالا، وهو أهل السنة

فاصحبه، واجلس معه فإنه ليس (تضرك) عصيته، وإذا رأيت (الرجل) مجتهدا وإن بدا متقشفا محترقا بالعبادة صاحب هوى، فلا تجالسه، ولا تقعد معه، ولا تسمع كلامه ولا (تمش) معه في طريق، فإني لا آمن أن تستحلي طريقته (فتهلك) معه " ترجمہ: اگر تو ایسے شخص کو دیکھے کہ جو اہل سنت میں سے ہو اگرچہ فاسق و فاجر بے عمل ہو تو اس کی صحبت اختیار کرلو کیونکہ اس کے ساتھ بیٹھنا تمہارے لئے خطرناک نہیں۔ البتہ اگر کوئی گمراہ شخص ہو اگرچہ بڑا عبادت گزار ہو، اس کے پاس نہ بیٹھ اور اس کی بات نہ سن اور اس کے ساتھ راستے میں نہ چل کہ اس کے ساتھ امن نہیں وہ تجھے ہلاک کردے گا۔ (شرح السنۃ، صفحہ 120)

صوفیائے کرام کا بدمذہبوں سے دور رہنے کی ترغیب

بعض جعلی پیر اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لئے کہتے ہیں کہ مولویوں نے فرقے بنالئے ہیں فقیری لائن میں سب بھائی بھائی ہیں۔ جبکہ ائمہ طریقت نے بدمذہبوں کی مذمت فرمائی اور ان سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں" من احب صاحب بدعة احبط اللّٰہ عمله واخرج نورالايمان من قلبه واذا علم اللّٰہ عزوجل من رجل انه مبغض صاحب بدعة رجوت اللّٰہ تعالى ان يغفر ذنوبه وان قل عمله واذارأيت مبتدعا في طريق فخذ طريقا" ترجمہ: جو کسی بدمذہب سے محبت رکھے اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور ایمان کا نور اسکے دل سے نکل جائے گا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو دیکھے کہ وہ بدمذہب سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ اس کے گناہ بخش دے اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں

اور جب کسی بدمذہب کو راہ میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ لو۔

(غنیۃ الطالبین ،جلد1،صفحہ80، مصطفی البابی، مصر)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" من سمع من مبتدع لم ینفعه اللّٰه بما سمع ومن صافحه فقد نقض الإسلام عروة عروة أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بْن ناصر نا أَحْمَد بْن أَحْمَدَ نا أَحْمَد بْن عَبْدِ اللّٰهِ الأصفهانی ثنا إِسْمَاعِيل بْن أَحْمَدَ نا عَبْدُ اللّٰهِ بْن مُحَمَّد ثنا سَعِيد الكريری قَالَ مرض سُلَيْمَان التيمی فبكى فِی مرضه بكاء شديدا فَقِيلَ لَهُ مَا يبكيك أتجزع من الموت قَالَ لا ولكنی مررت عَلَى قدری فسلمت عَلَيْهِ فأخاف أن يحاسبنی ربی عَلَيْهِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الْمُبَارَك وَيَحْيَى بْن عَلِيّ قالا أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّد الصَّرِيفِينِيّ نا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدَان نا مُحَمَّد بْن الْحُسَيْن البائع ثنی أبی ثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْر قَالَ سمعت فضل بْن عياض يَقُول من جلس إِلَى صاحب بدعة فاحذروه أَخْبَرَنَا ابْن عَبْد الباقی نا أَحْمَد بْن أَحْمَدَ نا أَبُو نعيم ثنا سُلَيْمَان بْن أَحْمَدَ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضر ثنا عَبْدُ الصَّمَد بْن يَزِيد قَالَ سمعت فضيل بْن عياض يَقُول من أحب صاحب بدعة أحبط اللّٰه عمله وأخرج نور الإسلام من قلبه أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بْن عَبْدِ الباقی نا أَحْمَد بْن عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيّ ثنا عَبْدُ الصَّمَد قَالَ سمعت الفضيل يَقُول إذا رأيت مبتدعا فِی طريق فخذ فِی طريق آخر ولا يرفع الصاحب الْبِدْعَة إِلَى اللّٰه عز وجل عمل ومن أعان صاحب بدعة فقد أعان عَلَى هدم الإسلام وسمعت رجلا يَقُول للفضيل من زوج كريمته من فاسق فقد قطع رحمها فقال له الفضيل من

زوج کریمته من مبتدع فقد قطع رحمها ومن جلس مَعَ صاحب بدعة لم يعط الحكمة وإذا علم الله عز وجل من رجل أنه مبغض لصاحب بدعة رجوت أن يغفر الله له سيئاته" ترجمہ: جس شخص نے بدعتی سے علم سنا تو اس سے اللہ تعالیٰ اسے کوئی نفع نہ دے گا۔ جس نے بدعتی سے مصافحہ کیا تو اس نے اسلام کی درستگی توڑ دی۔ سعید الکریری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو حالت مرض میں بہت کثرت سے رونا شروع کیا۔ آخر آپ سے عرض کیا گیا کہ یا حضرت آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا موت سے اس قدر گھبراہٹ ہے؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ ایک روز میرا گزر ایک بدعتی کی طرف ہوا تھا جو تقدیر کا منکر اور مخلوق کو قادر کہتا تھا۔ میں نے اس بدعتی کو سلام کر لیا تھا تو اب مجھے سخت خوف ہے کہ میرا پروردگار کہیں مجھ سے اس کا حساب نہ کرے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو کوئی کسی بدعتی کے پاس بیٹھا ہو تم اس سے بچے رہنا۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جس کسی نے کسی بدعتی سے محبت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال مٹا دیتا ہے اور اسلام کا نور اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تو بدعتی کو راستہ میں دیکھے تو اپنے واسطے دوسرا راستہ اختیار کر لے اور بدعتی کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بلند نہیں کیا جاتا ہے۔ جس کسی نے بدعتی کی اعانت کی تو خوب یاد رکھو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔ میں نے سنا کہ کسی نے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جس نے اپنی بیٹی کسی بدعتی سے بیاہی تو کیا اس نے قرابت پدری کا ناتا اس سے قطع کر دیا؟ اس پر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب دیا کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو بدعتی سے بیاہ دیا تو اس نے قرابت پدری کا ناتا اس سے قطع کر دیا۔ جو کوئی

بدعتی کے پاس بیٹھا تو اس کو حکمت نہیں دی جاتی۔ اللہ تعالیٰ جس بندہ کو جانتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو میں امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

(تلبیس ابلیس، صفحہ 15، دار الفکر، بیروت)

ذم الکلام واہلہ میں ابو اسماعیل عبد اللہ الانصاری الہروی (المتوفی 481ھ) فرماتے ہیں "كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يَبْغَضُ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ وَيَنْهَى عَنْ مُجَالَسَتِهِمْ أَشَدَّ النَّهْيِ" ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ گمراہوں سے بغض رکھتے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔

(ذم الکلام وأہلہ، جلد5، صفحہ142، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

قادریوں کے امام حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کو اہل سنت و جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے اور بدمذہبوں سے دور رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "صاحب عقل مومن کے لئے بہتر ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت کی پیروی کرے، بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے، نہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تاکہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔۔۔ دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت و قربت اختیار کرے، نہ ان کو سلام کرے، ہمارے امام احمد بن حنبل (حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حنبلی تھے) نے فرمایا کہ جس نے کسی اہل بدعت کو سلام کیا وہ گویا اس سے محبت رکھتا ہے۔ یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے (تاکہ ان کی تعداد میں بھی اضافہ نہ ہو اور گمراہی سے بھی بچا رہے۔) نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کی عیدوں اور خوشی کے مواقع پر مبارک دے نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آجائے تو ان کے لئے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے

عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر وثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ عزوجل کے لئے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو امن وامان سے رکھے گا۔ جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اس کو بہشت میں سو درجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔"

(غنیة الطالبین، صفحہ 190، پروگریسو بکس، لاہور)

کیا بدمذہب سے بغض رکھنا شدت پسندی ہے؟

آج بدمذہبوں کی مذمت کی جائے اور مسلمانوں کو ان سے دور رہنے کا کہا جائے تو بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ شدت پسندی اور فرقہ واریت ہے حالانکہ یہ عین ثواب کا کام ہے کہ احادیث میں بدمذہبوں سے نفرت کرنے اور ان کی مذمت کرنے کا حکم ہے اور اس پر اجر کا ذکر ہے۔ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بدمذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوادیا۔

کنز العمال کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تقربوا الی اللہ ببغض اہل المعاصی و القوھم بوجوہ مکفھرۃ التمسو ارضا

السلہ بسخطھم و تقربو االی اللہ بالتباعد عنھم" ترجمہ:اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کرو اہل معاصی کے بغض سے اور ان سے ترش روئی کے ساتھ ملو اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ان کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ عزوجل کی نزدیکی ان کی دوری سے چاہو۔

(کنز العمال،الفصل الثانی:فی تعدید الأخلاق المحمودۃ علی ترتیب الحروف المعجمۃ،،جلد 3،صفحہ 65، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

تذکرۃ الموضوعات کی حدیث پاک ہے"إِذَا رَأَيْتُمْ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَاكْفَهِرُّوا فِي وَجْهِهِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُبْغِضُ كُلَّ مُبْتَدِعٍ وَلا يَجُوزُ أَحَدٌ مِنْهُمُ الصِّرَاطَ وَلَكِنْ يَتَهَافَتُونَ النَّار مثل الْجَرَاد والذباب "ترجمہ:جب کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے روبرو اس سے ترش روئی (بیزاری) کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے۔ان میں کوئی پل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹیری اور مکھیاں گرتی ہیں۔ (تذکرۃ الموضوعات للفتنی، صفحہ 18 ، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

مکاشفۃ القلوب میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث پاک ذکر کی :"جس نے کسی بدعتی کو جھڑکا اللہ عزوجل اسکے دل کو ایمان سے بھر دے گا اور جس نے کسی بدعتی کی توہین کی اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے امن میں رکھے گا اور جس نے امر بالمعروف کیا وہ زمین میں اللہ عزوجل کی کتاب اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔" (مکاشفۃ القلوب،صفحہ93،ضیاء القرآن، لاہور)

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:"خدا کے دشمنوں کو کتے کی طرح دور رکھا جائے۔ان کے ساتھ دوستی و محبت خدا اور رسول کی دشمنی تک پہنچا دیتی ہے۔(کلمہ وہ نماز کے سبب) آدمی گمان کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے، اسی لئے دوستی کرتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ

اس طرح کی بیہودہ حرکتیں اس کے اسلام کو برباد کر دیتی ہیں۔"

(مکتوب، صفحہ 163، ماخوذ از فتاوٰی فقیہ ملت، جلد 2، صفحہ 326، شبیر برادرز، لاہور)

بدمذہبوں کی صحبت کافر سے زیادہ نقصان دہ

بدمذہبوں کی صحبت کافر سے زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ مسلمان کافر کے مسئلہ میں محتاط رہتا ہے جبکہ گمراہ لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور بھولے بھالے لوگوں کو اپنے فرقہ میں پھانستے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: "بدعتی کی صحبت سو کافروں سے زیادہ بری ہے۔" (مکتوبات امام احمد رضا، صفحہ [redacted]، مطبوعہ، لاہور)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں "ان کانت البدعة بحيث يكفربها فامره اشد من الذمی لانه لايقر بجزية ولا يسامع بعقد ذمة وان كان مما لايكفربه فامره بينه و بين الله اخف من امر الكافر لامحالة، ولكن الامر فی الانكار عليه اشدمنه على الكافر لان شرالكافر غير متعدفان المسلمين اعتقدوا كفره فلايلتفتون الى قوله اذلايدعی الاسلام واعتقاد الحق اما المبتدع الذی يدعوالی البدعة ويزعم ان مايدعو اليه حق فهو سبب لغواية الخلق فشره متعدفالاستحباب فی اظهار بغضه ومعاداته والانقطاع عنه وتحقيره والتشنيع عليه ببدعته وتنفير الناس عنه اشد" ترجمہ: وہ بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کر دے تو ایسا کافر بدعتی دارالاسلام میں ذمی کافر سے بدتر ہے کیونکہ وہ جزیہ کا پابند نہیں بنتا اور نہ ہی وہ عقد ذمہ کی پروا کرتا ہے اور اگر بدعت ایسی ہو جس کی وجہ سے بدعتی کو کافر نہیں کہا جا سکتا تو ایسے بدعتی کا معاملہ کافر کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور خفیف ہے لیکن اس کی تردید کا معاملہ کافر کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے کیونکہ

کافر کا شر مسلمانوں کے لیے اتنا نقصان دہ نہیں کیونکہ مسلمان اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو قابل التفات نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اسلام اور حق کا مدعی نہیں بنتا لیکن گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے۔لہٰذا اس کا شر زیادہ موثر ہے، ایسے شخص کو برا جاننا اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اس کا رد کرنا، اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعث اجر وثواب ہے۔

(احیاء العلوم ،کتاب آداب الألفة والأخوة والصحبة والمعاشرة مع أصناف الخلق ،جلد 2، صفحہ169،دار المعرفة بیروت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

صحبت صالح تراصالح کند　　صحبت طالح تراطالح کند(1)

دور شواز اختلاط یارِ بد　　یارِ بد بدتر ازمارِ بد(2)

مارِ بد تنہا ہمیں برجان زند　　یارِ بد برجان وبر ایمان زند(3)

ترجمہ:اچھے آدمی کی مجلس تجھے اچھا کردے گی اور بُرے کی مجلس تجھے برا بنادے گی۔ جہاں تک ہوسکے برے ساتھی سے دور رہ کیونکہ برا ساتھی برے سانپ سے بھی برا ہے۔ برا سانپ صرف جان کو ڈستا ہے جبکہ برا ساتھی جان وایمان دونوں پر ضرب لگاتا ہے۔

1 -(مثنوی مولوی معنوی ،منازعت کردن امراء بایکدیگر ،صفحہ22،نورانی کتب خانہ پشاور) ۔

2۔(گلدستہ مثنوی،بکھرے موتی،صفحہ94، نذیر سنز اردو بازار لاہور)

3۔(مثنوی مولوی معنوی،دفتر پنجم،جلد5،صفحہ67، نورانی کتب خانہ پشاور)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں"ہر کہ با بدعتیان انس ودوستی پیدا کند نورایمان و حلاوت آن ازوے برگیرند"

ترجمہ: جو شخص بد عقیدہ لوگوں سے دوستی اور پیار کرتا ہے اس سے نور ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

(تفسیر عزیزی ، آیۃ ودوالوتد ھن فیدھنون کے تحت ،صفحہ 56،افغانی دار الکتب لال کنواں ،دہلی)

بد مذہب کی عبادات نا مقبول

کوئی بد مذہبوں کی عبادات اور بیان بازی سے ہرگز متاثر ہو کر ان سے محبت نہ کرے کیونکہ جس کا عقیدہ ہی درست نہ ہو اس کی عبادات قبول نہیں ہیں، یہ سچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے "عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا يَقْبَلُ اللَّهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا،وَلَا صَلَاةً،وَلَا صَدَقَةً،وَلَا حَجًّا،وَلَا عُمْرَةً،وَلَا جِهَادًا،وَلَا صَرْفًا،وَلَا عَدْلًا،يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ" ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل بدعتی (بدعت اعتقادی والے یعنی گمراہ) کا نہ روزہ قبول فرماتا ہے، نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض، نہ نفل، ایسا شخص دین سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے آٹے میں سے بال۔

(سنن ابن ماجہ،باب اجتناب البدع والجدل،جلد1،صفحہ19، دار إحياء الكتب العربية ،الحلبی)

بلکہ ایک حدیث میں کہا گیا کہ گناہوں کے معاملات میں اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بد مذہبی سے توبہ نہ کرلے چنانچہ کنز العمال کی حدیث ہے "أصحاب البدع وأصحاب الضلالة من هذه الأمة ليست لهم توبة يا عائشة إن لكل صاحب ذنب توبة إلا أصحاب الأهواء والبدع أنا منهم بريء وهم مني براء" ترجمہ: اس امت میں سے بدعتی وگمراہ لوگوں کی توبہ قبول نہیں۔ اے

عائشہ! ہر گناہ گار کی توبہ قبول ہے، سوائے بدعتی اور گمراہوں کے۔ میں ان سے بری اور وہ مجھ سے بری ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، التفسیر من الاکمال، جلد2، صفحہ37، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ "إن هجرة أهل الأهواء والبدع دائمة على مر الأوقات ما لم تظهر منهم التوبة والرجوع إلى الحق" ترجمہ: بے شک بدعتی اور گمراہ لوگوں سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلقی کرنا درست ہے جب تک ایسے لوگوں سے توبہ ظاہر نہ ہو اور حق کی طرف رجوع نہ ہو۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، جلد42، صفحہ166، طبع الوزارۃ)

بدمذہب سے سلام ومصافحہ

بدمذہب گمراہ شخص سے سلام ومصافحہ کرنا ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وَإِنْ لَقِيتُمُوهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ" ترجمہ: جب ان (بدمذہبوں) سے ملو تو ان سے سلام نہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الایمان، باب فی القدر، جلد1، صفحہ35، دار إحیاء الکتب العربیۃ)

بدمذہب سے سلام کرنا شریعت کی نافرمانی کرنا ہے۔ تاریخ بغداد میں ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْرَضَ عَنْ صَاحِبِ بِدْعَةٍ بُغْضًا لَهُ فِي اللّٰهِ مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ أمنا وَإِيمَانًا، وَمَنْ شَهَرَ بِصَاحِبِ بِدْعَةٍ أَمَّنَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَمَنْ أَهَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ رَفَعَهُ اللّٰهُ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَى صَاحِبِ بِدْعَةٍ، أَوْ لَقِيَهُ بِالْبِشْرِ، أَوِ اسْتَقْبَلَهُ بِمَا يَسُرُّهُ، فَقَدِ اسْتَخَفَّ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی

ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بدمذہب سے اللہ عزجل کی خاطر بغض رکھتے ہوئے اعراض کرے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن وایمان سے بھر دے گا اور جو بدمذہب کو ذلیل و رسوا کرے اللہ عزوجل قیامت والے دن اسے امن دے گا۔ جو بدمذہب کی تحقیر کرے گا اللہ عزوجل جنت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے گا۔ جو کسی بدمذہب کو سلام کرے یا اس سے بکشادہ پیشانی ملے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔ (تاریخ بغداد، جلد 11، صفحہ 545، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

بدمذہب اگر خط یا میسج یا میل میں سلام کرے تو اس کا جواب نہ دیا جائے اسی طرح اگر کسی کے ہاتھ سلام بھیجے تو جواب نہ دیا جائے۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں کسی نے ایک شخص کا سلام پہنچایا تو آپ نے فرمایا "إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ، فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ "ترجمہ: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ وہ بدمذہب ہوگیا ہے اگر ایسا ہے تو اسے میرا سلام نہ کہنا۔

(جامع الترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء فی الرضاء بالقضاء، جلد 4، صفحہ 456، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اگر کہیں مجبوری بن جائے کہ سلام نہ کرنے میں مشکلات پیش آئیں گے جیسے افسر بدمذہب ہے اور ماتحت سنّی ہے، اب اگر افسر کو سلام نہیں کرے گا تو وہ اس کے خلاف کاروائی کرے گا، ایسی صورت میں سلام کہنے کے علاوہ ہاتھ یا دوسرے الفاظ بغیر تعظیم کہہ لیے جائیں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "بدمذہب کو سلام کرنا حرام ہے۔ فاسق کو سلام کرنا ناجائز ہے۔ جو برہنہ ہو یا استنجا کر رہا ہو اسے سلام نہ کرے۔ جو کھانا

کھا رہا ہو اسے سلام نہ کرے۔ جو اذان یا تلاوت یا کسی ذکر میں مشغول ہو اسے سلام نہ کرے۔ کافر یا مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی صحیح ضرورت پیش آئے تو لفظ سلام نہ کہے بلکہ ہاتھ اٹھانے یا کوئی لفظ کہ نہ سلام ہو نہ تعظیم کہنے پر قناعت کرے یا مجبور ہو تو آداب کہے یعنی آمیرے پاؤں داب، یا آداب شریعت کہ تو نے اپنے فسق سے ترک کر دیئے ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ378، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر ان طریقوں میں سے کوئی طریقہ کارآمد نہ ہو تو بہت آسان حل ایک یہ ہے کہ سلام کے تلفظ کو صحیح ادا نہ کرے جیسے "السلام لیکم" وغیرہ کہہ لے کہ بے معنی ہو جائے یا اس کے فرشتوں کو سلام کی نیت سے سلام کر لے۔

سلام و مصافحہ کے ساتھ ساتھ بدمذہب کی تعظیم کرنا، اس کی تعظیم میں کھڑے ہونا، ان سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر بدمذہب سے ضرر پہنچنے کا صحیح اندیشہ ہو اور ان کے آنے پر کھڑے ہوئے بغیر چارہ نہ ہو تو پھر کھڑے ہو سکتے ہیں جبکہ دل سے تعظیم کا ارادہ نہ ہو۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا کہ کافر، مرتد، مبتدع، بدمذہب اور فاسق کو ابتداء سلام کہنا یا ان سے خندہ پیشانی سے پیش آنا، ہنسنا بولنا، ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ہنسنے بولنے کے لئے رکھتے ہیں اس سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے یا تحریراً تقریراً انہیں عنایت فرما یا کریم، مشفق مہربان، یا جناب صاحب لکھنا وغیرہ جائز ہے کہ نہیں؟ خلاصہ یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ کرنا جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جانیں اگرچہ فاعل (کرنے والے) کی نیت اس تعظیم یا خوش کرنے کی ہو یا نہ ہو، کیسا ہے؟ (مختصراً)"

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''ان لوگوں کو بے ضرورت ومجبوری ابتدا بسلام حرام اور بلا وجہ شرعی ان سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام، قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہی صریح موجود، اور حدیث میں ان سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید، افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں تو یوہیں کلمات مدح۔ حدیث میں ہے ''اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمٰن'' جب کسی فاسق (مرتکب گناہ کبیرہ) کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالیٰ غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کی اس حرکت سے عرش رحمان لرز جاتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے ان میں فاسق کا حکم آسان ہے مطلقاً حرج نہیں اور مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد مبتدع داعیہ سے بالکل ممانعت اور ضروریات شرعیہ ہر جگہ مستثنیٰ'' فان الضرورات تبيح المحظورات'' (اس لئے کہ ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کر دیتی ہیں۔) رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے ''عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب مع ان الخطاب وابا طالب لم یسلما'' (حضرت عمر خطاب کے بیٹے اور حضرت علی ابو طالب کے فرزند حالانکہ خطاب اور ابو طالب دونوں مسلمان نہ تھے۔) ان کے ساتھ جو برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے بے ضرورت ان کا مرتکب عاصی ہے ان کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر و بدعت وفسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 327، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک جگہ سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں ''دوم (موالات) صوریہ: کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت ومیلان کا پتا دیتا ہو، یہ بحالت ضرورت ومجبوری صرف بقدر ضرورت ومجبوری مطلقاً جائز ہے۔ قال

تعالیٰ: ﴿الا ان تتقوا منهم تقٰة ﴾ (ترجمہ: مگر یہ کہ تمھیں ان سے پورا واقعی خوف ہو)۔ بقدر ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عدم اظہار عداوت (دشمنی ظاہر نہ کرنے) میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اکتفا کرے اور اظہارِ محبت کی ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلودار بات کہے صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترک عزیمت۔"

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ466، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر بدمذہب کو سنی سمجھ کر سلام کرلیا اور بعد میں پتہ چلا کہ یہ گمراہ شخص ہے تو یہ کہا جائے میں نے اپنا سلام واپس لیا۔ شہزادہ اعلیٰ حضرت مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اگر کسی کافر یا مبتدع کو سنی مسلمان سمجھ کر سلام کیا پھر اس کا کافر یا مبتدع ہونا معلوم ہوا تو کہہ دے کہ میں اپنے سلام سے باز آیا، کافر و مبتدعوں کی تحقیر کے لئے۔ اسی (حدیقۃ الندیہ) میں ہے "لو سلم علی من ظن انه مسلم ثم ظهر انه ذمی او مبتدع یقول استرجعت عن سلامی تحقیرا لهم"

(فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ478، شبیر برادرز، لاہور)

بدمذہب سے نکاح

جب بدمذہبوں سے نفرت کا حکم ہے اور ان کی صحبت سے بچنے کا حکم ہے تو اس سے باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان سے نکاح کرنا اور زیادہ ناجائز و حرام ہے۔ سنی صحیح العقیدہ کو بدمذہب کے ساتھ نکاح کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ کنزالعمال کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فلا تناکحوهم ولا تواکلوهم ولا تشاربوهم ولا تصلوا معهم ولا تصلوا علیهم" ترجمہ: ان (یعنی بدمذہبوں) کیساتھ

نہ نکاح کرو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ پیو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ وفضلھم، جلد 11، صفحہ 765، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

جس بدمذہب کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچ چکی ہو اس کے ساتھ تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا اور جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہیں پہنچی اس سے نکاح بایں معنی تو درست ہے کہ نکاح کیا تو منعقد ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ ایسا رشتہ قائم کرنا ممنوع و گناہ ہے۔ فتاوی رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں ہے: ''جو ان میں کوئی عقیدہ کفر رکھتا ہے... اس کے ساتھ کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بد مذہب عقائد کفر سے بچا ہو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ بایں معنی درست کہ کر لیں تو درست ہو جائے گا زنا نہ ہوگا مگر بدمذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دور بھاگنا لازم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 368، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک دوسرے مقام پر ہے ''لاجرم یہ ثابت ہوا کہ بدمذہب کو سنیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 397، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

قادیانی، نیچری، چکڑالوی، پرویزی، گستاخِ رسول سب مرتد ہیں ان سے نکاح باطل ہے۔ جس نے اپنی بیٹی یا بیٹے کا نکاح قصداً بدمذہب یا مرتد سے کیا اس سے تعلقات ختم کر دیئے جائیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ''(1) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے باوجود اس علم کے کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے کافر ملحد ہونے کا فتوی تمام علمائے اسلام دے چکے ہیں، پھر بھی اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرزائی کے لڑکے کے ساتھ کر دیا اب زید کو گمراہ

اور بدعقیدہ سمجھا جائے یا نہیں اور زید کے ساتھ کھانا پینا اور اسکی شادی غمی میں شریک ہونا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ ایسا کریں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(2) مرزائیوں کے لڑکوں کو جو ابھی سن شعور کو نہیں پہنچے اور اپنے ماں باپوں کے رنگ میں رنگے ہیں اور ہر امر میں انہیں کے ماتحت ہیں کیا سمجھنا چاہئے مرزائی یا غیر مرزائی؟''

جواباً آپ فرماتے ہیں:''(1) اگر وہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لئے پیش کرنا اور پرلے سرے کی دیوثی ہے، ایسا شخص فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

ورنہ اس کے سخت بے احتیاط اور دین میں بے پروا ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اگر ثابت ہو کہ وہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر تقریب کی تو خود کافر مرتد ہے۔ علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ ''من شك فی عذابه و كفره فقد كفر'' جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت حیات کے سب علاقے اس سے قطع کر دیں، بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسکی قبر پر جانا حرام۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدًا و لا تقم علیٰ قبره﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور

ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

(2) وہ سب مرزائی ہیں مگر وہ کہ عقل وتمیز کی عمر کو پہنچا اور اچھے برے کو سمجھا اور مرزائیوں کو کافر جانا اور ٹھیک اسلام لایا وہ مسلمان ہے، یہ اس حالت میں ہے کہ ماں مرزائی ہو، اور اگر ماں مسلمان ہو اگرچہ اپنی شامت نفس یا اپنے اولیاء کی حماقت یا ضلالت سے مرزائی کے ساتھ نکاح کر کے زنا میں مبتلا ہے، اب جو بچے ہوں گے جب تک نا سمجھ رہیں گے اور سمجھ کی عمر پر آ کر خود مرزائیت اختیار نہ کریں گے اس وقت تک وہ اپنی ماں کے اتباع سے مسلمان ہی سمجھے جائیں گے۔ بچہ والدین میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جس کا دین بہتر ہو تو اس وقت کیا حال ہوگا جب اس کی صرف ماں ہی ہو کیونکہ ولد زنا کا باپ نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 321، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نیز یہ بات ذہن نشین رہے کہ جس بدمذہب کی بدمذہبی حد کفر تک نہیں پہنچی وہ سنیہ عورت کا کفو نہیں ہے لہٰذا جن صورتوں میں غیر کفو سے نکاح باطل ہوتا ہے ان صورتوں میں ایسے بدمذہب سے بھی نکاح باطل ہوگا جیسے کوئی سنیہ عورت بھاگ کر کسی بدمذہب سے نکاح کرے گی تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا یا کسی بدمذہب نے خود کو سنی ظاہر کیا اور نکاح کر لیا بعد میں پتہ چلا کہ یہ غیر سنی ہے تو اس صورت میں بھی نکاح نہیں ہوگا۔ بہار شریعت میں ہے "سُنی عورت کا کفو وہ بدمذہب نہیں ہو سکتا جس کی بدمذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچی ہو۔"

(بہار شریعت، جلد 2، صفحہ 54، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اب اگر عورت سنیہ بالغہ اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کرے (جس کی بدمذہبی حد کفر تک نہیں پہنچی) اور اس کا ولی پیش از نکاح اس شخص کی بدمذہبی پر آگاہ ہو کہ صراحۃً اس سے نکاح کیے جانے کی رضامندی ظاہر

نہ کرے خواہ یوں کہ اسے اس کی بدمذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوئی یا بدمذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا، یا عورت نابالغہ ہو اور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزوج کسی غیر کفو سے کر چکے ہوں یا وقت تزویج نشے میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل وزنائے خالص ہوگا کہ بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزویج میں یہی احکام مذکورہ ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 383، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بدمذہب اگر اپنی بدمذہبی سے توبہ کرلے اور تین چار سال اس کے کردار کو دیکھتے ہوئے اس کی توبہ پر اطمینان کافی ہو جائے تو اس سے نکاح کی اجازت ہوگی، چنانچہ فتاوی فیض الرسول میں بدمذہب کے ساتھ نکاح کی اجازت کے متعلق لکھا ہے: "بعد توبہ فورا... نکاح کی اجازت نہیں دی جاسکتی تاوقتیکہ تین چار سال دیکھ کر اطمینان نہ کرلیا جائے کہ واقعی وہ سنی مذہب پر قائم ہے۔"

(فتاوی فیض الرسول، جلد 3، صفحہ 326، شبیر برادرز، لاہور)

بدمذہب عورت کو بیوی بنانا گویا اپنے بچوں کی بدمذہب کی تربیت میں دینا ہے اور بدمذہب شخص کو سنیہ عورت نکاح میں دینا گویا بدمذہبوں کی نسل بڑھانا ہے۔ پھر جب بدمذہب کو اپنا داماد بنالے گا تو مزید قباحت یہ ہے کہ بدمذہب کی توہین لازمی ہے نہ کہ اسے اپنا داماد بنا کر اس کی عزت وتکریم کی جائے۔ حدیث پاک میں ہے "عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی بدمذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے میں

مدد دی۔ (المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، جلد 7، صفحہ 35، دار الحرمین، القاہرۃ)

اس ذہن کے ساتھ بدمذہب سے نکاح کرنا کہ بعد میں اسے سنی کرلوں گا محض حماقت ہے کہ نکاح والا رشتہ آپس میں محبت ومودت والا رشتہ ہے اور محبت انسان کو اندھا، بہرا کردیتی ہے اور خاص طور پر جب بدمذہب اپنے باطل دین پر متشدد ہو تو اب معاملہ مزید خطرناک ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انہی آیات واحادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ بدمذہب عورت کو نکاح میں لاتے وقت یہ خیال کرلینا کہ ہم اس پر غالب ہیں اس کی بدمذہبی ہمیں کیا نقصان دے گی بلکہ اسے سنی کریں گے محض حماقت ہے یہ رشتہ تو دوستی میل رغبت میل محبت مہر پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی اندھا بہرا ہوجاتا ہے... دل پلٹتے، خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی اللہ عزوجل اپنے حفظ وامان ہی میں رکھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبھا کیف یشاء، رواہ احمد و الترمذی و الحاکم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورجالہ رجال مسلم" ترجمہ: دل اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے۔ اس کو حاکم نے، احمد اور ترمذی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس سند کے راوی رجال امام مسلم ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 368، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بدمذہب کا نماز جنازہ پڑھنا

جس کا عقیدہ درست نہیں یعنی جو سنی نہیں اس کا نماز جنازہ پڑھنا سنی کے لئے جائز نہیں ہے۔ احادیث میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ: اِنْ مَرِضُوْا فَلَا

تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ" ترجمہ: قدریہ (تقدیر کا منکر) فرقہ اس امت کا مجوسی ٹولہ ہے اگر بیمار پڑیں تو ان کی مزاج پرسی نہ کرو اور اگر مر جائیں تو انکے جنازوں میں نہ جاؤ۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر، جلد4، صفحہ222، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

قدریہ فرقہ غیر مسلم فرقہ نہ تھا بلکہ گمراہ فرقہ تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا۔ اسی طرح موجودہ دور میں گستاخِ رسول، گستاخِ صحابہ بکثرت ہیں جن کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے "عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةِ رَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا رَأَيْنَاكَ تَرَكْتَ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ قَبْلَ هَذَا؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ يَبْغَضُ عُثْمَانَ فَأَبْغَضَهُ اللَّهُ" ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اس سے پہلے آپ کو کسی کی نماز جنازہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ شخص عثمان غنی سے بغض رکھتا تھا تو اللہ عزوجل اس سے بغض رکھتا ہے۔ (جامع ترمذی، باب فی مناقب عثمان، جلد 5، صفحہ630، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

دیکھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے والے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی تو جو حضرت عثمان غنی کے ساتھ ساتھ دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا گستاخ ہو انہیں گالیاں دیتا ہو اس کی بدرجہ اولیٰ نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

باقی یہ کہ اگر کسی بدمذہب و گستاخ کی کسی سنی نے نمازِ جنازہ پڑھ لی تو کیا اس کا

نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں تفصیل یوں ہے کہ مطلقا بدمذہب و گستاخ کا نماز جنازہ پڑھنا ناجائز و حرام ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچ چکی ہے جیسے کوئی قرآن کو مکمل نہیں مانتا، حضرت علی المرتضیٰ کو نبی کی مثل مانتا ہے یا احادیث کا منکر ہے یا قادیانی، نیچری، گستاخِ رسول وغیرہ کفریہ عقائد رکھتا ہے لیکن نماز جنازہ پڑھنے والے کو اس کے عقائد کا علم نہ تھا اس نے فقط اتنا ہی جانا تھا کہ یہ سنی نہیں ہے تو اب بھی اس کا نکاح نہیں ٹوٹے گا بلکہ گناہ گار ہوگا۔ اگر اس کے کفریہ عقائد کا پتہ تھا لیکن اس کو مسلمان جان کر نہیں بلکہ دنیاوی مفاد کے لئے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو اشد حرام کا مرتکب ہوا نکاح پھر بھی نہیں ٹوٹے گا اور اگر اس کے کفریہ عقائد کو جانتا تھا اور اسے مسلمان جانتے ہوئے نماز جنازہ پڑھی تو خود کافر ہو گیا اور نکاح بھی ٹوٹ گیا۔

لہٰذا بدمذہب گمراہ کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی جائے اگرچہ جتنا مرضی قریبی رشتہ دار یا تعلق والا ہے۔ بلکہ کوشش کی جائے کہ کوئی بدمذہب بھی اہل سنت کے جنازہ میں نہ شریک ہو۔ مفتی نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سنی کے جنازہ میں بدمذہب کی شمولیت پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "نمازِ جنازہ بارگاہِ ربانیہ میں میت کی شفاعت ہے تا کہ اس کی مغفرت ہو اور موردِ رحمت بنے اور شفاعت اس شخص کی معتبر ہو سکتی ہے جو پسندیدہ بارگاہِ ربانیہ ہو۔ لہٰذا جنازہ میں ہر ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو پسندیدہ بارگاہِ حقیقیہ ہو اور ہر وہ شخص جو شرعاً پسندیدہ نہیں بلکہ مردود و مغضوب ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔"

(فتاویٰ نوریہ، جلد1، صفحہ688، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور)

بدمذہب و مرتد سے خرید و فروخت و ملازمت

جس بدمذہب کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہو اس سے لین دین، خرید و

فروخت، مکان ودکان کرایہ پر لینا دینا، اسے ملازم رکھنا یا اس کا ملازم بننا وغیرہ کے معاملات سب منع ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”قادیانی مرتد ہیں، ان کے ہاتھ نہ کچھ بیچا جائے نہ ان سے خریدا جائے، ان سے بات ہی کرنے کی اجازت نہیں۔“

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ598، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جس کی بدمذہبی حد کفر تک نہیں پہنچی اس سے یہ معاملات جائز ہیں جبکہ اس میں دین کا ضرر نہ ہو۔ فتاوی رضویہ میں ہے: ”دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین... کے کسی سے ممنوع نہیں۔“

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ331، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر کوئی بدمذہب ایسا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر شدتی ہے اور مسلمانوں کو اس بدعقیدگی میں لانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو ملازم بنانا یا اس کا ملازم بننا منع ہے کیونکہ جو بدمذہب متصلب ومبلغ ہے اس سے دنیوی معاملت کرنے سے دین کا ضرر نہ ہونا بعید ہے کہ وہ شیطان ہے اور شیطان ہر وقت مؤمن کے ایمان کو ضائع کرنے کی طاق میں ہے۔

بدمذہبوں کو چندہ دینا

آج مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد بدمذہب تنظیموں اور ان کی مساجد ومدارس کو چندہ دیتی ہے، جس سے بدمذہبی کو فروغ ملتا ہے۔ شرعی طور پر مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان بدمذہبوں کو چندہ دیں یا ان سے کسی قسم کا کوئی تعاون کریں۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اہل سنت وجماعت کے علاوہ دوسرے تمام لوگ یا تو کافر

مرتد ہیں اور یا تو گمراہ و بدمذہب اور ان میں سے کسی کو چندہ دینا جائز نہیں۔"

(فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ 511، شبیر برادرز، لاہور)

بدمذہبوں سے مسجد و مدرسہ کے لئے مالی امداد نہ لی جائے یونہی قربانی کی کھال و صدقے کا بکرا بھی نہ لیا جائے، خصوصاً ایسے بدمذہب سے جو آئندہ مسجد و مدرسہ میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرے کیونکہ بعض اوقات یہ لوگ زیادہ چندہ دے کر مسجد میں اپنا اثر رسوخ جماتے ہیں۔ پھر مرتد سے تو چندہ بالکل نہ لیا جائے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: "بخدمت شمس العلماء رأس الفقہاء اغنی جناب مولانا مولوی حاجی و مفتی اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی! حضور کی خدمت اقدس میں دست بستہ عرض ہے کہ اگر کوئی قادیانی مسجد کے خرچ کے واسطے روپیہ وغیرہ دے یا کسی طالب علم یا اور شخص کو مکان پر بلا کر کھانا کھلائے یا بھیج دے، ان دونوں صورتوں میں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ روپیہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "نہ وہ روپے لئے جائیں، نہ کھانا کھایا جائے، اور اس کے یہاں جا کر کھانا سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ329، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بدمذہبوں کو مساجد کی کمیٹی میں شامل کرنا

آج بدمذہبی عام ہونے کی ایک بڑی وجہ اہل سنت و جماعت والوں کا بدمذہبوں سے چندہ لینے کی خاطر مساجد کی کمیٹی میں شامل کر لینا بہت عام ہے۔ بدمذہب اسی سبب سے اہل سنت کی مساجد میں اپنا اثر رسوخ قائم کر کے اپنے عقیدے کا امام لے آتے ہیں اور مساجد پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ شرعی طور پر بدمذہبوں کو مساجد کمیٹیوں میں شامل کرنا ناجائز ہے چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مذکورہ خزانچی کو بدلنے کی شریعت

صرف اجازت ہی نہیں دیتی بلکہ ضروری قرار دیتی ہے۔ اگر اہل محلہ خاموش رہیں گے اور اس بدمذہب کو خزانچی کے عہدہ سے ہٹا کر مسجد کی انتظامیہ کمیٹی سے الگ نہیں کردیں گے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔"

(فتاوٰی فیض الرسول، جلد2، صفحہ 640، شبیر برادرز، لاہور)

بدمذہبوں کو ویلفیئرز سوسائٹیوں میں شامل کرنا

عام طور پر مسلمان اپنے علاقوں میں ویلفیئرز کے کام کرتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ وہ ان مستحب کاموں میں بدمذہبوں سے اتحاد کرلیتے ہیں جو فتنوں کا باعث ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے ایسے یتیم خانہ کے متعلق سوال ہوا جس کی انتظامیہ میں اہل سنت کے ساتھ ساتھ بدمذہب بھی شامل تھے تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: "اس میں احتمالا دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یتیموں و تربیت کا تمام انتظام صرف اہلسنت کے ہاتھوں میں رہے کسی بدمذہب کا اس میں دخل نہ ہو، نہ ان کی صحبت بچوں کو رہے کہ وہ انھیں اغوا کرسکیں صرف بالائی باتوں میں ان کی شرکت ہو، دوسرے یہ کہ ان امور میں بھی انھیں مداخلت دی جائے یا کم از کم ان کی صحبت بد رہے جس سے بچوں کی گمراہی مظنہ ہو، صورت ثانیہ تو مطلقا قطعی حرام و بدخواہی اسلام ہے اور اس میں چندہ دینا موجب، عذاب و آثار، اور صورت اولیٰ شاید محض ایک خیالی ہو واقع کبھی نہ ہو کہ جب وہ برابر کے شریک ہیں ہر کام میں برابر کی شرکت چاہیں گے کیا وجہ ہے کہ وہ نرے غلام بن کر رہنے پر راضی ہوں اور بفرض باطل اگر ایسا ہو بھی تو ان کی صحبت بد سے کیونکر مفر اور علماء تصریح فرماتے ہیں "ان الاحکام تبنی علی الغالب ولا یعتبر النادر فضلا عن الموھوم کما فی فتح القدیر وغیرہ" احکام، غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں لہٰذا

کسی نادر صورت کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ کسی رسمی اور فرضی صورت کا اعتبار ہو جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔

لہٰذا حکم وہی ہے کہ ایسی کھچڑی مطلقاً حرام ہے اور اس کی اعانت ہر طرح ناجائز، معہذا اگر فرض کر لیں کہ صورت اولیٰ واقع ہو تو اس میں اہلسنت کو ان بے دینوں کی مجالست مصاحبت تو قیر سے چارہ نہ ہوگا اور یہ خود حرام ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد23، صفحہ 131، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بدمذہب مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا

جب بدمذہبوں سے کسی قسم کا تعلق رکھنے کی اجازت نہیں تو انہیں نماز جیسی عظیم عبادت میں اپنا امام بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ سنن ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ قَالَ أَحْمَدُ: مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ: لَا يُصَلِّي لَكُمْ، فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: نَعَمْ، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّكَ آذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ" ترجمہ: حضرت سائب ابن خلاد سے مروی ہے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں فرمایا ایک شخص نے قوم کی امامت کی تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پر اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس نے نماز پڑھانا چاہی لوگوں نے روک دیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے

آگاہ کیا۔اس نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔فرمایاہاں۔مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستایا۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ،باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد،جلد 1،صفحہ 130، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

صحابی رسول سے غیرارادی طور پر قبلہ کی طرف تھوک پھینکی گئی تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے اور اس کو امامت سے معزول کر دیا تو جو قصداً حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبیاں کرے،صحابہ کا گستاخ ہو،اولیاء کرام کا گستاخ ہو وہ کیسے امامت کے قابل ہوسکتا ہے؟علمائے اسلاف نے صراحت کے ساتھ بدمذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو گناہ کہا اور پڑھی گئی نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔تذکرۃ الحفاظ میں حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا”لا تصلی إلا خلف من تثق بہ وتعلم أنہ من أھل السنۃ“ ترجمہ:کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھ جب تک تجھے یقین نہ ہو جائے کہ امام اہل سنت میں سے ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ،جلد1،صفحہ153،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

فتح القدیر میں ہے”وَرَوَی مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ وَأَبِی یُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّ الصَّلَاةَ خَلْفَ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ لَا تَجُوزُ“ ترجمہ:امام محمد روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلوۃ،باب الامۃ،جلد1،صفحہ350،دار الفکر،بیروت)

کبیری میں ہے”ویکرہ تقدیم المبتدع ایضالانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھواشد من الفسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف

ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیأً علی خلاف ما یعتقدہ اھل السنة والجماعة" ترجمہ: بدعتی کو امام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہے اور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی کا خواست گار ہوتا ہے بخلاف بدعتی کے اور بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہو۔

(کبیری، کتاب الصلوۃ، فصل فی الامامۃ، صفحہ 443، مکتبہ نعمانیہ، کوئٹہ)

بدمذہب مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا دور کی بات جو مولوی بدمذہبوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جو بدمذہبوں سے میل جول رکھتا تھا، تو آپ نے فرمایا: "اس صورت میں وہ فاسقِ معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 07، صفحہ 625، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مرتدین سے میل جول رکھنے والے امام کے متعلق امام اہل سنت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "اور ان لوگوں سے کسی دنیاوی معاملت کی بھی اجازت نہیں" کما بیناہ فی المحجة المؤتمنه" (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب المحجۃ المؤتمنہ میں بیان کر دیا ہے۔) ان کے پاس بیٹھنے والا اگر ان کو مسلمان سمجھ کر ان کے پاس بیٹھتا ہے یا ان کے کفر میں شک رکھتا ہے اور وہ ان کے اقوال سے مطلع ہے تو بلاشبہ خود کافر ہے۔ فتاوی بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے "من شك فی عذابه وکفره فقد کفر" جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو بلاشبہ وہ بھی کافر ہو گیا۔

اور اگر ان کو یقیناً کافر جانتا ہے اور پھر ان سے میل جول رکھتا ہے تو اگر چہ اس

قدرے سے کافر نہ ہوگا مگر فاسق ضرور ہے اور اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی قریب بحرام کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور معاذ اللہ بالآخر اس پر اندیشہ کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں فرماتے ہیں ایک شخص رافضیوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا اس کے مرتے وقت لوگوں نے اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ اس نے کہا نہیں کہا جاتا، پوچھا کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے ہیں یہ کہتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے تھے اب چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے نہ پڑھنے دیں گے۔

جب صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہنے والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو یہ حالت ہے تو یہ لوگ تو اللہ جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہتے ہیں ان کی تنقیص شان کرتے ہیں انھیں طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں ان کے پاس بیٹھنے والے کو کلمہ نصیب ہونا اور بھی دشوار ہے۔ نسأل اللہ العفوا والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 278، 279، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ یاد رہے کہ بدمذہب دنیا کے کسی بھی مقام پر ہے اگرچہ مکہ ومدینہ کی مساجد میں سے کسی مسجد کا امام ہو نماز ہر صورت اس کے پیچھے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے باغی مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے۔

بدمذہبوں کی اصلاح کی نیت سے ان سے تعلقات رکھنا

بعض لوگ صلح کلی ہوتے ہیں جو تمام فرقوں کو صحیح قرار دیتے ہوئے ان سے اتحاد

کرتے پھرتے ہیں اور مقصود ان میں ایسے لوگوں کا فقط اپنی سیاست چمکانا ہوتا ہے یا حب جاہ کے مریض ہوتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ تمام فرقے والے ہمیں اچھا سمجھیں گے اور ہماری تعریفیں کریں گے۔ جبکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ ایسے لوگ ہر فرقے والوں سے لعنتیں لیتے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت تو تباہ کرتے ہی ہیں ساتھ ساتھ اپنے مریدین و محبین کی بھی خراب کر دیتے ہیں۔ ایسے صلح کلی لوگوں سے بھی قطع تعلقی کا حکم ہے۔ فتاوٰی بریلی میں ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو بدمذہبوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے ان سے اتحاد کئے ہوئے ہے تو جواباً فرمایا گیا: ''اگر واقعی عمرو صلح کلی کا فعل اپنائے ہوئے ہے جیسا کہ اس کے فعل سے معلوم ہوتا ہے تو ان سے تعلق رکھنا بحکم قرآن و احادیث حرام بدکام بدانجام ہے۔''

(فتاوٰی بریلی، صفحہ 270، شبیر برادرز، لاہور)

بعض لوگ ہوتے سنی ہی ہیں اور بدمذہبوں سے اس لئے تعلقات قائم رکھتے ہیں کہ ان بدمذہبوں کے اشکالات کا جواب دے کر دوبارہ انہیں اہل سنت میں لایا جائے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ قریبی رشتہ داری ہوتی ہے، روزگار کا سلسلہ ہوتا ہے۔ ایسی صورتوں میں تفصیل یوں ہے:

اگر والدین میں سے کوئی بدعقیدہ ہے تو ان سے قطع تعلقی کی تو اجازت نہیں لیکن حکم یہ ہے کہ ان کی بدمذہبی کو بُرا جانا جائے، بقیہ والدین کے حقوق پورے کئے جائیں۔ والدین کے علاوہ اگر بہن، بھائی یا دیگر رشتہ دار ہوں تو ان سے قطع تعلقی کی جائے، اگر یہ بدمذہب ملاقات کریں تو پیار و محبت سے نہ ملا جائے بلکہ روکھے انداز میں بات چیت کی جائے جبکہ بات چیت کی حاجت ہو ورنہ بات چیت سے بھی بچا جائے۔

اگر روزگار کا سلسلہ ہے جیسے بدمذہبوں سے کاروبار کرنا ہے یہ شرعاً جائز ہے جبکہ

صرف کاروباری کلام کیا جائے، کوئی دینی گفتگو نہ کی جائے، ایک دوسرے کو دعوتیں دینے کا سلسلہ نہ ہو۔ اگر بدمذہب ماتحت ہے تو بھی اس کے ساتھ پیار و محبت والا معاملہ نہ ہو فقط کام سے تعلق رکھا جائے۔ البتہ اگر افسر یا مالک بدمذہب ہے اور سنی ماتحت ہے تو پھر بہت احتیاط ضروری ہے۔ اگر سنی کا عقیدے کے متعلق مطالعہ نہیں اور خطرہ ہے کہ بدمذہبی میں چلا جائے گا تو پھر اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ بدمذہب کے پاس نوکری کرے یا اس کے ساتھ کاروبار کرے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "سنیوں کو غیر مذہب والوں سے اختلاط میل جول ناجائز ہے خصوصاً یوں کہ وہ افسر ہوں یہ ماتحت۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اگر تجھے شیطان کبھی بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) "فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم" تم ان سے دور رہو اور وہ تم سے دور رہیں کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 184، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ سب اس صورت میں جب وہ صرف بدمذہب ہو اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچ چکی ہے تو نہ خرید و فروخت کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی ان کے پاس نوکری کرنے کی اجازت ہے کہ مرتد کے احکام بہت سخت ہیں۔

اگر بدمذہبوں سے اس لئے تعلق رکھا جائے کہ ان کی اصلاح کی جائے تو ہر کسی کو اجازت نہیں ہے، جاہل شخص کو تو ہرگز اجازت نہیں ہے اور دینی شخصیت کو بھی مطلقاً اجازت

نہیں ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''بدمذہبوں میں جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اس کے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہا تمام معاملات میں اسے بعینہ مثل سوئر کے سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ ومن یتولهم منکم فانه منهم ﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو وہ یقیناً انہی میں سے ہوگا۔

اور بے ضرورت ومجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بدمذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ اور دونوں سے پوری لاگ۔ رب عزوجل فرماتا ہے ﴿وانما ینسینک الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین﴾ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔

جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثر بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور عام مقتداء یوں بچے کہ جہال اسے دیکھ کو خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے ان سے ملتا دیکھ کر ان کے مذہب کی شناعت ان کی نظروں میں ہلکی ہو جائے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے ''یکره للمشهور المقتدیٰ به الاختلاط الی رجل من اهل الباطل والشر الا بقدر الضرورة لانه یعظم امره بین یدی الناس ولو کان رجل لایعرف یداریه لیدفع الظلم عن نفسه من غیراثم فلاباس به کذا فی الملتقط'' مشہور پیشوا کے لئے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو اہل باطل اور اہل شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لئے ہے کہ) کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے گا (جس کے بُرے اثرات مرتب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض

اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لئے گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ الملتقط میں یونہی مذکور ہے۔

ابن حبان عقیلی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم لیسبونھم وینتقصونھم فلاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتناکحوھم" بیشک اللہ عزوجل نے مجھے چن لیا اور میرے لئے یار اور سسرال کے رشتہ دار پسند فرمائے اور عنقریب کچھ لوگ آئیں گے کہ انہیں برا کہیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہ کرنا۔ یہ حدیث نص صریح ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عمل بخشے۔ آمین! واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد 24، صفحہ 321، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر کوئی نیا نیا بدمذہب ہوا ہے یا کوئی پرانا بدمذہب اپنے مذہب کے متعلق پختہ نہیں ہے اور امید ہے کہ اگر اس کی اصلاح کی جائے گی تو یہ اہل سنت میں آجائیں گے تو اس صورت میں اس کے ساتھ نرمی کی جائے اور اصلاح کی کوشش کی جائے لیکن یہ سب جاہل نہ کرے بلکہ عالم دین کرے، جاہل اسے عالم کے پاس لے جائے تاکہ وہ اسے دلائل سے مطمئن کر سکے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے جب ایک بدمذہب کی اصلاح فرمائی تو بعد میں فرمایا: "دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مُذَبذَب (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 1، صفحہ 90، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جو بدعقیدہ اپنی گمراہی پر پختہ ہیں ان سے برتاؤ کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ربّ عزّ وجلّ فرماتا ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ اے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 1، صفحہ 90، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جو شخص بدمذہبوں سے تعلقات قائم رکھے ہوا یسے شخص سے بھی حکمت عملی کے ساتھ قطع تعلقی کرنے کی اجازت ہے تاکہ وہ باز آئے اور بدمذہبوں سے دوری اختیار کرے۔ مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے گمراہوں اور مرتدوں سے میل جول رکھنے والے لوگوں کے متعلق پوچھا کہ ایسوں سے قطع تعلقی کرنی چاہئے کہ نہیں؟ تو آپ جواباً فرماتے ہیں: ''جو لوگ ان مرتدین کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوتے ہوئے ان سے میل جول رکھتے ہیں حرام کار گناہ گار ہیں۔ جس بدمذہب کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو جب اس سے بھی میل جول ناجائز تو ان مرتدین سے رسم راہ کے کیا معنی۔ بلکہ فاسق العقیدہ ہی نہیں فاسق العمل شخص کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں جب تک وہ توبہ نہ کرے۔۔۔۔ پھر بھی انہیں مرتدوں سے میل جول کی ممانعت کی تبلیغ اس انداز سے کرتے رہیں کہ وہ برا نہ مانیں جوش غضب میں آکر انہیں کسی مصیبت میں نہ پھانس دیں۔''

(فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ 477، 478، شبیر برادرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرو سنی ہونے کے ساتھ بدمذہب کی بدمذہبی سے تو نفرت کرتا ہے لیکن بدمذہب کے یہاں کھاتا پیتا ہے، اس عمرو سے بکر کی بھی دوستی ہے تو ایسی صورت میں بکر بھی کیا بدمذہب ہو جائے گا؟ تو اس کے

جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''صورت مذکورہ میں عمرو بکر دونوں سنی مسلمان ہیں ان میں کوئی کافر یا گمراہ نہیں مگر عمرو فاسق گنہگار ہے کہ مرتد سے میل جول رکھتا ہے۔وقد قال اللہ تعالیٰ ﴿ولاتر کنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾ "وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتونکم " اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ان سے بچو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اور بکر کا عمرو سے ملنا اگر بربنائے مصلحت شرعیہ ہو کہ اس سے امید ہے کہ اس کی نصیحت مانے اور زید سے ملنا چھوڑ دے تو حرج نہیں ورنہ نامناسب ہے خصوصا اس حالت کہ بکر کوئی اعزاز علمی ودینی رکھتا ہو کہ ایسے کو فاسق سے بے ضرورت اختلاف مکروہ ہے۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد21، صفحہ259، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قادیانی اپنے کفریاتِ قطعیہ کی بنا پر علمائے اہلسنت کے نزدیک متفقہ طور پر کافرو مرتد ہیں۔قادیانی کے بھائی کا اعتقاداگر مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق ہے تو وہ بہر حال سنی ہے لیکن اپنے قادیانی بھائی سے میل جول اور آمد ورفت رکھتا ہے تو سخت گنہگار ہے، ایسے سنی کا بائیکاٹ کیا جائے لیکن بائیکاٹ کرنے میں اگر اس کے قادیانی ہوجانے کا اندیشہ ہو تو عوام سنی بائیکاٹ نہ کریں لیکن خواص سنی ضرور اس سے ترک تعلق کریں۔''

(فتاوٰی فیض الرسول، جلد2، صفحہ590، شبیر برادرز، لاہور)

المختصر یہ کہ بدمذہبوں کی صحبت زہر قاتل ہے۔آج بھی اگر مسلمان ان گمراہ فرقوں والوں کی صحبت چھوڑ دیں اور اہل سنت عقائد کو جانیں تو یہ امت مسلمہ مزید تفرقہ

سے بچ سکتی ہے۔ جتنے بھی فرقے ہیں ان سب کی نظر اہل سنت وجماعت کے لوگوں پر ہوتی ہے اور ان کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے فرقے میں لایا جائے کیونکہ دیگر فرقے والے اپنے اپنے مذہب میں پکے ہوتے ہیں، وہ اپنے مولویوں کی تقاریر سنتے ہیں، ان کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت وجماعت کے لوگ عموماً علم کی طرف توجہ نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ باپ دادا سنی ہوتے ہیں اور وہ اپنی اولاد کے عقائد کی پرواہ نہیں کرتے اور اولاد گمراہ ہو جاتی ہے۔ اسی فتنے سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری وقت میں فرمایا تھا: ''تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔'' (وصایا شریف، صفحہ 7)

بدمذہبوں سے قطع تعلقی کی صورتوں پر جتنا کلام کیا گیا ہے اس کا خلاصہ اعلیٰ حضرت کے اس کلام میں موجود ہے۔: ''احیاء العلوم میں یہ بھی ہے کہ اہل سنت کے عقیدے کا مخالف یا تو بدعتی ہے یا کافر ہے اور بدعتی یا اپنی بدعت کی طرف بلانے والا ہے ہوگا یا خاموش، یہ خاموشی یا تو اس کے عجز کی وجہ سے ہوگی یا اختیاری ہوگی تو فساد عقیدہ کی تین قسمیں ہیں: پہلی کفر ہے، اب کافر اگر اہل اسلام سے جنگ کرتا ہے، تو وہ قتل اور غلام بنائے جانے کا مستحق ہے، اور ان دونوں کے بعد توہین کا کوئی درجہ نہیں۔۔۔۔ اور دوسری قسم: وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہو اب اگر بدعت اس حیثیت کی ہو کہ اس کے سبب وہ شخص کافر ہو، تو ایسے بدعتی کا معاملہ ذمی کافر سے سخت تر ہے (جیسا کہ اوپر میرے فتوی میں گزرا۔)۔۔۔ اور اگر بدعت اس قبیل سے ہو جس کی وجہ سے وہ شخص کافر نہ ٹھہرے تو اس

کا معاملہ اس کے نفس اور اللہ کے درمیان لامحالہ کافر سے خفیف تر ہے لیکن اس پر انکار کا حکم کافر پر انکار سے زیادہ سخت ہوگا اس لئے کہ کافر کا شر متعدی نہیں اور بے شک مسلمان اس کو کافر جانتے مانتے ہیں تو اس کے قول کی طرف التفات نہیں کرتے، اور کافر اپنے لئے اسلام اور اعتقاد حق کا مدعی نہیں رہا۔ رہا وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسروں کو بلائے اور یہ گمان رکھے کہ جس کا وہ داعی ہے وہ حق ہے، تو وہ شخص خلق کی گمراہی کا سبب ہے، تو اس کی شر متعدی ہے، تو اس سے بغض کو ظاہر کرنا شرعا پسندیدہ ہے۔۔۔ اور اگر بدعتی تنہائی میں سلام کرے تو اس کے جواب میں حرج نہیں۔ اور اگر تم یہ جانو کہ اس سے روگردانی اور اس کے سلام کے جواب میں تمہارا خاموش رہنا اس کے جی میں اس کی بدعت کو برا ٹھہرے گا اور اس کو باز رکھنے میں مؤثر ہوگا تو جواب نہ دینا اولیٰ ہے، اس لئے کہ سلام کا جواب دینا اگرچہ واجب ہے پھر بھی اس صورت میں مصلحتاً وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔۔۔ تیسرا وہ عاصی بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف بلانے کی قدرت نہیں رکھتا، لوگوں پر اس کی اقتداء کا اندیشہ نہیں تو اس کا معاملہ اگلے سے ہلکا ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ ابتداء اس کے ساتھ سختی اور اہانت کا برتاؤ نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ نصیحت کے ذریعے مہربانی کی جائے اس لئے کہ عام لوگوں کے دل جلدی پھر جاتے ہیں۔ پھر اگر اس کو نصیحت نفع نہ دے اور اس سے روگردانی کرنے میں اس کی نظر میں اس کی بدعت کی برائی ظاہر ہوتی ہو تو اس صورت میں اس سے روگرادنی کا استحباب مؤکد ہے۔ اور اگر وہ جانے کہ اس اعراض کا اس پر اس کی سخت طبیعت کی وجہ سے اور اس بدعت کے اعتقاد کا اس کے دل میں راسخ ہونے کی وجہ سے اثر نہ ہوگا تو اس سے روگردانی اولیٰ ہے اس لئے کہ اگر بدعت کی برائی ظاہر کرنے میں مبالغہ نہ کیا جائے تو وہ مخلوق میں پھیل جائے گی اور اس کی خرابی عام ہوگی۔"

(المعتقد المنتقد مترجم، صفحہ 344، مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد، کراچی)

بدمذہبوں کے متعلق ان احکامات میں ایک شرعی حکم ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ ان سے لڑائی جھگڑا اور قتل وغارت کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ حاکم کا کام ہے کہ بدمذہبوں وگستاخوں کو سزا دے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کے منکرین کے خلاف جہاد کیا اور حضرت علی المرتضیٰ نے خارجی فرقہ کے خلاف جہاد کیا۔ عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔ ہاں جو مسلمان عشقِ رسول میں کسی گستاخِ رسول کو واصل جہنم کر دے تو اس نے کوئی ناجائز وحرام فعل نہیں کیا۔

عوام کے لئے یہی شرع کا حکم ہے کہ ان گمراہوں سے قطع تعلقی اختیار کی جائے۔ اہل سنت وجماعت ملک ومعاشرے میں قتل وغارت کرنے کو ناپسند کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کا کسی بھی کالعدم تنظیم میں نام نہیں ہے۔ دین وملک کے لئے شہید ہونے والوں میں اہلسنت وجماعت ہمیشہ پیش پیش رہی ہے۔

فاسق وفاجر سے قطع تعلقی

فاسق وفاجر شخص سے قطع تعلقی کرنے کا حکم ہے۔ فاسق وفاجر سے مراد شریعت پر نہ چلنے والا جیسے زانی، شرابی، ظالم وغیرہ۔ ایسے شخص سے قطع تعلقی کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (سورۃ ہود، سورۃ 11، آیت 113)

علامہ صاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "(قولہ الی الذین ظلموا) ای بالکفر او المعاصی ۔۔۔ (قولہ فتمسکم النار) ای لان المرء یحشر مع من احب" ترجمہ: ظالم سے مراد عام ہے کافر ہوں یا فاسق ہے۔ اللہ عزوجل فرمان: تمہیں

آگ چھوئے گی، اس لئے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔

(حاشیہ الصاوی علی الجلالین، فی تفسیر سورۃ ہود، سورۃ 11، آیت 113، جلد 3، صفحہ 936، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

تفسیر احمدی میں ہے"ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع" ترجمہ: ظالم لوگ بدمذہب اور فاسق اور کافر ہیں۔ ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

(التفسیرات الاحمدیہ، زیر آیت واما ینسینک الشیطن فلاتقعد، صفحہ 388، مطبعہ کریمیہ، بمبئی)

فاسق وفاجر قسم کے لوگوں سے قطع تعلقی کرنے کے متعلق تین احکام ہیں:

(1) اگر غالب گمان ہو کہ قطع تعلقی کرنے سے یہ راہ راست پر آجائے گا تو قطع تعلقی کرنا واجب ہے۔

(2) اگر غالب گمان ہو کہ قطع تعلقی کرنے سے الٹا نقصان ہوگا یا فتنہ ہوگا تو قطع تعلقی نہ کرنے کی اجازت ہے جبکہ اس کے فسق سے دلی طور پر نفرت کی جائے۔

(3) اگر پتہ ہے کہ قطع تعلقی کرنے سے یہ اپنے ناجائز فعل سے باز نہیں آئے گا لیکن کوئی فتنہ بھی نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں قطع تعلقی کرنا افضل عمل ہے، خصوصا دینی شخصیت کو ایسے لوگوں سے دور رہنا چاہئے۔

ظالم سے قطع تعلقی کرنے کا حکم

جو شخص لوگوں پر ظلم کرتا ہو اس سے قطع تعلقی کی جائے تا کہ وہ اپنے ظلم سے باز آئے۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا:" کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ زید شخص تارک صوم وصلوٰۃ، غاصب، سخت جابر وظالم زبردست قابو یافتہ ہے وہ چاہے

جس کا مال جبراً خرید لیتا ہے اور پورا روپیہ نہیں دیتا ہے، ہزار ہا روپیہ لوگوں کا مار رکھا ہے، عام لوگ نالاں ہیں اور سخت ظلم یہ ہے کہ جن بندگان خدا کو اپنی مرضی کے خلاف پاتا ہے تو اپنے میل کے دس پانچ اشخاص جمع کر کے چاہے جس کا کاروبار بازار نکاح شادی برادری سے خارج کر کے سب بند کر دیتا ہے کہ جو باعث اشد ایذا رسانی وآبرو ریزی بدنامی تنگی گرسنگی ہتک حرمت کا ہوتا ہے چونکہ جس شخص کا جو پیشہ ہوتا ہے وہ اپنے گزر اوقات اس پیشہ سے کرتا ہے۔ جب پیشہ بند ہو جاتا ہے تو وہ مظلوم مع اپنے متعلقین کے فاقہ کشی کر کے تباہ وبرباد ہو جاتا ہے حالانکہ تمام برادری کے لوگ اس سے نالاں ہیں لیکن بخوف دم نہیں مارتے خاموش ہیں اس لئے کہ سوال یہ ہے کہ:

(1) یہ کہ ایسا شخص ظالم جابر جہول بحکم خدا ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس کس سزا کا سزاوار ہے؟

(2) یہ کہ جابر ظالم کے مددگار انکہ جن کے زور ظلم ظالم کرتا ہے کس کس حکم کے لائق ہیں؟

(3) دیگر اہل برادری ایمان داران کو ظالم جابر کا ناحق ماننا چاہئے یا اس کا حکم بجرم زنا وشراب خوری وجبر وظلم کے اس کو برادری اسلام سے خارج کرنا اور اس سے سلام میل جول خورد نوش لین دین ترک کرنا واجب تھا یا کیا اور اس کے ساتھی ومددگاران کو ظالم سے توبہ کر کے حقارت واجب ہے یا کیا؟

(4) جو لوگ فتوی سن کر عمل نہ کریں ضد وہٹ کریں مظلوم کی دادرسی نہ کریں حکم ظالم کو خدا ورسول پر ترجیح دیں ان کے واسطے کیا حکم ہے؟"

جواباً امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "(1) جس شخص میں امور

مذکورہ سوال ہوں وہ مستحق عذاب نار وغضب جبار ولعنت پروردگار والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ اللہ ورسول کو ایذا دیتا ہے اور اللہ ورسول کا ایذا دینے والا فلاح نہیں پاتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثمّ لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق﴾ بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اذیٰ مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ" جس نے ناحق کسی مسلمان کو ایذا دی بیشک اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿الا لعنة اللّٰہ علی الظّٰلمین﴾ سنتا ہے اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ" ظلم اندھیریاں ہے قیامت کے دن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) ظلم کے مددگار ظالم ہیں اور اس سے بڑھ کر عذاب وغضب ولعنت کے سزاوار۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿لاتعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ تم پر حرام ہے کہ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من مشی مع ظالم لیعینہ و ھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ" جو دیدہ ودانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلا وہ اسلام سے نکل گیا۔ اس کو

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے صحیح المختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(3) ہاں مددگاروں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور اس کی مدد سے جدا ہوں، اللہ عزوجل قرآن کریم میں کسی مسلمان کے ساتھ مسخرگی کرنے، اس پر طعن کرنے، اس کا برا لقب رکھنے سے منع کر کے فرماتا ہے ﴿ومن لم یتب فاولئک ھم الظّٰلمون﴾ جو ان باتوں سے توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان باتوں کو افعال مذکورہ سوال سے کیا نسبت، جو ان میں مدد سے توبہ نہ کریں کیسے سخت درجے کے ظالم ہوں گے، اہل برادری یا کسی مسلمان کو ظالم کا حکم اس کے ظلموں میں ماننا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللّٰہ تعالٰی" اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اور ظالم باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہئے اسے برادری سے نکال دیں اس سے میل جول چھوڑ دیں اس کے پاس نہ بیٹھیں کہ اس کی آگ انہیں بھی نہ پھونک دے۔ اور فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿واما ینسینک الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین﴾ اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(4) جو مظلوم کی دادرسی پر قادر ہو اور نہ کرے تو اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اغتیب عندہ اخوہ المسلم فلم ینصرہ وھو یستطیع نصرہ ادرکہ اللّٰہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابن عدی فی الکامل عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ" جس کے سامنے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور یہ اس کی مدد پر قادر ہو اور نہ

کرے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کرے گا۔ اس کو محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور حکم سن کر گناہ پر ہٹ کرنا استحقاق عذاب نار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم وبئس المھاد﴾ جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی ضد چڑھے ایسے کو جہنم کافی ہے اور کیا برا ٹھکانا۔

ابلیس کی پیروی سے حکم خدا و رسول پر نہ چلنا اور ظالم کے حکم پر چلنا گناہ ہے کبیرہ ہے استحقاق جہنم ہے مگر کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق فاجر ہو یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ و رسول کے حکم پر اس کے حکم کو ترجیح ہے ایسا سمجھے تو آپ ہی کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"
(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ346۔۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

زانی اور ناچ گانے والے سے تعلقات رکھنا

زانی اور ناچ گانے والوں سے تعلقات رکھنا منع ہے۔ ایسے لوگوں سے نہ سلام و مصافحہ کیا جائے اور نہ دوستی کی جائے اور نہ ان کے ہاں سے کھانا کھایا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "جنھوں نے زنا کاری اور ناچنا گانا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے بلکہ پیشہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس فعل شنیع پر اصرار کیے بیٹھے ہیں اور اسی پر ان کی عمر گزرتی ہے اور اس زنا کی آمدنی پر ان کا کھانا پینا پہننا اور تمام امور ہوتے ہیں اہل اسلام کو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ ان کے ساتھ میل جول بات چیت کرنا ان کے یہاں سے کچھ کھانا پینا یا ان کی خیرات صدقات سے کچھ حاصل کرنا یا ان کا کوئی کام کرنا اس کی اجرت لینا یا ان کا جنازہ پڑھنا یا شریک جنازہ ہونا یا انھیں غسل دینا یا ان کے ہاتھ کوئی

چیز اس آمدنی کے عوض فروخت کرنا یا ان سے خرید نا وغیرہ وغیرہ شرعا کیا حکم رکھتا ہے؟''

جوابا آپ فرماتے ہیں: ''ان سے میل جول نہ چاہیے۔قال اللہ تعالیٰ ﴿ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آ جانے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

بلکہ اور بہت فاسقوں سے اس بارے میں ان کا حکم اشد ہے کہ ان سے ملنے میں آدمی متہم ہوتا ہے اور موضع تہمت سے بچنے کا حکم مؤکد ہے۔حدیث میں ہے ''من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقع التہم '' جو کوئی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ مقامات تہمت میں نہ ٹھہرے۔

زنا وغنا پر جو مال حاصل کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی ملک نہیں ہوتا ان کے ہاتھ میں مثل مغصوب ہوتا ہے'' کما صرح بہ فی الفتاوی العالمکیریۃ وغیرھا'' (جیسا کہ فتاوی عالمگیری اور دوسرے فتاوی میں اس کی تصریح کردی گئی ہے۔) نہ اس کا اجرت میں لینا جائز نہ کسی چیز کی قیمت میں لینا جائز، صدقہ وہدیہ تو دوسری بات ہے بلکہ وہ جو کچھ کسی فقیر کو دے اسے خیرات کہنا حرام ہے۔اس پر امید ثواب رکھنے کو علماء نے کفر لکھا ہے۔ اور جو مال بعینہ انھوں نے ان حرام افعال کے عوض حاصل کیا اس کا خریدنا بھی حرام اس کا کھانا بھی حرام ۔۔۔ان کے یہاں کھانا پینا ویسے ہی ممنوع ہے۔رہا جنازہ اور اسکی نماز، اگر یہ لوگ مسلمان ہوں تو ضرور فرض ہے۔حدیث میں ارشاد ہوا'' الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت برا کان اوفاجرا وان ھو عمل الکبائر '' تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے وہ نیک ہو یا بد اگر چہ اس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں۔

مگر اس قسم کے جو پیشہ ور لوگ ہیں ان کا ایمان سلامت رہنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے ان کے یہاں کی رسم سنی گئی ہے کہ جب لڑکی سے اول بار زنا کراتے ہیں اسے دلھن بناتے ہیں اور نیاز دلاتے ہیں اور مبارک سلامت ہوتی ہے ایسا ہے تو یقیناً وہ سب کافر ہوجاتے ہیں ان پر نماز حرام ان کے جنازہ کی شرکت حرام" نسأل اللّٰہ العفو والعافیہ" (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد23، صفحہ328، 329، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فاحشہ سہیلی سے دوستی رکھنا

عصر حاضر میں بُری عورتوں سے دوستی نیک شریف عورتوں کو ورغلا دیتی ہے۔ اس لئے عورت کا آوارہ و فاحشہ عورت سے دوستی رکھنا مناسب نہیں پھر اگر اس کی صحبت سے خرابی کا اندیشہ ہو تو اور زیادہ ممانعت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فاحشہ مسلمہ سے پردہ جو آیا ہے وہ جس مصلحت سے معلوم ہے مگر ایسا موقع ہو کہ باہم فاحشہ اور غیر فاحشہ مسلمہ قرابت اخت عینی کی رکھتے ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اگر کبھی کبھی بتقاضائے محبت خون اسے اپنے سے مل لینے دے تو کیا مرتکب کبیرہ ہوگی؟" بینوا توجروا" بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "قول علماء (علماء کا فرمان ہے)" لاینبغی للمرأۃ الصالحۃ ان تنظر الیہ المرأۃ الفاجرۃ کما فی السراج الوھاج والھندیۃ و ردالمحتار" یہ مناسب نہیں کہ نیک اور پارسا عورت کی طرف بدکار عورت دیکھے جیسا کہ سراج وہاج فتاوٰی ہندیہ اور ردالمحتار میں ہے۔

اور اسی طرح ارشادِ الٰہی عزوجل ﴿واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اگر تجھے شیطان (بری مجلس سے اٹھ کر چلے جانا) بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

ہر صورت کو عام ہے اور مصلحت بھی عام بلکہ ایسی قرابت قریبہ میں برا اثر پڑنے کا زیادہ احتمال کہ اجنبیہ سے نہ اتنا میل ہوتا ہے نہ اس کی طرف اتنا میل" والمهاجرة لامثال هذا لایعد من القطع المنهی عنه فقد صح مثله عن الصحابة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم فی اقل من هذا منهم عبداللّٰه ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما" اس قسم کے چھوڑنے کو اس انقطاع میں شمار نہیں کیا جاتا کہ حدیث میں جس کی نہی وارد ہوئی ہے کیونکہ اس سے کم درجہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس نوع کی کارروائی بصحت ثابت ہے ان میں سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں۔

ہاں یہ حکم احتیاطی ہے اگر نادراً کبھی کچھ دیر کو اسے مل لینے دے تو کبیرہ نہیں "کما یدل علیه قولهم لاینبغی" (جیسا کہ اس پر ان کے قول "یہ مناسب نہیں" سے دلیل دی جاسکتی ہے۔) مگر احتیاط ضروری ہے جب دیکھے کہ اب کچھ بھی برا اثر پڑتا معلوم ہوتا ہے فوراً انقطاع کلی کرے اور اس کی صحبت کو آگ جانے، اور انصاف یہ ہے کہ برا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا اور جب پڑ جاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہٰذا امان و سلامت جدا رہنے ہی میں ہے" وباللّٰه التوفیق "اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے توفیق میسر آتی ہے۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد 22، صفحہ 204، 205، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو عورت شوہر کو چھوڑ کر غیر مرد کے ساتھ بھاگ جائے

مرد و عورت گھر سے بھاگ جائیں تو ان دونوں سے قطع تعلقی کی جائے تاکہ وہ

اپنے حرام فعل سے باز آئیں، اگر عورت شادی شدہ ہو تو شوہر کا ایسی عورت کو طلاق دینا بھی جائز ہے، اگر طلاق نہ دے اور واپس رکھ لے تو بھی اجازت ہے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا: ”ہندہ کا نکاح زید سے ہوا تھا کچھ دن کے بعد ہندہ مدخول بہا بغیر طلاق لئے بکر کے گھر چلی گئی، بلا نکاح دو سال سے زائد گزر گئے، ناجائز بچے بھی جنم لے لئے، تو کیا ہندہ اور بکر کا بائیکاٹ کر دیا جائے؟ بائیکاٹ کرنے کی حالت میں اگر کسی نے اس کے گھر کھا پی لیا اس مصلحت سے کہ سنیت میں کچھ مدد ملے گی، کیا اس کا کھا پی لینا بکر کے گھر بالکل حرام ہے؟ گنہگار ہوگا؟ اور بائیکاٹ کیوں کیا جائے گا؟ کیا مصلحت ہے؟“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”ہندہ اور بکر سخت گنہگار، لائق عذاب قہار، مستحق عذاب نار ہیں۔ بے شک ان کا بائیکاٹ کرنا مسلمانوں پر لازم ہے، ان کے ساتھ اسلامی تعلقات رکھنا گناہ ہے۔ سنیت میں کچھ مدد ملنے کا بہانہ کر کے اس کے گھر کھانے والے گنہگار توبہ کریں، اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ہندہ اور بکر زنا کاری کی صورت میں سو کوڑے مارے جاتے یا سنگسار کئے جاتے۔ موجودہ صورت حال میں زجر و توبیخ کے لئے ان کا بائیکاٹ کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں تو وہ بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔“ (فتاوٰی فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 646، 647، شبیر برادرز، لاہور)

تین طلاقوں کے باوجود بغیر حلالہ کے سابقہ بیوی کو پاس رکھنا

جس شخص نے تین طلاقیں اپنی بیوی کو تحریری یا زبانی دیں اگرچہ ایک ہی وقت میں اکٹھی تین دیں تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے اب بغیر حلالہ کے رجوع ممکن نہیں ہے۔ اگر مرد بغیر حلالہ کے اسے اپنے پاس رکھے تو سخت گناہ گار ہے ایسے شخص سے قطع تعلقی

کی جائے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''طلاق دینے کے باوجود اگر وہ پہلی بیوی سے کسی قسم کا ناجائز تعلق رکھتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔''

(فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ595، شبیر برادرز، لاہور)

زانی اور زانیہ کی حمایت کرنے والوں سے قطع تعلقی کرنا

جو لوگ زانی اور زانیہ کی کسی طرح بھی حمایت و مدد کریں وہ بھی گناہ گار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں سے بھی قطع تعلقی کا حکم ہے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''شرعی حد قائم کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم زانی اور زانیہ اور ان کے ہر حمایتی کا بائیکاٹ کیا جائے۔۔۔ عورت کے سرپرستوں نے اسے آزاد رکھا، بے پردہ باہر نکلنے سے نہ روکا اور غیر محرم کی مخالطت سے منع نہ کیا تو وہ بھی سخت گنہگار ہیں، ان سب کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اور مرد کے سرپرستوں کو اس کی غلط روی کا علم نہ تھا یا علم تھا مگر اسے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تو وہ بری الذمہ ہیں۔''

(فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ623، شبیر برادرز، لاہور)

بیٹا زانی ہو تو باپ کیا کرے؟

اگر اولاد زانی ہو تو والدین ان سے قطع تعلقی کر سکتے ہیں، اسے گھر سے نکال سکتے ہیں۔ اگر ایسی صورت ہو کہ اولاد کو منع کرنے کی طاقت نہیں تو والدین زبان سے منع کریں، یہ بھی ممکن نہیں تو دل میں برا جانیں اور دعا کریں کہ اللہ عزوجل انہیں ہدایت دے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''زید کے بیٹے خالد نے اگر چمارن سے زنا کیا اور زید اس سے راضی رہا، پھر بکر نے اس گھر کا کھانا لیا یا کسی قسم کا اسلامی تعلق رکھا تو زید و بکر دونوں بالاعلان توبہ کریں اور لڑکے خالد پر علانیہ توبہ کرنا فرض ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو

زید پر واجب ہے کہ ایسے لڑکے کو گھر سے نکال باہر کرے اور ہرگز کوئی تعلق و روا داری اس سے نہ رکھے۔" (فتاوی فیض الرسول، جلد2، صفحہ600، شبیر برادرز، لاہور)

جن لوگوں کی عورتیں زانیہ ہوں ان سے میل جول رکھنا

اگر کسی کی بیٹی یا بہن وغیرہ معاذ اللہ بدکردار ہو اور یہ شخص اس کو منع نہ کرتا ہو تو اس سے قطع تعلقی کی جائے، اگر صورت یہ ہے کہ وہ منع کرتا ہے لیکن بیٹی یا بہن مانتی نہیں اور یہ روکنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو قابلِ گرفت نہیں ہے، ایسے شخص کے لئے حکم ہے کہ دل میں برا جانے اور اس سے تعلق قائم رکھنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورات طوائف پیشہ خواہ بلا نکاح ایک کی پابند ہوں یا نہ ہوں ان سے اور ان کے ذکور سے اختلاط و اتحاد رکھنا اور شادی اور مجلسوں میں اپنے مکانات پر ان کو بطور برادرانہ بلانا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ طوائفوں کے سامنے کرنا اور جو لوگ شامل و شریک ان طوائفوں کے رہتے ہیں ان کو بہ نیت ترقی اعزاز و افتخار ایک دسترخوان پر اور دیگر اہل اسلام کو بھی ان کے ساتھ کھلانا پلانا اور ایسے ذکور رواناث کے یہاں خود جا کر کھانا اور دوسروں کو طوائفوں کی دعوتوں میں لے جانا اور جو مسلمان ایسے برتاؤ کو اچھا نہ سمجھتا ہو، اس کو برا کہنا بلکہ اس رواج کے قائم دائم اپنی کوشش کرنا یہ سب جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اور موروثوں کو نابالغ بچوں کو فحش گیت گانے یا فحش کلام کرنے سے منع نہ کرنا کس درجہ کا گناہ ہے؟ کتاب سے بیان فرماؤ رحمٰن سے ثواب پاؤ گے۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "ایسی حرکات نہایت شنیع وناپاک اور ایسے اشخاص سراسر خطا کار و بیباک اور ایسے برتاؤ معاذ اللہ باعث عذاب و ہلاک ہیں۔ رنڈی اگرچہ بلا نکاح

ایک کی پابند ہو علانیہ فاحشہ زانیہ اور اس کے مرد قلتبان و دیوث ہیں، یہ سب کے سب ہر وقت اللہ عزوجل کے غضب میں ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تفتح ابواب السماء نصف اللیل فینادی مناد ھل من داع فیستجاب لہ ھل من سائل فیعطی ھل من مکروب فیفرج عنہ لا یبقی مسلم یدعو اللہ بدعوۃ الا استجاب اللہ عزوجل لہ الا زانیۃ تسعی بفرجھا او عشار، رواہ احمد بسند مقارب و الطبرانی فی الکبیر و اللفظ لہ عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالی عنہ" آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کریں، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکل کشائی ہو۔ اس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دعا کرتا ہے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ قبول فرماتا ہے، مگر زانیہ کہ اپنی شرم گاہ کی کمائی کھاتی ہے، یا لوگوں سے بے جا ٹیکس لینے والا۔ امام احمد نے اس کو سند مقارب کے ساتھ روایت کیا۔ اور امام طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کی اور الفاظ اسی کے ہیں حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ ابدا الدیوث و الرجلۃ من النساء و مدمن الخمر. رواہ الطبرانی عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالی عنھما بسند حسن" تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانہ وضع بنانے والی عورت اور عادی شرابی۔ امام طبرانی نے اس کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ و

الدیوث ورجلة النساء. رواہ الحاکم فی المستدرک و البیھقی فی الشعب بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما" تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیوث اور مرد بننے والی عورت۔ حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب میں صحیح سند کے ساتھ اسے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

یہ لوگ کہ ان بدکار عورتوں دیوث مردوں سے دوستی رکھتے ہیں روز قیامت انھیں کے ساتھ اٹھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں "لایحب رجل قوما الاجعلہ اللّٰہ معھم، رواہ النسائی عن امیر المومنین علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ" جو جس قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالٰی اسے انھیں کے ساتھ کردے گا۔ اسے نسائی نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "من احب قوما حشرہ اللّٰہ فی زمرتھم رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارہ عن ابی قرصافة رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ" جو جس قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالٰی انھیں کے گروہ میں اٹھائے گا۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "المرء مع من احب. رواہ الشیخان عن ابن مسعود عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما، ھو متواتر" آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہوگا۔ اس کو امام بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا یہ حدیث متواتر ہے۔

ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا حال بھی سن لیجئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم فرماتے ہیں "ان اول مادخل النقص علی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یاھذا اتق اللہ ودع ماتصنع فانہ لایحل لک ثم یلقاہ من الغد وھو علی حالہ فلا یمنعہ ذلک ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذلک ضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون O کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون O الحدیث۔ رواہ ابوداؤد واللفظ لہ والترمذی وحسنہ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ" بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک شخص دوسرے سے ملتا اس سے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں۔ پھر دوسرے دن اس سے ملتا اور وہ اپنے اسی حال پر ہوتا تو یہ مرد اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے پاس بیٹھنے سے نہ روکتا۔ جب انھوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع کرنے والوں کا حال بھی انھیں خطاوالوں کے مثل ہوگیا۔ پھر فرمایا بنی اسرائیل کے کافر لعنت کے گئے داؤد و عیسی بن مریم کی زبان پر۔ یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے نہ روکتے تھے۔ البتہ یہ سخت بری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔ امام ابوداؤد نے حدیث مذکور کو روایت کیا اور یہ الفاظ انھیں کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔

تفسیر احمدی میں ہے "هم المبتدع والفاسق والكافر والقعود مع كلهم ممتنع " ظالم لوگ بدمذہب اور فاسق اور کافر ہیں ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

مروی ہوا اللہ عزوجل نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی الٰہی! برے تو برے ہیں اچھے کیوں ہلاک ہوں گے۔ فرمایا "انهم لم يغضبوا بغضبي واكلوهم وشاربوهم رواه ابن ابي الدنيا وابو الشيخ عن ابراهيم عن عمر الصنعاني " اس لئے کہ جن پر میرا غضب تھا انھوں نے ان پر غضب نہ کیا اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے۔ ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے ابراہیم سے انھوں نے عمر صنعانی سے اس کو روایت کیا۔

ایسے لوگ شرعاً مستحق تذلیل واہانت ہیں اور نماز کی امامت ایک اعلیٰ درجہ کی تعظیم وتکریم ہے۔ شرع مطہر جس کی اہانت کا حکم دے اس کی تعظیم کیونکر روا ہوگی، ولہٰذا علماء کرام فرماتے ہیں کہ فاسق اگر چہ سب موجود میں سے علم میں زائد ہو اسے امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی تعظیم ہو حالانکہ شرعاً اس کی توہین واجب ہے۔ مراقی الفلاح وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی الدر المختار میں ہے "اما الفاسق الاعلم فلا يقدم لان في تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا" امام کے طور پر کسی فاسق کو برائے امامت آگے کرنا جائز اور درست نہیں خواہ وہ بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم نہیں بلکہ از روئے شرع اس کی توہین ضروری ہوتی ہے۔

اپنی عورتوں کو رنڈیوں کے سامنے بے پردہ حجاب کرنے والے ان سے میل ملاقات کرانے والے یا سخت احمق مجنون بدعقل ہیں یا نرے بے حیا بے غیرت بے شرم۔ عورت موم کی ناک بلکہ رال کی پڑیاں بلکہ بارود کی ڈبیا ہے آگ ایک ادنیٰ سے لگاؤ میں

کجی سے ہوجانے والی ہے عقل بھی ناقص اور دین بھی ناقص اور طینت میں کجی اور شہوت میں مرد سے سو حصہ بیشی، اور صحبت بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا ہے۔ پھر ان نازک شیشوں کا کیا کہنا، جو خفیف ٹھیس سے پاش پاش ہو جائیں۔ یہ سب مضمون یعنی عورات کا ناقصات العقل والدین اور کج طبع اور شہوت میں زائد اور نازک شیشیاں ہونا صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوئے ہیں۔ اور صحبت بد کے اثر میں تو بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ یہ حدیث جلیل کہ مشکوٰۃ حکمت نبوت کی نورانی قندیل ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ208۔۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو بدفعلی کرنے والا ہو اس سے میل جول رکھنا اور اسے امام بنانا

شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "ایک شخص نے مسجد کے اندر لونڈا بازی کی مسلمانوں کو معلوم ہونے پر توبہ استغفار کرایا۔ یہی شخص محلہ کے اندر چوری کی جس کی وجہ سے جرم قائم ہو کر سزا یافتہ ہوا۔ یہی شخص نے غیر عورت سے زنا کیا دونوں شادی شدہ تھے، دوبارہ توبہ استغفار کرایا اور قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ آئندہ زنا ہرگز نہ کروں گا۔ پھر شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرتے وقت دیکھا اور ہر قوم میں وہر جگہ اس شخص کی شہرت پھیل گئی بعدہ محلہ کے تمام مسلمان اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ یہ شخص اپنے محلہ کے اندر بار ہا زنا کیا ہے۔ اس لئے اقرار نامہ لکھا کہ آئندہ کے لئے اس شخص کو محلہ کے اندر نہ آنا چاہئے ترک موالات کرایا۔ یہ شخص غیر محلہ کا رہنے والا ہے اور چھ سال تک ہمارے محلہ کے اندر نہ آنے پائے۔ بعضے شخص نا اتفاقی کی وجہ سے اس شخص کو مسجد کے اندر لائے اور اس شخص کے آنے سے محلہ کے اندر فتنہ فساد پھیل گئے ہیں، اس شخص کے مسجد میں آنے کی وجہ سے ہمارے محلہ کے اندر نا اتفاقی پھیل کر پنج وقتہ نمازوں کی

جماعت ٹوٹ گئی۔ یہی شخص ہنود کے ساتھ خنزیر کا شکار کھیلنے کو جایا کرتا ہے اور کئی کئی روز شکار گاہ میں رہ جاتا ہے۔ اس شخص کا شرعاً مسجد و محلّہ کے اندر آنا جائز ہے یا نہیں اور یہ مسجد محلّہ کے اندر ہے؟ اور یہی شخص امامت کے قابل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اوپر لکھے ہوئے سوالوں کا جواب ساتھ دلیل دے کر ثواب دارین حاصل فرمائیں اندیشہ خونریزی کا ہے، جواب جلد مرحمت فرمائیں؟

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''وہ شخص سخت شدید گنہگار مستحق نار ہے، اس سے میل جول ناجائز ہے، اس کے اس حال بدحال پر مطلع ہو کر جو اس کے ساتھی ہیں وہ بھی گنہگار ہیں، اس ظالم کی رسی میں گرفتار ہیں، ان پر بھی توبہ لازم۔ یہ لوگ اگر توبہ نہ کریں تو اس کی طرح ان کا بھی حقہ پانی بند کر دینا چاہئے۔ ان سے بھی میل جول موقوف کیا جائے۔ وہ ہرگز امامت کا اہل نہیں، اسے ہرگز امام نہ بنایا جائے، اس کے پیچھے نماز مکروہ اسے امام بنانا گناہ۔ غنیۃ و تبیین الحقائق وغیرہما میں ہے "لو قدموا فاسقا یاثمون" درمختار میں ہے "کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں، ان کا اعادہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ 210، 211، شبیر برادرز، لاہور)

جو زانی اور زانیہ سے میل جول رکھے

جس طرح زانی اور زانیہ سے قطع تعلقی کا حکم ہے اسی طرح جو زانیوں سے میل جول رکھے اس سے بھی قطع تعلقی کی جائے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ایک مسئلہ کے جواب میں فرماتے ہیں: ''اگر ان لوگوں نے زانی و زانیہ کی توبہ کے بعد ان سے میل جول کیا ہے تو ان پر اس سے کچھ الزام نہیں اور اس بنا پر ان کا حقہ پانی بند کرنا ناجائز ہے، اور

اگر بغیر توبہ کئے میل جول کر لیا تو بیجا کیا اس حالت میں بطور تنبیہ انکا حقہ پانی بند کرنے میں حرج نہیں، توبہ کے لئے اولیاء کا مواجہہ ضرور نہیں، ہاں بنظر حق العبد ان کی معافی کی ضرورت ہے مگر بغیر اس کے جتنی توبہ کی ہے وہ بھی نامقبول سمجھی جائے، یہ محض باطل ہے۔

یہاں ترکِ تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہوسکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ ولا تزر وازرۃ وزر اخری ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہ اٹھائے گی۔

اگر وہ زنا میں ساعی تھے یا بعد زنا بلا توبہ انکے حامی ہوئے تو بھی مستحق سزائے شرع ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد 13، صفحہ 619، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو شخص اپنی بیوی پر ظلم کرے

جس شخص کے بارے میں پتہ ہو کہ وہ بیوی کو بیجا مارتا ہے، اس کے حقوق پورے نہیں کرتا، اس کو بھوکا یا قید میں رکھتا ہے تو ایسے ظالم شخص سے قطع تعلقی کی جائے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "نان ونفقہ نہ دینا اور طلاق بھی نہ دینا عورت پر ظلم ہے، جس کے سبب زید ظالم سخت گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ و علی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف ﴾ لہٰذا زید پر لازم ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھے اور اس کے حقوق ادا کرے اور یا تو طلاق دے۔ اگر دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں نہ اس کے پاس بیٹھیں اور نہ اس کو اپنے پاس بیٹھنے دیں۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔"

(فتاوٰی فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 225، شبیر برادرز، لاہور)

سود خور سے میل جول رکھنا

آج کل سود خوری بہت عام ہے بینک میں رکھ کر سود لیا جاتا ہے، انشورنس کروائی جاتی ہے، کسی کو قرض دے کر اس پر ماہانہ کچھ پیسے لئے جاتے ہیں، سودی نوکریاں کی جاتی ہے جس میں لوگوں کو سودی قرض لینے کا ذہن دیا جاتا ہے، سود کی لکھت پرت، گواہی اور حساب وکتاب کا کام کرنا پڑتا ہے، یہ سب کچھ ناجائز وحرام ہے۔ ایسے لوگوں سے میل جول نہ رکھا جائے اور نہ ان کے ہاں سے کچھ کھایا جائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سود خور کے ساتھ میل جول کرنا اور شادی اور پنچایت میں بلانا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب وبادلیل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔''

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''سود خور کہ علانیہ سود کھائے اور توبہ نہ کرے، باز نہ آئے، اس کے ساتھ میل جول نہ چاہئے اسے شادی وغیرہ میں نہ بلایا جائے۔ قال اللہ تعالی ﴿واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 17، صفحہ 380، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یاد رہے کہ جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی جائز نہیں ہے۔

جو شخص سود کو حلال سمجھے

آج کل بعض سود خور خصوصاً بینک اور انشورنس والے سود کو حیلے بہانوں سے جائز ثابت کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ جو رقم بینک یا انشورنس کمپنی میں جمع کروائی جاتی ہے، بینک، انشورنس والے اس سے کاروبار کرتے ہیں اور جو نفع ہوتا ہے وہ لوگوں کو دیتے

ہیں۔جبکہ یہ بالکل باطل و مردود ہے اور حدیث پاک کی تصدیق ہے جس میں قیامت کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ لوگ سود کو حلال جانیں گے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اذا استحلت هذا الامة الخمر بالنبيذ والربا بالبيع والسحت بالهدية واتجروا بالزكوة فعند ذلك هلاكهم ليزدادوا اثما" ترجمہ:جب یہ امت شراب کو نبیذ اور سود کو کاروبار کی طرح حلال بنالے گی اور رشوت کو تحفہ بنالے گی اور تجارت کو زکوۃ بنالے گی تو اس وقت ان بڑھتے ہوئے گناہوں کی سبب ان کی ہلاکت ہوگی۔

(کنز العمال، کتاب الفتن، فصل فی متفرقات الفتن ،جلد11،صفحہ329،مؤسسة الرسالہ،بیروت)

سود کو حلال جاننا کفر ہے۔اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا:''زید کہتا ہے کہ سود کے معنی اور ہیں اور بیاج کے معنی اور ہم بہت نہیں لیتے ہیں اور کھلم کھلا سود کھاتا ہے اور اوروں کو کہتا ہے کہ تم سود کے معنے نہیں جانتے،اور جائز کہتا ہے،اس کے اصرار پر شرع کا کیا حکم ہے؟''

جواباً آپ فرماتے ہیں:''سود مطلقاً حرام ہے بہت ہو یا تھوڑا۔قال اللہ تعالیٰ ﴿وحرم الربو﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اور حرام کیا سود۔

زید کا اسے حلال کہنا اس کی حلت پر اصرار کرنا موجب کفر ہے،اس پر توبہ فرض ہے،از سرِ نو مسلمان ہو پھر اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح جدید کرے،اور اگر نہ مانے تو مسلمان اسے قطعاً چھوڑ دیں اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ،جلد14،صفحہ379،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

جو شخص والدین کا نافرمان ہو

والد کے نافرمان کے متعلق مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''وہ شخص اگر توبہ نہ کرے مسلمان اس سے میل جول ربط وضبط نشست برخاست،سلام

کلام چھوڑ دیں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور اپنے اس شدید جرم نافرمانی ایذا رسانی گستاخی کی معافی والد سے چاہے۔ والد تو والد ہے کسی مسلمان کو ناحق ستانا ایذا دینا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔)

(فتاوٰی مصطفویہ، صفحہ 550، شبیر برادرز، لاہور)

جو گمراہ یا کافر کے جنازے میں شریک ہو

آج کل ہر دوست و رشتہ دار کی نمازِ جنازہ پڑھ لی جاتی ہے یہ بھی دیکھا اور سوچا نہیں جاتا کہ میت صحیح العقیدہ بھی تھی یا نہیں؟ کسی گمراہ یا کافر کے جنازہ میں شریک ہونا ناجائز و حرام ہے اور جو قصداً ایسے فعل کا مرتکب ہو اس سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے، اگر امام ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے مسلمانوں کے متعلق سوال ہوا جو ہندوؤں کے جنازوں میں تو شرکت ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا: "اس شخص کا کافروں کے جنازہ میں شریک ہونا اور مسلمانوں کے جنازہ میں نہ شریک ہونا ظاہر کرتا ہے کہ کافروں کی طرف اس کا میلان ہے۔ اور قرآن کا ارشاد ہے ﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾ الآیۃ۔ ظالموں کی طرف میلان نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ اس شخص سے توبہ کرائیں اگر وہ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو اسے علیحدہ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوٰی امجدیہ، جلد 1، صفحہ 316، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اگر کافر و مرتد کو باوجود علم کے مسلمان جانتے ہوئے نماز جنازہ پڑھی تو خود مسلمان نہ رہا۔

جو شخص کافروں کے خوشی وغمی میں شریک ہوتا ہو

وہ شخص فاسق ہے جو کافروں سے میل جول رکھے اوران کی خوشی وغمی میں شریک ہوتا ہو۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند بار اہل ہنود کی برات میں شریک ہوا ہے اور ہر ایک غمی شادی میں شریک ہوتا ہے، اب زید کے یہاں شادی ہے بہت ہنود شامل برات ہوں گے اور زید کے یہاں عورات ڈھول بجائیں گی اور ناچ بھی برات میں ہوگا تو زید کے لئے کیا حکم ہے اور سائل کو کھانے میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

دیگر عمر دریافت کرتا ہے اہل ہنود مزدوری میں لیا اس کو مزدوری خوراک دینا جو کہ رسم مزدوری کی ہے۔

دیگر عمر دریافت کرتا ہے کہ میرے کھیت کے پاس ہنود کا کھیت ہے اور اکثر ایسا بھی ہے ایک کھیت کے درمیان ایک کھیت ہے اور کام کاشتکاری میں بضرورت کسی کام کے کچھ کہنا پڑتا ہے اور بغیر ضرورت کے نہیں۔

دیگر کسی ہنود سے کوئی میل کھانے سے نکلتا ہو تو انسیت پیدا کرے یا نہیں؟ فقط۔ بینوا توجروا۔''

جواباً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس صورت میں ظاہر ہے کہ زید فاسق فاجر ہے، سائل اگر اس پر ایسا دباؤ رکھتا ہے کہ اسے روک سکے گا تو ضرور شریک ہوکر روکے، اور اگر اسے اتنا عزیز ہے کہ اس کا شریک نہ ہونا اسے گوارا نہ ہوگا اوراس کی شرکت کی غرض سے وہ ناجائز باتیں اُٹھادے گا تو سائل پر لازم ہے کہ شرکت سے صاف انکار کردے جب تک وہ ان ناپاکیوں سے باز نہ رہے، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو سائل

اگر قوم کا پیشوا ہے تو ہرگز شریک نہ ہو، اور اگر عوام میں سے ہے اور وہ حرام جلسہ جلسہ طعام کے مکان میں کھانے والوں کے سامنے ہوگا جب بھی ہرگز نہ جائے، اور اگر حرام جلسہ الگ ہے اور کھانے کا مکان الگ تو اختیار ہے اور بہتر یہی ہے کہ کوئی مسلمان شریک نہ ہو۔

ہندو کو مزدوری میں لینا اور مزدوری کی خوراک دینا جائز ہے۔ ضرورت کے سبب کوئی بات ہندو سے کر لینے میں حرج نہیں جبکہ وہ بات خود ایک جائز امر ہو۔ دلی انس کسی کافر سے کرنا حرام ہے، اور ظاہر میل جس میں نہ کافر کی تعظیم ہو نہ مسلمان کی ذلت نہ کوئی طریقہ ناجائز برتا جائے کسی جائز کام کے سبب ہندو سے کر لینے میں حرج نہیں، بلاضرورت اس سے بھی بچے کہ آپس میں راہ و رسم بڑھ کر اکثر ناجائز باتوں تک پہنچا کرتے ہیں "ومن ارتع حول الحمی اوشك ان يقع فيه" جو شخص کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو ہوسکتا ہے کہ اس کے اندر گھسے اور چلا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ326، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو فاسق توبہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی توبہ قبول فرمائیں

جو کوئی فاسق ہو جیسے زانی، چور، ڈاکو، ظالم، رشوت و سود خور، فلمی ایکٹر، ناچ گانے والا وغیرہ اور وہ اللہ عزوجل کی توفیق سے توبہ کرلے تو اب ان سے تعلق قائم رکھ سکتے ہیں اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کی توبہ کو مانیں، بعد توبہ اس پر طعن نہ کریں، یہ نہ محاورہ نہ بولیں "سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی" اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک مسلمان سنی حنفی مسمی گلزار خاں نے ایک عورت قوم مہتر سے تعلق ناجائز پیدا کرلیا، عرصہ تک اس عورت کے مکان پر رہ کر اکل وشرب اس کے ساتھ کرتا رہا، کچھ عرصہ بعد بوجہ تائید غیبی یا

شرم دنیاوی عورت سے اس نے قطع تعلق کر کے یا نے افعال سابقہ سے ایک مجمع عام میں تائب ہوگیا، تائب ہونے کے بعد مسلمانان قرب وجوار نے مسمی گلزار کے ساتھ برابر بلا اکراہ مواکلت ومشاربت جاری کردی، متعدد لوگ ایسے ہیں جو گلزار اور اس کے ساتھ شریک مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور جہلا کو اپنا ہم خیال کرتے اور بیان کرتے کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا اور توبہ کوئی چیز نہیں۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "یہ متعدد لوگ محض خطا وظلم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے، اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں ہے ﴿ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئٰت﴾ اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے ﴿الم یعلم ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ﴾ کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اتاہ اخوہ متنصلا فلیقبل ذلک منہ محقا کان او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ" جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر۔ اگر عذر قبول نہ کرے گا تو روز قیامت حوض کوثر پر میرے حضور حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ اسے حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی اس نے دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے، اللہ عزوجل

فرماتا ہے﴿ یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ﴾ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ" گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور اگر یہ مراد ہو کہ سرے سے توبہ کوئی چیز نہیں تو معاذ اللہ صریح کفر ہے۔ نیز گلزار اور اس کے شریک مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھنا کافرانہ خیال ہے اور یہ کہنا کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں ہوسکتا اللہ عزوجل وشرع مطہر پر افتراء ہے ان لوگوں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور گلزار اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے معافی چاہیں۔ پھر ان کو چاہئے کہ تجدید اسلام کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ609، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

خلاصہ بحث

المختصر یہ ہے کہ جو فاسق وفاجر ہوں یا جو فاسق وفاجر قسم کے لوگوں سے میل جول رکھنے والے ہوں ان سے قطع تعلقی کرنا واجب ہے جبکہ یہ گمان ہو کہ وہ اپنے فعل سے باز آجائیں گے۔ اگر گمان ہو کہ قطع تعلقی سے بھی باز نہیں آئے گا تب بھی افضل ہے کہ قطع تعلقی کریں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں "فاسقوں کے ساتھ سلوک میں سلف صالح کا عمل مختلف رہا ہے اور اس کا مبنی مصلحت شرعیہ ہے جسے یہ جانے کہ نرمی سے راہ

پر آئے گا اس سے ہدایت کے لئے میل جول کرے اور جسے یہ جانے کہ میرے قطع تعلق سے اس پر اثر پڑے گا اور گناہ چھوڑے گا اس سے ہدایت کے لئے قطع کرے مگر ماں باپ سے کہ ان سے قطع کی کسی طرح اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 659، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر دیندار شخص کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے عوام کی بہ نسبت زیادہ دور رہیں کہ کہیں عوام اس دین دار پر طعن نہ کریں یا اس کے ملنے کی وجہ سے دوسرے بھی ان فاسقوں سے ملنا نہ شروع کر دیں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "ایک شخص نے زنا و شراب و سود وغیرہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اور نماز و روزہ و زکوٰہ وغیرہ افعال نیک بھی کرتا ہے اور علماء و مشائخ سے محبت رکھتا ہے تو اگر بہ سبب افعال نیک کے ایسے شخص سے محبت و دوستی و میل جول رکھا جائے تو ان آیات اور احادیث کا خلاف لازم آتا ہے جس میں فاسق سے بچنے اور دور رہنے اور بغض رکھنے کا حکم ہے اور اگر بسبب افعال بد کے ایسے شخص سے پرہیز کیا جائے تو ان احادیث اور آیات کا خلاف لازم آتا ہے جس میں مسلمانوں سے میل جول رکھنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم ہے تو ایسے شخص سے کیسا برتاؤ کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "دو وجہ سے محبت و بغض جمع ہو سکتے ہیں بلکہ فاسق سے بغض حقیقۃً اس کے فعل کی طرف راجع ہے، نہ ذات کی طرف۔ ایسے شخص سے برتاؤ میں طریقہ سلف مختلف رہا اس کا مبنیٰ اختلاف احوال ہے۔ جس فاسق کو یہ جانے کہ نرمی و استلاف سے رو براہ ہو جائے گا وہاں یہی چاہئے جسے یہ جانے کہ شدت و اعراض سے متاثر ہو کر افعال قبیحہ چھوڑ دے گا وہاں یہی چاہئے اور جس سے کسی طرح امید نہ ہو اس سے مطلقاً

احتراز چاہیے خصوصاً دو شخصوں کو، ایک وہ جو اس کی صحبت بد سے متاثر ہونے کا اندیشہ رکھے دوسرا وہ کہ عالم ومقتداء ہو کہ اسے اس سے میل جول کرتا ہوا دیکھ کر قلوب عوام سے فسق کی شناخت کم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ328، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی ہندیہ میں ہے "يُكْرَهُ لِلْمَشْهُورِ الْمُقْتَدَى بِهِ الِاخْتِلَاطُ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْبَاطِلِ وَالشَّرِّ إِلَّا بِقَدْرِ الضَّرُورَةِ لِأَنَّهُ يَعْظُمُ أَمْرُهُ بَيْنَ أَيْدِي النَّاسِ"

ترجمہ: کسی مشہور مقتداء اور پیشوا کو اہل باطل اور اہل شر سے میل جول اور آمد ورفت رکھنا مکروہ ہے مگر بقدر ضرورت، کیونکہ (اہل علم حضرات کے ملنے سے) یہ (بدمذہب وفاسق) لوگوں کے سامنے معظم ہو جائیں گے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع عشر، جلد 5، صفحہ346، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا "کیا قوم کے سردار اور علماء فرض ہے کہ ان مراسم کے مٹانے میں کوشش کریں۔ اگر لوگ نہ مانیں تو برادری ترک کر دیں ترک برادری میں جو خرابیاں ہیں وہ بھی ملحوظ رہیں:

(1) برادرانہ پابندی میں مظلوم کی دادرسی اور ظلم کا تدارک ہوتا ہے۔

(2) حق ناحق کا فیصلہ آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

(3) محلہ میں اگر کوئی شخص عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہے تو پنچ اُسے برادری سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کی شادی غمی میں شریک نہیں ہوتے، پنچوں اور سرداروں کی عبرت سے۔ بالآخر وہ تائب اور نادم ہوتا ہے اور لوگ اس کو برادری میں شامل کر لیتے ہیں، ترک برادری سے یہ فوائد جاتے رہیں گے، ہر شخص آزاد و مختار ہو جائے گا، ہاں یہ واضح رہے اگر کوئی شخص تاڑی شراب پیئے، بازاری عورتوں سے زنا کرے، جوا کھیلے، اپنے یہاں

ناچ کرائے، مگر برادرانہ طرف سے اس کی باز پرس نہیں ہوتی اور نہ سردار یا پنچ اس کو برادرانہ طریق سے بند کرتے ہیں، آیا ایسی برادری کرنا چاہیے؟''

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''علماء اور سرداران پر ہدایت و نصیحت فرض ہے اور اہل معاصی کے ساتھ قطع تعلق میں سلف صالحین کے مسلک مختلف رہے ہیں اور مصالح دینیہ کی رعایت سے دونوں صورتیں جائز ہیں جس میں مصلحت دیکھیں اور ایسی برادری کہ شراب وزنا سے منع نہ کرے اور اپنے ساختہ قانون کی ذرا خلاف ورزی پر سزا دے بہت بیہودہ برادری ہے وہ اگر روک سکتے ہیں تو معاصی پر روکنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 138، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ حکم فاسقوں کے متعلق ہے باقی بدمذہبوں کے ساتھ قطعاً میل جول کی اجازت نہیں ہے، اگر کوئی اپنی بدمذہبی میں پختہ نہیں امید ہے کہ نرمی کی جائے تو واپس سنی بن سکتا ہے تو اس سے نرمی کی جائے اور کسی مستند سنی عالم کے پاس لے جایا جائے تا کہ وہ اس کی اصلاح کر سکے۔ جاہل خود بحث مباحثہ نہ کرے کہ ہوسکتا ہے وہ مطمئن نہ ہو اور پکا بدمذہب بن جائے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ یہ اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں سے انتہائی بدسلوکی کرتے ہیں لیکن فاسق وفاجر اور بدمذہبوں سے ان کے گہرے مراسم ہوتے ہیں۔ اپنوں کے ساتھ انہیں شرعی احکام کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی لیکن بے دین، ظالم، زانی، رشوت خور اور بدمعاش لوگوں کے ساتھ ان کی ہمدردیاں ختم نہیں ہوتیں۔ وہاں یہ جملے بولے جاتے ہیں اسلام بھائی چارے کا نام ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دن بدن دین سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ بدمذہبی، ظلم وزیادتی بے حیائی عام ہو رہی

ہے۔ ہماری زندگی میں، گھر میں معاشرے میں سکون نہیں۔ اگر آج بھی ہم شریعت کے احکام کو بغیر کسی چوں چراں کے مان لیں تو ہماری آخرت کے ساتھ ساتھ ہماری دنیا بھی بہتر ہو جائے گی۔

فاسق فاجر اور حرام کمانے والے کی دعوت پر جانا

صلہ رحمی اور قطع تعلقی کے موضوع میں دعوت قبول کرنے یا نہ کرنے کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس کی دعوت قبول نہ کی جائے تو وہ ناراض ہو کر تعلق توڑ لیتا ہے یا ایسا ہوتا ہے کہ شرعی طور پر اس دعوت میں شرکت کرنا اور اس میں کھانا درست نہیں ہوتا۔ یہاں شرعی طور پر وضاحت کی جاتی ہے کہ کس شخص کی دعوت قبول نہ کرنا شرعاً درست ہے۔ جس کی دعوت قبول کرنے کی اجازت نہیں اگر وہ دعوت دینے والا اس وجہ سے تعلقات ختم کرلے تو دعوت قبول نہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فاسق و فاجر اور حرام کمانے والے سے جس طرح قطع تعلقی کا حکم ہے اسی طرح ان کی دعوت قبول کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے ”لَا يُجِيبُ دَعْوَةَ الْفَاسِقِ الْمُعْلِنِ لِيَعْلَمَ أَنَّهُ غَيْرُ رَاضٍ بِفِسْقِهِ، وَكَذَا دَعْوَةُ مَنْ كَانَ غَالِبُ مَالِهِ مِنْ حَرَامٍ مَا لَمْ يُخْبَرْ أَنَّهُ حَلَالٌ وَبِالْعَكْسِ يُجِيبُ مَا لَمْ يَتَبَيَّنْ عِنْدَهُ أَنَّهُ حَرَامٌ، كَذَا فِي التُّمُرْتَاشِيِّ“ ترجمہ: فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کی جائے تاکہ فاسق کو معلوم ہو کہ لوگ اس کی فسق سے راضی نہیں ہیں اسی طرح اس کی دعوت بھی قبول نہ کی جائے جس کا غالب مال حرام سے ہے جب تک وہ اس دعوت کے حلال ہونے کی خبر نہ دے۔ اس کے برعکس مسلمان کی دعوت قبول کی جائے جب تک اس کے مال کے حرام ہونے کی وضاحت نہ ہو جیسا کہ تمرتاشی میں ہے۔

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، جلد 5، صفحہ 343، دار الفکر بیروت)

سود خور، شرابی، بے حیاء کی دعوت پر جانا

چور ڈاکو، سود خور، رشوت خور جیسے لوگ فاسق بھی ہیں اور حرام خور بھی، جس طرح ان سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے اسی طرح ان کی دعوت میں بھی نہیں جانا چاہئے اور ان کا یہاں کا کھانا بھی نہ کھایا جائے۔ خصوصاً دیندار شخصیت کو زیادہ بچنا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سود خوار، بے نمازی، شرابی، ہیجڑا، مخنث اور جس کی بی بی سر بازار باہر نکلتی ہوں ان کے ساتھ کھانا کیسا ہے؟ ایک شخص دوسرے کی بی بی کو زبردستی لے آیا ہے تین برس بعد نکاح کیا پہلے شوہر نے اب تک طلاق نہ دی یہ نکاح اور اس کے ساتھ کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔''

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''سود خوار، بے نمازی، شرابی، مخنث کسی کے ساتھ کھانا نہ چاہئے خصوصاً شرابی کہ اس کے ہاتھ اور منہ پاک ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ جس کی بی بی سر عام بے پردہ پھرتی ہو اگر ستر کامل نہیں کرتی مثلاً سر کے بالوں یا گردن یا پیٹ یا بازوں یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یا باریک کپڑے سے چمکتا ہو اور وہ اس پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اس کے ساتھ بھی کھانا نہ چاہئے، جو پرائی عورت کو بھگا لایا ہے اور شوہر زندہ ہے اور طلاق نہ دی اور نکاح کر لیا وہ اس نکاح کے بعد بھی زانی ہے۔ اور یہ نکاح باطل محض ہوا ایسے شخص سے میل جول اصلا نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 674، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

طوائف کے کھانے پر فاتحہ پڑھنا

طوائف کے کھانے پر فاتحہ پڑھنے پر صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: ''وہ چیز اگر حرام لعینہ ہے تو اس پر فاتحہ پڑھنا اور اس کا ثواب پہنچانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے "ولا یقبل اللہ الا الطیب" حرام چیز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ تو نہ اس کا کوئی ثواب ہے نہ ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ چیز حرام لعینہ نہیں ہے تو فاتحہ پڑھنے اور ایصال ثواب کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ جب یہاں دو صورتیں ہیں تو مطلقاً گناہ کا بھی حکم نہیں دیا جاسکتا چہ جائیکہ کفر۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رنڈیوں کے یہاں ہرگز نہ جائے کہ ایسے لوگوں کے پاس جانے کی ممانعت ہے۔''

(فتاوی امجدیہ، جلد 1، صفحہ 364، مکتبہ رضویہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک رنڈی سے نکاح کرلیا ہے اور اس رنڈی کا مال اسباب بھی اپنے مکان پر لے آیا ہے اب وہ مال طیب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے گھر میں کھانا پینا کیسا ہے؟ اور اس شخص نے اپنا مال بھی اس رنڈی کے مال میں ملا دیا ہے۔ بیان کرو ثواب پاؤ گے۔''

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''وہ مال یوں ہرگز طیب نہیں ہوسکتا اور اس نے اپنا مال اس سے ملا کر یہ بھی خبیث کر دیا اس کے یہاں کھانا پینا نہ چاہیے جبکہ رنڈی کا مال غالب ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہ مال جو سامنے آیا ہے رنڈی کا مال ہے جب تو اس کا کھالینا عین حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 654، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حرام کمانے والے کے یہاں کھانا حرام ہے یا نہیں؟

فاسق و فاجر اور حرام خور کی دعوت قبول کرنا تو منع ہے ہی اور حرام ذریعہ سے کمانا بھی حرام ہے، باقی ایسے شخص کے گھر سے جو کھایا جائے تو کیا وہ کھانا بھی حرام ہے یا نہیں

تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(1) اگر تو معلوم ہو کہ جو چیز سامنے پیش کی ہے وہ بعینہ حرام ہے مثلاً کسی شخص نے سود یا رشوت میں آٹا، چاول یا کوئی پھل وغیرہ لیا تھا پھر اسی کو کھانے کیلئے پیش کر دیا تو اس کا کھانا حرام ہے۔

(2) اگر جوا، رشوت وغیرہ جیسے حرام کاموں پر بعینہ کھانا نہیں ملا بلکہ پیسے ملے اور ان پیسوں سے کھانے پینے کی کوئی چیز خریدی تو اس میں دیکھا جائے گا کہ حرام روپیہ دکھا کر اگر چیز خریدی تو اس چیز کو کھانا بھی حرام ہے۔ اگر حرام روپیہ نہیں دکھایا بلکہ پہلے چیز خریدی اور چیز خریدنے پر جو رقم دینی لازم آئی وہ رقم حرام مال سے دے دی تو اس چیز میں حرمت نہیں آئے گی اگرچہ حرام کمائی کی نحوست ضرور رہے گی اور حرام کمانے پر سزا کا بھی مستحق رہے گا۔

(3) اگر اس چیز کا حلال و حرام ہونا کچھ معلوم نہ ہو جیسے معلوم نہیں کہ حرام روپیہ دکھا کر کھانا خریدا ہے یا نہیں یا ایک شخص حلال بھی کماتا ہے اور حرام بھی تو اس کا کھانا اگرچہ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو نہ کھائے خصوصاً جبکہ اس کا اکثر مال حرام کا ہو بلکہ ایسے شخص کے ہاں جانا ہی نہیں چاہیے، خصوصاً عالم، امام مسجد، پیر اور نمازی پرہیزی جیسے لوگوں کو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''جو مال اس نے بعینہٖ چوری یا جوئے سے حاصل کیا اس پر ختم و فاتحہ پڑھنا حرام ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ مگر اسے جس سے وہ مال لیا گیا یا وہ معلوم نہ ہو تو فقیر کو بحیثیت مال لاوارثی نہ بحیثیت ایصال ثواب سمجھ کر کھایا وہ قابل امامت نہیں جب تک تائب نہ ہو بلکہ اسے جدید اسلام کا حکم ہے۔ عالمگیریہ میں ہے "لو تصدق علی فقیر بشیء من مال الحرام یرجوا

الثواب یکفر ولو علم الفقیر بذلك فدعاله وامن المعطی فقد کفر .کذا فی المحیط "اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کرے اور ثواب کی امید رکھے تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اگر محتاج کو اس مال کے حرام ہونے کا علم ہو پھر اسے مال دینے کے لئے کوئی بلائے اور وہ اس کے لئے دعا کرے اور دینے والا آمین کہے تو فقیر نے بھی کفر کیا۔ محیط میں یہی مذکور ہے۔

اور اگر اس کے پاس مال حلال بھی تھا اور اس کا خاص حرام سے ہونا معلوم نہیں یا زر حرام سے خریدی ہوئی کوئی چیز ہے جس کی خریداری میں زر حرام پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ثمن میں دیا ہو تو اس پر فاتحہ پڑھنے اور کھانے میں حرج نہیں اگرچہ صورت مذکورہ میں خلاف احتیاط ضرور ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ113، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی ہندیہ میں ہے "أَهْدَى إِلَى رَجُلٍ شَيْئًا أَوْ أَضَافَهُ إِنْ كَانَ غَالِبُ مَالِهِ مِنَ الْحَلَالِ فَلَا بَأْسَ إِلَّا أَنْ يَعْلَمَ بِأَنَّهُ حَرَامٌ، فَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ هُوَ الْحَرَامَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَقْبَلَ الْهَدِيَّةَ، وَلَا يَأْكُلَ الطَّعَامَ إِلَّا أَنْ يُخْبِرَهُ بِأَنَّهُ حَلَالٌ وَرِثْتُهُ أَوْ اسْتَقْرَضْتُهُ مِنْ رَجُلٍ" ترجمہ: کسی شخص کو تحفہ دیا گیا یا اسے کسی نے دعوت دی اگر اس کا غالب مال حلال ہے تو (تحفہ لینے اور ضیافت قبول کرنے) میں کوئی حرج نہیں جب تک اس شے کا حرام ہونا معلوم نہ ہو جائے، اور اگر اس کا غالب مال حرام ہے تو مناسب یہ ہے کہ تحفہ قبول نہ کرے اور کھانا نہ کھائے جب تک اسے بتایا نہ جائے کہ یہ حلال ہے اسے وراثت میں ملا ہے یا اس نے کسی شخص سے قرض لیا ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، جلد5، صفحہ342، دار الفکر بیروت)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قمار باز جس کا پیشہ سوائے جوا کے اور کچھ نہ ہو، یا کوئی طوائف ناچنے گانے والی یا کوئی کسبی حرام پیشہ بارھویں شریف یا گیارھویں شریف میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی نیاز کرے اس کا کھانا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمائیں'' بینوا توجروا'' بیان فرمایئے اجر پایئے۔''

جوابا آپ فرماتے ہیں: ''جس کا پیشہ محض حرام کا ہو اس سے مخالطت ویسے ہی نہ چاہئے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

اس کے یہاں کھانا اور زیادہ معیوب ہے مگر مذہب صحیح میں نفس طعام حرام نہیں سوا اس صورت کے کہ وہ خود اسے وجہ حرام میں ملا ہو مثلا اجرت غنا یا زنا یا رشوت زانیہ میں ناج دیا گیا وہ ناج اس کھانے میں ہے یا اس نے اسے زر حرام سے خریدا اور خریداری میں عقد ونقد اسی مال حرام پر جمع ہوئے مثلا وہ زر حرام دکھا کر کہا اس کے عوض دے دو یہ تو حرام پر عقد ہوا پھر جب اس نے دے دیا وہی زر حرام ثمن میں دیا یہ حرام کا نقد ہوا ان دونوں صورتوں میں وہ کھانا حرام ہے ورنہ نہیں۔'' بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ ھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہم اس کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے متعلق حرام ہونے کو نہ جانیں، فتاویٰ ہندیہ بحوالہ ذخیرہ، حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 663، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: ایک شخص مسلمان سود ورشوت وغیرہ حرام کھاتا ہے اور تجارتی وغیرہ حلال پیشہ بھی اس کا ہے یعنی مال مخلط حرام وحلال شے ہے۔ اور وہ نماز پڑھتا نہیں اس کے مکان پر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟''بینوا توجروا''بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔''

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''جائز بایں معنی تو ہے کہ کھائے گا تو کوئی شے حرام نہ کھائی جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ شے جو میرے سامنے آئی بعینہٖ حرام ہے۔''به ناخذ مالم تعرف شیئا حراما بعینه نص علیه محرم المذهب الامام محمد رحمه اللّٰہ تعالٰی کما فی الذخیرة وغیرها'' ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے حرام ہونے کو پہچان نہ لیں چنانچہ مذہب قلمبند کرنے والے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت فرمائی ہے جیسا کہ ذخیرہ وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔

مگر احتراز اولیٰ خصوصا جب کہ غالب حرام ہو'' خروجا عن الخلاف و کما فی ردالمحتار عن الذخیرة عن الامام ابی جعفر احب الی فی دینه ان لایاکل ویسعه حکما ان لم یکن (ذٰلک الطعام) غصبا ورشوة الخ'' تاکہ اختلاف سے نکل جائیں جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے امام ابوجعفر سے روایت کیا ہے کہ آدمی کے دین کے معاملے میں یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے کہ وہ نہ کھائے جبکہ حکم میں اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ طعام مال غصب شدہ اور رشوت وغیرہ سے نہ ہو الخ۔

خصوصا جب کہ یہ شخص سود اور رشوت لینے کے باعث نہ صرف فاسق بلکہ عباداللہ پر ظالم ہے ایسے فساق سے اظہار بغض ونفرت پر سلف صالح اجماع قائم ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں ''طرق السلف قد

اختلف فی اظہار البغض مع اہل المعاصی و کلہم اتفقوا علی الظہار البغض للظلمة والمبتدعة و کل من عصی اللہ تعالٰی بمعصیة متعدیة منہ الی غیرہ الخ"
علمائے سلف کی روش گناہ کرنے والے کے ساتھ اظہار بغض میں مختلف رہی ہے لیکن ظالموں اور بدعتیوں کے خلاف بغض کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور جو کوئی گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کی یہ کاروائی دوسروں تک متجاوز ہوتی ہے۔

تو اس کے یہاں کھانے سے اور زیادہ احتراز چاہیے خصوصا اس کے ساتھ کھانے سے، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 627،628، رضا فاؤنڈیشن ،لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک جگہ سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سود خوار کے یہاں کھانا کھانا مسلمانوں کو اور وعظ مولود شریف پڑھ کرا سے سود خوار سے کچھ لینا اور اس کا پیسہ مسجد میں لگانا گیارھویں، مولود شریف میں مٹھائی تقسیم کرنا اور کپڑا وغیرہ خیرات کرنا حالانکہ اسی زید سود خوار کے یہاں تجارت چرم فروشی وغیرہ زمینداری مالگواری بھی ہوتی ہے ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟"

جوابا آپ فرماتے ہیں: "جب اس کے یہاں رزق حلال کے ذرائع تجارت زراعت بھی موجود ہیں تو امور مذکور میں کچھ حرج نہیں جب تک کسی خاص روپیہ کی نسبت معلوم نہ ہو کہ یہ وجہ حرام سے ہے۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ کما فی الھندیة عن الذخیرة" ہم اس کو لیتے ہیں جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا واضح نہ ہو جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا ہے۔

ہاں بنظر مصالح شرعیہ اس کی زجر و توبیخ اور نگاہ مسلمانان میں اسی کے فعل کی تقبیح کے لئے اس کی دعوت سے احتراز خصوصا مقتداء عالم کو انسب واولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 633، 634، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سود خور اور ہندوؤں کے کھانے کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(1) چند سوداگر مسلمان ایسے ہیں کہ تجارت بھی کرتے ہیں اور سود بھی کھاتے ہیں اور زمیندار بھی ہیں ایسوں کے یہاں کا کھانا پینا اور لڑکی لڑکوں کا بیاہنا جائز ہے یا نہیں؟

(2) ہنود عام طور پر سود کھاتے اور زمینداری ودکانداری بھی کرتے ہیں ان کے یہاں کا کھانا جو بسبب رسم بھیجتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہر دو شخصوں کے یہاں کا کھانا آئے اور نہ کھایا جائے تو کس کو دیا جائے؟

(3) ایک شخص بسبب اپنی ضرورتوں کے روپیہ لے کر سود دیتا ہے اس کے یہاں کا کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "(1) اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ سود کا ہے مثلاً سود میں چاول لئے تھے یا چاولوں کی کٹوتی بغیر شرائط شرعی کی تھی وہی چاول پکائے ہیں تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ اور اگر مال خریدا ہوا ہے اگرچہ سودی روپے سے تو اس کا کھانا حرام نہیں کہ اس کا وہ روپیہ حرام تھا خریدنا حرام نہ تھا اور کچھ معلوم نہ ہو جب بھی حکم حلت ہے۔ یہ تو اصل اس کھانے کا حکم تھا باقی ایسے لوگوں سے اتحاد میل جول خلا ملا نہ چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اگر تمہیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ ان سے شادی بیاہ کا رشتہ ہرگز نہ کیا جائے کہ اس سے

بڑھ کر میل جول اور کیا ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے۔ یونہی اگر گھی میں چربی ملی ہوئی ہوتو ہندو سے خریدنا بھی حرام ہے اور اگر ان کی پوجا کا کھانا ہوتو مطلقا لینا منع ہے۔ اور اگر مفاسد سے خالی ہو تو لے لینے بھی حرج نہیں اور نہ لینا بہتر۔ اور اگر لینے میں اسلام کی طرف اس کی رغبت کی امید ہے تو لینا بہتر، جو کھانا ان دونوں جوابوں میں ناجائز بتایا اس کا لینا ہی منع ہے لے لیا ہو تو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(3) جو خود سود نہیں کھاتا صحیح ضرورت کے سبب سودی قرض لیتا ہے اس کے یہاں کھانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 650، 651، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی قاضی خان میں ہے "رجل دخل علی سلطان فقدم علیه شئ من المأکولات قالوا ان اکل منها لاباس به اشتراہ بالثمن اولم یشترالا ان ھذا الرجل ان کان یعلم انه غصب بعینه فانه لایحل له ان یاکل من ذلك" ترجمہ: ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا اس کے آگے کھانے کی کچھ چیزیں لائی گئیں، فقہاء نے فرمایا اگر وہ ان میں سے کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں خواہ اس نے قیمت سے خریدی ہوں یا نہ خریدی ہوں، مگر جب یہ شخص جانتا ہو کہ یہ بعینہ غصب ہے تو پھر اس کے حلال نہیں کہ انہیں کھائے۔

(فتاوی قاضی خان، کتاب الحظر والاباحت، جلد 3، صفحہ 301، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اگر جو چیز اس نے حرام کاری یا قمار بازی سے حاصل کی بعینہ اسی شے پر نیاز دلائی مثلاً جوئے میں چاول جیتے تھے انہیں کا پلاؤ پکایا، زانیہ کو اس کے آشنا نے گوشت بھیجا اسی پر فاتحہ دلائی جب تو وہ نیاز وفاتحہ یقینی

مردود اور اس کھانا قطعی حرام اور فاتحہ دینے والے کو اگر معلوم تھا کہ بعینہ یہ وہی شے ہے تو وہ بھی سخت عظیم شدید گناہ میں گرفتار، یہاں تک کہ فاتحہ دینے دلانے والے دونوں پر معاذ اللہ خوفِ کفر ہے دونوں پر لازم کہ کلمہ اسلام نئے سرے سے پڑھیں اور نکاح کی تجدید کریں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد23، صفحہ 531، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس طرح کے اور بھی کئی دلائل کتب فقہ میں موجود ہیں بلکہ صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک ایسا مسئلہ مروی ہے چنانچہ شعب الایمان میں ہے "عَنْ رَبِيعِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ: إِنَّ لِي جَارًا يَأْكُلُ الرِّبَا، أَوْ قَالَ: خَبِيثُ الْكَسْبِ، وَرُبَّمَا دَعَانِي لِطَعَامِهِ أَفَأُجِيبُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ .قَالَ الشَّيْخُ :وَهَذَا عَلَى الْإِبَاحَةِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي، الَّذِي أَطْعَمَهُ مِنْ كَسْبِهِ الْخَبِيثِ، أَمْ لَا، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ حَقٌّ" ترجمہ: حضرت ربیع بن عبداللہ نے ایک آدمی سے سنا کہ اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے جو سود کھاتا ہے یا اسکی کمائی خبیث ہے، وہ مجھے کھانے کی دعوت دیتا ہے کیا میں اس کی دعوت قبول کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ دعوت قبول کرنا اباحت پر محمول ہے کہ یہ نہیں جانتا کہ جو کھانا اسے کھلایا جا رہا ہے وہ بعینہ خبیث کمائی سے ہے یا نہیں اور دعوت قبول کرنا حق ہے۔

(شعب الایمان، الفصل الثالث فی طیب المطعم، جلد7، صفحہ 527، مکتبۃ الرشد، الریاض)

رشوت خور اور سود خوروں سے دینی کاموں کے لئے چندہ لینا

بعض لوگ علماء کرام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر فاسق و فاجر سے قطع تعلقی کا حکم ہے تو پھر آپ لوگ مساجد اور دیگر دینی کاموں کے لئے ان جیسوں سے چندہ کیوں لیتے ہیں؟ اس لئے یہاں اس کی بھی وضاحت ضروری ہے۔

جو لوگ مکمل حرام کماتے ہیں یعنی ان کی آمدنی میں حلال نہیں صرف حرام ہی ہے ان سے چندہ نہیں لینا چاہیے۔ جن کی آمدنی میں حلال و حرام مخلوط ہو ان سے چندہ لینا جائز ہے۔ البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ یہ جو چندہ دے رہا ہے یہ بعینہ حرام کمائی ہے تو لینا ناجائز ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "جب تک ہمیں معلوم نہ ہو کہ یہ خاص روپیہ جو ہم کو دیتا ہے وجہ حرام سے ہے اس کا لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ہے کچھ حرج نہیں "بہ ناخذ ما لم نعرف شیئاً حراما بعینہ" ترجمہ: ہم اسی چیز کو لیتے ہیں جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا واضح نہ ہو۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 16، صفحہ 343، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور جگہ حامی سنت ماحی بدعت امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: "جب اس کے یہاں رزق حلال کے ذرائع تجارت، زراعت بھی موجود ہوں تو امور مذکورہ میں کچھ حرج نہیں جب تک کسی خاص روپیہ کی نسبت معلوم نہ ہو کہ یہ وجہ حرام سے ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 633، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایسا نہیں ہوتا کہ دینی لوگ ان لوگوں سے چندہ مانگتے ہیں جن کی کمائی مکمل حرام ہو جیسے جوا کروانے والے، ڈاکو وغیرہ بلکہ وہ کاروباری لوگوں سے چندہ لیتے ہیں جن میں بعض کاروباری لوگ اپنے کاروبار میں سودی قرض بھی لگائے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی کمائی مخلوط ہے، جن کا لینا جائز ہے۔ یہ دونوں صورتیں صرف چندے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہدیہ، اجرت وغیرہ میں بھی ان کا لحاظ ضروری ہے۔ کسی کے پاس نوکری کریں اور وہ اپنی مخلوط کمائی سے اجرت دے تو لینا جائز ہے چنانچہ امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "اس کے یہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا، کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ

چیز جو اسے دے بعینہ مالِ حرام ہونا معلوم نہ ہو۔"

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ544، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کفار کے ساتھ کھانا اور ان کی دعوت قبول کرنا

غیر مسلم سے دنیاوی معاملات تو کئے جاسکتے ہیں جیسے خرید وفروخت، ملازمت، ضرورۃً ایک جگہ اکٹھے رہنا وغیرہ، لیکن ان سے دلی دوستی ومحبت کا تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ کافروں کا جھوٹا کھانا یا ان کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی برتن میں کھانا منع ہے۔ مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ مسلمان جو ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہیں ان کی رہائش بھی ایک جگہ ہے اور کھانے پکانے کا انتظام بھی ایک ساتھ ہے۔ کھانا کبھی ہندو اور کبھی مسلمان تیار کرتے ہیں، تو اس صورت میں مسلمانوں کا ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ ایک برتن میں ایک ساتھ کھانا کیسا ہے؟

جواباً آپ فرماتے ہیں: "مسلمان کو کسی غیر مسلم کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلقات رکھنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں ایک ساتھ کھانا پکانا اور محبت کے تعلقات رکھنا جائز نہیں۔ اگر غیر مسلم کھانا وغیرہ فروخت کرتا ہے تو اس سے وہ چیزیں خرید کر کھانا جائز ہیں جن میں گوشت کی ملاوٹ نہ ہو، گوشت غیر مسلم کا پکایا ہوا مسلمان خرید کر بھی نہیں کھا سکتا۔ لہٰذا سب لوگ جب ایک مکان میں رہتے ہیں تو مسلمانوں کو اپنے کھانے پینے کا انتظام علیحدہ کرنا چاہئے۔"

(وقار الفتاوی، جلد1، صفحہ445، بزم وقار الدین قادری، کراچی)

غیر مسلموں کو نہ دعوت دی جائے اور نہ ان کی دعوت قبول کی جائے خصوصاً کفار

کے گھر سے گوشت کھانا اصلا جائز نہیں ہے۔ مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا "میں ہسپتال میں ڈاکٹر ہوں اور ڈیوٹی کے دوران غیر مسلم ڈاکٹرز کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہے۔ ہم لوگ یعنی مسلم اور غیر مسلم ساتھ ملکر ہوٹل میں کھانا کھاتے ہیں اور دعوت میں شریک ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ تعلقات قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "غیر مسلموں کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلقات قائم کرنا ناجائز ہیں۔ ہوٹل میں اگر اپنا اپنا کھانا ایک ٹیبل پر ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں، اس سے محبت کا ثبوت نہیں ہوتا۔" (وقار الفتاویٰ، جلد3، صفحہ238، بزم وقار الدین قادری، کراچی)

جب ایک مسلمان فاسق کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے تو کافر جو فاسق مسلمان سے ہزار درجہ بدتر ہے اس کی دعوت قبول کرنا بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "ایک شخص کہتا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا، اپنے برتنوں میں کھلانا، ان کے برتنوں میں کھانا اور ان کا حقہ پینا اور ان کو اپنا پلانا جائز ہے۔ دلیل جواز میں یہ آیت پیش کرتا ہے ﴿احل لکم الطیبت وطعام الذین اوتو الکتب حل لکم وطعامکم حل لھم﴾ (لوگو!) تمہارے لئے ستھری اشیاء حلال کردی گئی اور ان لوگوں کا کھانا جنہیں کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا انکے لئے حلال ہے۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "امور مذکور ممنوع ہیں۔ اس میں ان کے ساتھ مجالست ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ بے انصافوں کے۔

علماء فرماتے ہیں۔ اس میں قباحت تک ہر کافر و بدمذہب داخل ہے "والقعود

مـع کـلـهـم ممتنع" (ہر کافر کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ہے۔) یہ ان کی طرف میل کا موجب ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿ولا تـر كـنـوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ بے انصافوں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔

بدمذہب کے لئے حدیث میں ارشاد ہے "لا تؤاكلوهم ولا تشاربوهم" نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پیو۔

نہ کہ جو مسلمان ہی نہیں، اس میں مسلمانوں کو اپنے سے نفرت دلانا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "بشـروا و لاتـنـفـروا" بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ۔

آیہ کریمہ میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے گیہوں، چاول، دودھ، دہی تو مشرک کے یہاں کا بھی حلال ہے جبکہ نجس نہ ہو، اہل کتاب کی کیا تخصیص، ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن حمید حضرت مجاہد اور عبدالرزاق مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی فرماتے ہیں "طعام الذين او توا الكتب ذبائحهم" طعام اہل کتاب سے ان کے ذبیحہ حرام مراد ہے۔

شرع مطہر میں ہر غیر مسلم کافر ہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک، جو اہل کتاب کو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے ﴿ان الـذين كفروا من اهـل الـكـتـب والمشر كين فى نار جهنم خلدين فيها﴾ بیشک وہ جو کافر ہیں کتابی اور مشرک، سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اور فرماتا ہے ﴿لـقـد كفر الذين قالوا ان الله هـو المسيح بن مريم﴾ بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 664، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک جگہ آپ سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(1) اہل ہنود کی اشیاء خوردنی کا استعمال ایک مسلمان کے لئے کہاں تک جائز ہے؟

(2) یونہی اہل ہنود کے ہمراہ کھانا کھانا۔

(3) کیا اوپر کے مسائل کے جواب ہر غیر مسلم پر عائد ہو سکتے ہیں اگر نہ تو غیر مسلم کے بارے میں اوپر کے ہر دو مسائل کا کیا جواب ہوگا؟"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "(1) اشیائے خوردنی جو شریعت نے حلال فرمائی ہیں حلال ہیں ہنود کی کوئی تخصیص نہیں کہ وہ چیزیں خاص ہندوؤں کے کھانے کی ہیں ہاں ہندو کے یہاں کا کھانا اگر گوشت ہے حرام ہے اور اس کے سوا اور چیزیں مباح ہیں، جب تک ان کی حرمت یا نجاست تحقیق نہ ہو، اور بچنا اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) ہندو کے ساتھ کھانا کھانے کا سوال بے معنی ہے۔ ہندو کب اس کے ساتھ کھائے گا۔ اور ایسا ہو تو اسے نہ چاہئے۔ حدیث میں ہے "لا تواکلوھم ولا تشاربوھم" نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(3) غیر مسلم چار قسم ہیں: کتابی، مجوسی، مشرک، مرتد، کتابی اگر کتابی ہو ملحد نہ ہو تو اس کا ذبیحہ اور اس کے یہاں کا گوشت بھی حلال ہے اور باقیوں کے یہاں کا گوشت حرام۔ اور مرتد ان میں سب سے خبیث تر ہے اس کے پاس نشست برخاست مطلقاً ناجائز ہے۔ اور ساتھ کھانا ہر کافر کے ساتھ برا ہے۔ پھر اگر اس میں بد مذہبی کی تہمت ہو جیسے نصرانی

کے ساتھ کھانا مسلمانوں کے لئے زیادہ باعث نفرت ہو تو اس کا حکم اور سخت تر ہوگا ورنہ اس اصل حکم میں کہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ پانی نہ پیو سب برابر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 668، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر کفار کے کھانے میں حرام چیز شامل ہو جیسے خنزیر، شراب وغیرہ تو اس کھانے کو کھانا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: "مخدومی مکرمی جناب مولانا صاحب دام اقبالہ، بعد آداب کے معلوم ہو کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت وعافیت کا خواہاں، باعث تکلیف یہ ہے کہ برائے نوازش ذیل سوالوں کا جواب بھیج دیں گے تو بندہ بہت مشکور ہوگا۔

(1) اہل کتاب کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اہل کتاب عیسائی ہو یا انگریز، ان کا باورچی مسلمان ہو یا عیسائی یہ بات ضرور ہے کہ یہ لوگ شراب پیتے ہیں اور بد جناور کھاتے ہیں۔

(2) اہل ہنود کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "(1) یہاں عیسائیوں کا خصوصاً انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے "لاتواکلوھم ولاتشاربوھم" نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔

ان کے برتن نجاست سے خالی نہیں ہوتے، اور ان کا باورچی اگرچہ مسلمان ہو ناپاک گوشت پکاتا ہے" ومن یرتع حول الحمی یوشك ان یقع فیه" جو کوئی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(2) ہندوؤں کے ہاتھ پکا ہوا گوشت حرام ہے مگر اس صورت میں کہ مسلمان

نے ذبح کیا اور اپنی آنکھ سے غائب ہونے نہ دیا یا اس کے سامنے پکایا اور باقی کھانے اس کے پکائے ہوئے جائز ہیں۔ جبکہ پانی یا برتن میں خلط نجاست معلوم نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 651، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو کفار نجس چیزیں کھاتے ہیں ان کے برتن میں کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر موضع میں بدجانور کا گوشت کھاتے ہیں ان کے یہاں کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(1) مسلمانوں کو قصداً شکار سور کا کرنا اور بلم سے مارنا اور کتے سے اور اہل ہنود کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

(2) سود لینے والے کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اگر اس کی آمدنی اور جگہ سے بھی ہے تو اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے۔" بینوا توجروا "بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "جو کفار اس بدجانور کو کھاتے ہیں جیسے ٹھاکر وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ ان کے یہاں کی روٹی سے بھی احتراز کیا جائے کہ ظاہر یہی ہے کہ ان کے برتن اور بدن سب نجس ہوتے ہیں، اور یہی حال ان کے بامنوں وغیرہ اقوام کا بھی ہے کہ وہ سوئر نہ کھائیں تو گوبر اور بچھیا کا موت تو ان سب کے نزدیک پاک بلکہ بہتر ہے وہ سب نجس ہیں مگر شریعت آسان ہے جب تک کسی خاص شے میں حرمت یا نجاست کا حال معلوم نہ ہو ہمارے لئے پاک وحلال ہے ورنہ بازار کا دودھ، گھی، مٹھائی سب کا یہی حال ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ" ہم اسی کو

لیتے ہیں (یعنی عمل کرتے ہیں) جب تک کسی شئی کے حرام ہونے کو پہچان نہ لیں۔

(1) سوئر اگر کھیتی وغیرہ کو ضرر دے یا اس سے انسان یا مویشی پر حملہ آوری کا اندیشہ ہو تو اسے کتے سے شکار کرنا خواہ بلم یا بندوق سے مارنا جائز بلکہ مستحب، بلکہ بعض اوقات میں فرض وواجب ہے۔ مگر ہندو وغیرہ کسی کافر کو اس کا کھلانا یا اس کے پاس بھجوانا سخت حرام ہے۔ کہ کھانے اور کھلانا ایک حکم ہے۔ اشباہ میں ہے "ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ" جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔

(2) سود خوار کے یہاں نہ کھانا بہتر ہے خصوصا عالم ومقتداء کو اور فتویٰ وہی ہے کہ جب تک کسی خاص مال کی حرمت معلوم نہ ہو منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 640، 641، رضا فائو نڈیشن، لاہور)

کافر سے تحفہ لینے اور نہ لینے کی صورتیں

دعوت کے ساتھ ساتھ کافر سے تحائف کا لین دین نہیں کرنا چاہئے کہ تحفہ لینے دینے سے دلوں میں ایک دوسرے کے متعلق محبت پیدا ہوتی ہے اور اسلام کے علاوہ دیگر ادیان سے نفرت و بیزاری لازم ہے۔ البتہ اگر تحفہ لینے دینے سے وہ کافر اسلام کی طرف مائل ہوگا تو لینا جائز ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ کافر کا تحفہ لینے سے مسلمان کا اس کی طرف قلبی میلان ہوگا یا اس کے دین کے متعلق نرمی پیدا ہوگی تو لینا جائز نہیں ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کے ہدیے قبول بھی فرمائے اور رد بھی فرمائے۔ کسریٰ بادشاہ ایران نے ایک خچر نذر کیا، قبول فرمایا۔۔۔ یونہی بادشاہ فدک نے چار اونٹیاں پر بار نذر کیں۔ قبول فرمائیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دیں۔۔۔۔

یہ حدیثیں تو جواز کی ہیں اور عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش از اسلام کوئی ہدیہ یا ناقہ نذر کیا، فرمایا: تو مسلمان ہے؟ عرض کی نہ۔ فرمایا "انی نهیت عن زبد المشركین رواه عن احمد وابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح" میں کافروں کی دی ہوئی چیزیں لینے سے منع کیا گیا ہوں۔ امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حسن صحیح ہے۔

یونہی ملاعب الاسنہ نے کچھ ہدیہ نذر کیا۔ فرمایا: اسلام لا۔ انکار کیا۔ فرمایا "انی لا اقبل هدية مشرك رواه الطبراني في الكبير عن كعب بن مالك رضي الله تعالى عنه بسند صحيح" میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں فرماتا۔ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بسند صحیح اسے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا "انا لا نقبل شيئا من المشركين. رواه احمد والحاكم عن حكيم بن حزام رضي الله تعالى عنه بسند صحيح" ہم مشرکوں سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے۔ اس کو امام احمد اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح اور بھی حدیثیں رد وقبول دونوں میں وارد ہیں "فمنهم من زعم ان الرد نسخ القبول ورد بجهل التاريخ ومنهم من وفق بان من قبله منهم فاهل كتاب لا مشرك كما في مجمع البحار اقول قد قبل عن كسرى ولم يكن كتابيا الا ان يتمسك في المجوس سنوابهم سنة اهل الكتاب غير ناكحي نسائهم ولا اكل ذبائحهم" ان میں کچھ وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ ہدیہ رد کرنے سے اس کا قبول کرنا منسوخ ہوا اور یہ غلط ہے کیونکہ تاریخ معلوم نہیں۔ اور بعض نے دونوں

میں مطابقت اور موافقت پیدا کی کہ جن کا ہدیہ قبول فرمایا وہ اہل کتاب تھے مشرک نہ تھے جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) کہ آپ نے کسریٰ شاہ ایران کا ہدیہ قبول فرمایا حالانکہ وہ اہل کتاب میں سے نہ تھا بلکہ مجوس سے تھا۔ مگر یوں استدلال کیا جائے کہ مجوسی نے اہل کتاب کی روش اختیار کی البتہ ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں۔

اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ یہ امر مصلحت وقت وہ حالت ہدیہ آرندہ وہدیہ گیرندہ پر ہے اگر تالیف قلب کی نیت ہے اور امید رکھتا ہے کہ اس سے ہدایا وتحاتف لینے دینے کا معاملہ رکھنے میں اسے اسلام کی طرف رغبت ہوگی تو ضرور لے اور اگر حالت ایسی ہے کہ نہ لینے میں اسے کوفت پہنچے گی اور اپنے مذہب باطل سے بیزار ہوگا تو ہرگز نہ لے، اور اگر اندیشہ ہے کہ لینے کے باعث معاذ اللہ اپنے قلب میں کافر کی طرف سے کچھ میل یا اس کے ساتھ کسی امر دینی میں نرمی ومداہنت راہ پائے گی تو اس ہدیہ کو آگ جانے اور بیشک تحفوں کا رغبت ومحبت پیدا کرنے میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تھادوا تحابوا. رواہ ابو یعلی بسند جید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ زاد ابن عساکر وتصافحوا یذھب الغل عنکم و عندہ عن ام المومنین الصدیقۃ رفعتہ تھادوا تزدادو احبا الحدیث" ایک دوسرے کو ہدیہ دے دیا کرو تا کہ آپس کی محبت میں اضافہ ہو۔ ابو یعلیٰ نے اس کو جید سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن عساکر نے یہ اضافہ کیا کہ ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کیا کرو۔ (یعنی ہاتھ ملایا کرو) اس سے تمہارا باہمی کینہ دور ہوگا اور اسی نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے ہدیہ دیا کرو تا کہ

تمہاری باہمی محبت میں اضافہ اور ترقی ہو الحدیث۔

ایک حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "الهدية تذهب بالسمع والقلب والبصر. رواه الطبراني في الكبير عن عصمة بن مالك رضي الله تعالى عنه حسنه السيوطي وضعفه الهيثمي وغيره" ہدیہ آدمی کو اندھا، بہرا، دیوانہ کر دیتا ہے۔ امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام سیوطی نے اس کی تحسین فرمائی جبکہ ہیثمی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا۔

نیز حدیث میں ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الهدية تعور عين الحكيم، اخرجه الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما بسند ضعيف" ہدیہ حکیم کی آنکھ اندھی کر دیتا ہے۔ دیلمی نے بسند ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔

اور اگر نہ کچھ مصلحت ہو نہ کچھ اندیشہ تو مباح ہے چاہے لے چاہے نہ لے۔ "وقد بني الامر في ذلك على المصالح علماؤنا الكرام كما نقله في الباب الرابع عشر من كراهية الهندية عن المحيط عن الامام الفقيه ابي جعفر وغيره فراجعه" ہمارے علماء کرام نے اس معاملہ میں مختلف مصالح پر بنیاد رکھی ہے جیسا کہ اس کو فتاوٰی ہندیہ کی بحث کراہت چودھویں باب میں بحوالہ محیط امام فقیہ ابو جعفر وغیرہ نے نقل کیا ہے لہٰذا اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

پھر ان کا پکایا ہوا یا ہدیہ دیا ہوا گوشت تو حرام ہے جب تک اپنے سامنے جانور ذبح ہو کر بغیر نگاہ سے غائب ہوئے سامنے نہ پکا ہو اور اس کے سوا پکائی ہوئی چیزیں اور بازار کی

مٹھائی دودھ دہی گھی ملائی سب کا ایک حکم ہے کہ فتوی جواز اور تقوی احتراز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 622، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بدمذہب اور مرتد کی دعوت

دعوت کرنے والے کے بارے میں عمومی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدمذہب ہے یا نہیں، اگر معلوم نہ ہو تو معلومات کر لی جائیں اور اگر وہ بدمذہب ہو تو پھر اس کی دعوت میں جانا نہیں چاہئے کہ حدیث پاک میں ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس کی بدمذہبی حد کفر تک ہو اس کی دعوت قبول کرنا تو دور کی بات ہے اس کے پاس بیٹھنا بھی نہیں چاہئے۔ امام اہلسنت سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بدمذہبوں کے بارے فرماتے ہیں: "جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اسکے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہا تمام معاملات میں اسے بعینہٖ مثل سور سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں...... اور بے ضرورت ومجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بدمذہب کی محبت آگ ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 320، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو بدمذہب حد کفر تک نہیں پہنچا اس کی بھی بلاوجہ و بلامصلحت دعوت نہ کی جائے اور نہ ہی قبول کی جائے۔ ہاں اگر وہ بدمذہب اپنی گمراہی پر شدت نہیں کرتا، بحث مباحثہ نہیں کرتا، نہ اسے اپنے گمراہ فرقے کی خرابیوں کا علم ہے، بس والدین یا بیوی بچوں کے بدمذہب ہونے پر خود کو بھی گمراہ فرقے سے منسوب کرتا ہے تو ایسے بدمذہب کی دعوت قبول کی جائے تاکہ اس کی اصلاح ممکن ہو سکے۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مرتد کی نہ دعوت کرے نہ اس کی دعوت میں جائے نہ اس سے کوئی معاملہ میل جول کا رکھے،

یونہی کفار خصوصا وہ جو ذمی یعنی سلطنت اسلامیہ میں رہ کر مطیع الاسلام نہ ہوں ان سے بھی کوئی برتاؤ محبت ودوستی کا نہ کرے ہاں مصلحت شرعیہ ہو تو اس کی دعوت کرے بھی اور کھائے بھی جس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور بلا مصلحت اس سے کیا فاسق معلن بیباک سے بھی بچے خصوصا مضرت دینی کا خوف ہو جب تو احتراز سخت لازم ہوگا۔ مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے یہاں شادی میں ناچ یا ناجائز باجا ہے وہ اسے بلاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ میں جاؤں گا تو اسے روک سکوں گا اسے میرا کہنا ضرور ماننا ہوگا تو بالقصد جائے اور اگر سمجھے کہ میں اپنا شریک ہونا ممنوعات کے نہ ہونے پر موقوف کردوں کہ اگر یہ باتیں نہ کروں تو آؤں گا تو اسے میری ایسی خاطر ہے کہ ان باتوں سے باز رہے گا تو ہرگز نہ جائے جب تک وہ منہیات ترک نہ کردے۔ دوسری مثال اس سے میل جول نرم برتاؤ رکھنے میں امید ہے کہ یہ راہ پر آجائے اس کا دل نرم ہے حق قبول کرلے گا تو حد جائز تک آشتی برتے اور جانے کی میل جول میں مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی محبت اثر کر جائے تو آگ سمجھے دور بھاگے عام لوگوں کو اسی اخیر صورت کالحاظ چاہئے۔ ولہذا حدیث میں صاف فرمایا "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم" ان سے دور ہو اور ان کو اپنے سے دور رکھوں کہیں وہ تم کو بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم (جس کی بزرگی سب سے بڑھ کر ہے) سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 644، 645، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جس دعوت میں خلاف شرع افعال ہوں اس میں شرکت کرنا

اگر دعوت دینے والا مسلمان صحیح العقیدہ حلال رزق کمانے والا ہے لیکن جو دعوت

دی ہے اس میں گانے باجے، ناچ وغیرہ ممنوع شرعی افعال کروا رہا ہے تو ایسی دعوت کو بھی قبول نہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ لہٰذا دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت وہاں جانے کیلئے یہ معلومات کرلی جائیں کہ وہاں پر کوئی ممنوع کام مثلاً گانا، باجا، ناچ، مردوں وعورتوں کا اختلاط وغیرہ تو نہیں ہوگا، اگر وہاں کوئی خلاف شرع کام نہ ہو تو دعوت میں جانا جائز و درست ہے۔

فسق وفجور والی محافل میں جانے اور نہ جانے والی صورتیں

اگر وہاں کوئی خلاف شرع کام ہو تو وہاں جانے نہ جانے کی مختلف صورتیں ہیں:

(1) اگر یہ جانتا ہے کہ میں دعوت میں شریک ہونے سے انکار کردوں گا تو وہ مجھے بلانے کیلئے خلاف شرع امور ترک کردیں گے تو اس پر واجب ہے کہ جانے سے انکار کردے۔

(2) اگر جانتا ہے کہ میرے وہاں پر ہونے کی وجہ سے وہ خلاف شرع کام نہیں کریں گے تو واجب ہے کہ دعوت میں شریک ہو۔

(3) اگر یہ دونوں صورتیں نہیں اور معلوم ہے کہ جس جگہ پر دعوت ہے وہیں خلاف شرع کام ہوں گے تو اس صورت میں نہ جائے۔

(4) اگر خلاف شرع کام کسی اور جگہ پر ہوں اور دعوت اس سے جدا کسی جگہ پر ہو تو جانے میں حرج نہیں لیکن اگر کسی عالم دین کو معلوم ہو کہ لوگ ایسی دعوت میں شرکت کرنے کی وجہ سے اس پر طعن کریں گے تو نہ جائے۔ امام اہلسنت سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہا نہ ہو، نہ اور کوئی مانع شرعی ہو، اور اس کا قبول وہاں جانے میں

ہے، کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جبکہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو، اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول کرنے نہ کرنے کا اسے مطلقا اختیار ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 655، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی ہندیہ میں ہے "رَجُلٌ اِتَّخَذَ ضِیَافَةً لِلْقَرَابَةِ أَوْ وَلِیمَةً أَوْ اِتَّخَذَ مَجْلِسًا لِأَهْلِ الْفَسَادِ فَدَعَا رَجُلًا صَالِحًا إِلَى الْوَلِیمَةِ قَالُوا إِنْ كَانَ هٰذَا الرَّجُلُ بِحَالٍ لَوْ اِمْتَنَعَ عَنِ الْإِجَابَةِ مَنَعَهُمْ عَنْ فِسْقِهِمْ لَا تُبَاحُ لَهُ الْإِجَابَةُ بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ لَا يُجِيبَ لِأَنَّهُ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ" ترجمہ: ایک شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لئے عام دعوت طعام یا دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی فسادیوں کیلئے (کھیل تماشے لہو ولعب کی) مجلس بھی آراستہ کی اور ایک نیک شخص کو بھی دعوت نامہ بھیجا۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر اس شخص کا مقام ان کے نزدیک اتنا ہو کہ اگر وہ دعوت قبول کرنے سے منع کردے تو وہ اپنے فسق بھرے کاموں سے باز آجائیں گے تو اس کے لئے اس دعوت کو قبول کرنا مباح نہیں بلکہ اس پر دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے کیونکہ یہ گناہ سے روکنا ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر، جلد5، صفحہ 343، دار الفکر، بیروت)

حاشیہ شلبی میں ہے "إِنْ عَلِمَ قَبْلَ الدُّخُولِ إِنْ كَانَ مُحْتَرَمًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَوْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ يَتْرُكُونَ ذٰلِكَ اِحْتِرَامًا لَهُ فَعَلَيْهِ أَنْ يَذْهَبَ لِأَنَّ فِيهِ تَرْكَ الْمَعْصِيَةِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ لَوْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ لَا يَتْرُكُونَ فَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهِمْ" یعنی اگر دعوت میں جانے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ وہاں پر خلاف شرع امور ہوں گے اور وہ محترم شخصیت ہے کہ اسے پتہ ہے اگر وہ ان کے پاس جائے گا تو وہ لوگ اس کے احترام کی وجہ سے گناہ کے کاموں کو ترک کردیں گے تو اس پر لازم ہے کہ وہ جائے

کیونکہ یہ معصیت کا ترک اور نہی عن المنکر ہے اور اگر اسے معلوم ہے کہ اس کے جانے سے وہ معصیت والے کام ترک نہیں کریں گے تو وہ نہ جائے۔

(حاشیہ شلبی مع تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، جلد6، صفحہ13، المطبعۃ الکبری، القاہرہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک برات یہاں سے پیلی بھیت جائے گی، میزبان وعدہ کرتا ہے کہ کوئی ممنوع شرعی برات کے ساتھ راہ میں نہ ہوگا، اسٹیشن ریل پیلی بھیت پر پہنچ کر سب ہمراہیوں کو کھانا کھلایا جائے گا اور ان میں جو لوگ ممنوعات شرعیہ سے پرہیز رکھتے ہیں۔ انھیں کھانا کھلاتے ہی دلھن کے مکان پر معاً بھیج دیا جائے گا کہ وہ علیحدہ مکانوں میں قیام کریں اور ممنوعات کے جلسہ سے بچیں انھیں بھیجنے کے بعد برأت ہمراہ باجہ وغیرہ کے دلھن کے گھر جائے گی اور وہاں دوسرے مکان میں ناچ اور آتشبازی وغیرہ ہوگی، اس صورت میں ایسی برأت کی شرکت درست ہے یا نہیں؟ اور کچھ لوگوں نے عہد نامہ لکھا تھا کہ جو اپنی شادیوں میں ناچ گانا کریں گے ہم ہرگز ان سے نہ ملیں گے انھیں بھی شرکت چاہیے یا نہیں؟" بینوا توجروا "بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔"

جواباً آپ فرماتے ہیں: "اگر یہ شخص جانتا ہے کہ میری خاطر ان لوگوں کو ایسی عزیز ہے کہ بحالت منکرات شرعیہ میں شرکت سے انکار کروں گا تو وہ مجبورانہ ممنوعات سے باز رہیں گے اور میرا شریک نہ ہونا گوارا نہ کریں گے تو اس پر واجب ہے کہ بے ترک منکرات شرکت سے انکار کرے۔۔۔۔اور اگر جانتا ہے کہ میری عزت و عظمت ان کی نگاہوں میں ایسی ہے کہ میں ساتھ ہوں گا تو وہ منکرات شرعیہ نہ کرسکیں گے تو اس پر واجب ہے و موجب ثواب عظیم ہے کہ شریک ہو۔ ردالمحتار میں ہے "اذا علم انھم یترکون

ذلك احتراما له فعليه ان يذهب اتقانی" جب وہ جانتا ہے کہ اس کے احترام کی وجہ سے وہ گناہ والے کام چھوڑ دیں گے تو اس پر ضروری ہے کہ وہاں جائے اور شرکت کرے۔ اتقانی۔

اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو اگر جانتا ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا وہیں منکرات شرعیہ ہوں گے اور برات والے کا وعدہ محض حیلہ ہی حیلہ ہے تو ہرگز نہ جائے۔ قال اللّٰہ تعالی ' ﴿لاتقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو اور مجلس نہ کرو۔

ہدایہ میں ہے "لو علم قبل الحضور لايحضر لانه لم يلزمه حق الدعوة" اگر جانے سے پہلے ہی اسے (منکرات شرعیہ کا) علم ہو جائے تو وہاں نہ جائے کیونکہ اس پر دعوت کا حق لازم نہیں ہوا۔

کفایہ میں ہے "لان اجابة الدعوة انما تلزم اذا كانت الدعوة على وجه السنة " اس لئے کہ دعوت قبول کرنا اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ دعوت سنت کے مطابق ہو۔

اور اگر واقعی ایسا ہی ہے کہ نفس دعوت منکرات سے خالی ہو گی اگر چہ دوسرے مکان میں لوگ مشغول گناہ ہوں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔ قال تعالی ﴿ولا تزرو وازرة وزر اخرى﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

غایت یہ کہ میزبان گنہ گار ہے پھر شرعا گنہگار کی دعوت بھی دعوت ہے جبکہ وہ خود گناہ پر مشتمل نہ ہو۔ خزانۃ المفتین میں ہے "ان لم يكن الرجل بحال لولم يجب لايمنعهم من الفسق لاباس بان يجيب و يطعم وينكر معصيتهم و فسقهم لانه

اجابة الدعوة واجابة الدعوة واجبة اومندوبة فلا یمتنع بمعصیة افترنت بها"
اگر کسی شخص کی ایسی حیثیت ہو کہ اگر یہ دعوت قبول نہ کرے تب بھی وہ گناہ اور نافرمانی سے باز نہیں آئیں گے۔تو پھر دعوت کی قبولیت میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔ البتہ ان کے گناہ اور نافرمانی کا انکار کرے کیونکہ اس نے تو دعوت قبول کی (یعنی خود کوئی خلاف ورزی نہیں کی) اور دعوت قبول کرنا واجب ہے یا مستحب لہٰذا ایسی دعوت جس سے گناہ پیوست ہو ممنوع نہیں۔

مگر عالم اگر جانے کہ میری اتنی شرکت پر بھی عوام مجھے متہم ومطعون کرینگے تو نہ جائے کہ مواقع تہمت سے بچنا چاہئے اور مسلمانوں پر فتح باب غیبت ممنوع ہے۔"عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التهم ذکره الشرنبلالی وغیره" حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ مقامات تہمت سے بچے، اس کو علامہ حسن شرنبلالی وغیرہ نے ذکر کیا۔

یونہی وہ عہد کرنے والے نہ جائیں کہ خلاف عہد معیوب ہے۔قال تعالٰی ﴿واوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا﴾ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: (لوگو!) وعدہ پورا کیا کرو کیونکہ وعدہ کے متعلق قیامت کے دن پوچھ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔"
(فتاوٰی رضویہ، جلد 21، صفحہ 609، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دارالعلوم کے مدرسین کو پر لازم ہے کہ امیر ہو یا غریب جس کے یہاں بھی عورتوں کا گانا بجانا ہو یا مردوں کا یا اس کے علاوہ دوسرا کوئی لہو ولعب ہو تو اس کی دعوت ہرگز قبول نہ کریں اور نہ ان کا نکاح پڑھیں۔ اگر

واقعی وہ اس صورت میں غریبوں کے یہاں نہیں جاتے اور امیروں کے یہاں جاتے بھی ہیں اور کھاتے بھی ہیں تو وہ چاپلوس ہیں۔ سخت غلطی پر ہیں اور قابلِ ملامت ہیں۔''

(فتاوٰی فقیہ ملت ،جلد2،صفحہ 307،شبیر برادرز،لاہور)

ولیمہ کی دعوت کی حیثیت

عام طور پر دعوت قبول کرنا مستحب ہے لیکن ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے، اگر پتہ ہو کہ ولیمہ میں ناچ گانا ہوگا تو قبول نہ کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہا نہ ہو نہ اور کوئی مانع شرعی ہو، اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے، کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جبکہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو، اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول کرنے نہ کرنے کا اسے مطلقا اختیار ہے۔

ردالمحتار میں ہے "دعی الی الولیمۃ ھی طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام وفی الھندیۃ عن التمرتاشی اختلف فی اجابۃ الدعوۃ وقال بعضھم واجبۃ لایسع ترکھا و قال العامۃ ھی سنۃ والا فضل ان یجیب اذا کانت ولیمۃ و الا فھو مخیر والاجابہ افضل لان فیھا ادخال السرور فی قلب المؤمن و اذا اجاب فعل ما علیہ اکل اولا والافضل ان یاکل لو غیر صائم وفی البنایۃ اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ اوغیرھا و اما دعوۃ یقصد بھا التطاول وانشاء الحمد او ما اشبھہ فلا ینبغی اجابتھا لا سیما اھل العلم اہ ومقتضاہ انھا سنۃ مؤکدۃ بخلاف غیرھا وصرح شراح الھدایۃ بانھا قریبۃ من الواجب وفی التاتارخانیۃ عن

الینابیع لو دعی الی دعوة فالواجب الاجابة ان لم یکن هنالك معصیة ولا بدعة والامتناع اسلم فی زماننا الا اذا اعلم یقینا ان لا بدعة ولا معصیة اه والظاهر حمله علی غیر الولیمة لما مر تأمل واللّٰہتعالٰی اعلم" کسی کو ولیمہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی اور ولیمہ شادی کی دعوت کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ہر دعوت طعام ولیمہ کہلاتی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں امام تمرتاشی سے روایت ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف کیا گیا (یعنی اس کی شرعی حیثیت ونوعیت میں ماہرینِ قانونِ فقہ کا اختلاف ہے) چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک دعوت قبول کرنا شرعا واجب ہے، لہٰذا اس کے ترک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن علماء کرام نے فرمایا کہ وہ سنت ہے۔ اور افضل (اور عمدہ) یہ ہے کہ دعوت طعام ضرور قبول کرے بشرطیکہ دعوت ولیمہ ہو ورنہ اسے اختیار ہے کہ (یعنی دعوت قبول کرنے نہ کرنے میں وہ خود مختار ہے) لیکن اجابت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مسلمان کے دل کی خوشنودی ہے (کہ اس طرح کرنے سے اس کو دلی مسرت ہوگی جو کہ اسلام میں مطلوب ہے) اور جب دعوت قبول کرلے تو پھر جو کچھ اس کی ذمہ داری ہے اسے نبھائے کھانا خواہ کھائے یا نہ کھائے، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا ضرور کھائے، اور البنایہ شرح الہدایہ میں ہے کہ اجابت دعوت طعام سنت ہے خواہ دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو، رہی وہ دعوت کہ جس سے نام ونمود، نمائش اور فخر وریا اور قصیدہ گوئی وغیرہ مقصود ہو، تو پھر اس قسم کی دعوت کو قبول نہ کرنا اور مسترد کردینا ہی زیادہ مناسب ہے خصوصا اہل علم حضرات کے لئے (یہی زیادہ موزوں ہے۔) اور اس کا مقتضایہ ہے کہ دعوت ولیمہ سنت مؤکدہ ہے جس کے علاوہ یہ حکم نہیں البتہ شارحین ہدایہ نے یہ تصریح فرمائی کہ دعوت کا حکم واجب کے قریب ہے۔ تاتارخانیہ میں ینابیع کے حوالے سے منقول ہے کہ اگر

کسی کو شمولیت دعوت کے لئے مدعو کیا جائے تو اسے قبول کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت کا کام نہ ہو، اور ہمارے زمانے میں زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ دعوت میں شمولیت سے باز رہے۔ ہاں البتہ اگر اسے قوی یقین ہو کہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت نہیں (تو پھر ضرور شریک ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر ولیمہ پر حمل کیا جائے۔ اس وجہ سے جو بات گزر چکی۔ غور وفکر کیجئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد 21، صفحہ 655، 656، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ناجائز تقریبوں میں اہل علم حضرات کا شرکت کرنا زیادہ سخت ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو عالم دین اور پیشوائے مسلمین ہو اسے برادری سے میل جول اور ان کی جائز تقریبوں میں شرکت اور جائز رسموں میں موافقت اور اپنی تقریبوں میں انہیں شریک کرنا ہرگز نہ ممنوع ہے نہ اس کو درجہ سے کچھ کم کر دے وہ کہ تمام عالم سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں سے ایسے برتاؤ رکھتے۔ ہاں ناجائز تقریبوں میں شریک ہونا، ناجائز رسموں میں ساتھ دینا یہ ضرور ناجائز اور عالم و پیشوا کے لئے سخت تر ناجائز، یہ ضرور درجہ گرا دینے والی چیز ہے اور یہ محض غلط ہے کہ برادری سے میل جول ناجائز باتوں میں شرکت پر بھی مجبور کرے گا کیوں مجبور کرے گا جب یہ عالم ہے اور وہ اسے پیشوا مانتے ہیں صاف کہہ دے کہ فلاں بات ناجائز ہے میں اسے نہیں کر سکتا اور تم بھی نہ کرو۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد 24، صفحہ 379، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بدمذہبوں اور کفار کے جلسہ میں شرکت کرنا

آج کل جس طرح سیاسی جلسے ہوتے ہیں جن میں ناچ گانا، مرد و عورت کا اختلاط ہوتا ہے ایسے سیاسی جلسوں میں شرکت کرنا شرعاً جائز نہیں۔ اسی طرح بدمذہبوں کے

جلسوں، اجتماعات، کانفرنسوں وغیرہ شرکت کرنا جن میں بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو اپنے فرقوں میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے، حضور علیہ السلام، صحابہ کرام و اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کی جاتی ہیں ایسے جلسوں میں بھی مسلمانوں کا جانا جائز نہیں ہے۔اسی طرح کفار کے جلسوں میں شرکت کرنا جہاں وہ اپنے باطل دین کے مطابق رسومات کرتے ہیں جیسے عیسائیوں کا کرسمس ڈے کا جلسہ کرنا، ہندوؤں کا دیوالی وغیرہ کے پروگرام کرنا، ان میں شرکت کرنا بھی ناجائز و حرام اور بعض صورتوں میں کفر ہے۔

ایسی کانفرنس میں شرکت جس کے ممبروں میں بدمذہب ہوں

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ''کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس'' کے ممبر بننے اور اس کے جلسہ میں شرکت کرنے کے متعلق سوال ہوا جس کے ممبروں میں ہر قسم کے بدمذہب لوگ شامل ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی تحریک کا ممبر بننے، ان کی مالی مدد کرنے اور ان کے جلسہ میں شرکت کرنے کو ناجائز فرمایا چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام اور بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اس بڑی آگ کی طرف کھینچ کر لے جانے والا۔اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وامّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین﴾ اور اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے "دخل فیہ الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلھم ممتنع "اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم" ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ ورسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس بات کی طرف بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے اور جس بات سے منع فرمائیں بلاشبہ سراسر ضرر وبلا ہے۔ مسلمان صورت میں ظاہر ہوکر جو ان کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے یقین ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب یہ دھوکے میں آیا اور ساتھ ہولیا تو گردن مارے گا مال لوٹے گا شامت اس بکری کی کہ اپنے راعی کا ارشاد نہ سنے اور بھیڑیا جو کسی بھیڑ کی اون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہولے۔ ارے! مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمھیں منع فرماتے ہیں وہ تمہاری جان سے بڑھ کر تمہارے خیر خواہ ہیں ﴿حریص علیکم﴾ تمہارا مشقت میں پڑنا ان کے قلب اقدس پر گراں ہے ﴿عزیز علیہ ما عنتم﴾ واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر ﴿بالمومنین رؤف رحیم﴾ ارے! ان کی سنو، ان کا دامن تھام لو، ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ۔

وہ فرماتے ہیں "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم" ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابن حبان وطبرانی وعقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "لاتواکلوھم ولاتشاربوھم ولاتجالسوھم ولاتناکحوھم واذامرضوا

فلاتعودوھم واذاماتوافلاتشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولاتصلوا معھم "ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بدمذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوا دیا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے آ کر عرض کی: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے، فرمایا "لاتقراہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث" میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے کہ اس نے کچھ بدمذہبی نکالی ہے۔

سیدنا سعید بن جبیر شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو راستہ میں ایک بدمذہب ملا، کہا کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی ایک کلمہ اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا "ولانصف کلمۃ" آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے، فرمایا از یشان منھم ہے۔

امام محمد بن سیرین شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کے پاس دو بدمذہب آئے عرض کی کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، عرض کی کچھ احادیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، انھوں نے اصرار کیا، فرمایا تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں، آخر وہ خائب وخاسر چلے گئے، لوگوں نے عرض کی اے

امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر ہو کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے، فرمایا میں نے خوف کیا کہ وہ آیات واحادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اور ایسی جگہ مال دنیا وہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا، جو عقل سے بہرہ نہیں "یکے نقصان مایه دگر شماتت همسایه" (ایک تو مال نقصان اور دوسرے ہمسایہ کی خوشی۔) ہمسایہ کون؟ وہ بئس القرین شیطان لعین کیسا خوش ہوگا کہ ایک ہی کرشمے میں دونوں جہان کا نقصان پہنچایا، مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا ﴿خسر الدنیا والآخرة ذلک هو الخسران المبین﴾ دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نقصان۔

دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم" ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

دیکھو نجات کی راہ وہی ہے جو تمھارے رب عزوجل نے بتائی ﴿لا تقعد بعد الذکر مع القوم الظلمین﴾ یاد آئے پر پاس نہ بیٹھو ظالموں کے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ105، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جس جلسے میں کافر کو تعظیم دی جاتی ہو اس میں شرکت

تحریک آزادی کی کوشش میں جب بعض مسلمانوں نے گاندھی کو اپنا خلیفہ مانا اور اسے مساجد اور دیگر مواقع پر جلسوں میں بڑی عزت سے مدعو کیا جاتا تو امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے ایسے جلسے میں شرکت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا

:"تعظیم مشرک کے جلوس میں شرکت حرام ہے اور حرام فعل کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔طحطاوی علی الدر المختار میں ہے "التفرج علی المحرم حرام" (حرام پر خوشی بھی حرام ہے۔) ایسے جلسوں میں شرکت گناہ کبیرہ ہے۔قال اللہ تعالی ﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: پس نصیحت و یاددہانی کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من سود مع قوم فھو منھم" جس نے جس قوم کی کثرت بنائی وہ انہی میں سے ہے۔

حرام کاری میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔قال اللہ تعالی ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اور نا مسلم کو واعظ مسلمین بنا کر اس کا بیان سننا اشد سے اشد کبیرہ و بدخواہی اسلام ہے۔قال اللہ تعالی ﴿یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطن ان یضلھم ضلالا بعیدا﴾ اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے: پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکا دے۔

سائل نے مہاتما لکھا یہ حرام ہے۔مہاتما بمعنی روح اعظم ہے کہ خالص لقب افضل الملائکہ ہے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یوہیں جو لوگ ایسا مذہب نکالنا چاہیں کہ مسلم وکافر کا فرق اٹھا دے، سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرا دے جو لوگ کہیں کہ آج تم نے اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا، جو لوگ کہیں کہ خدا کی رسی مضبوط

تھامنے سے اگرچہ دین ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا تو ضرور ملے گی ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے، حدیث میں فرمایا"لاتقولوا للمنافق یاسیدنا فانه ان یکن سید کم فقد اسخطتم ربکم" منافق کو یا سیدنا (اے ہمارے سردار) نہ کہو کیونکہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو یقیناً اپنے سے ناراض کرلیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویه، جلد15، صفحه 101، 102 رضافاؤنڈیشن، لاہور)

کرسمس ڈے میں شرکت

کرسمس عیسائیوں کا دینی شعار ہے۔ آج کل کئی سیاسی لوگ چند ووٹوں کی خاطر عیسائیوں کے کرسمس میں شرکت کرتے ہیں، انہیں مبارکباد دیتے ہیں، کرسمس کے متعلق اچھے کلمات کہتے ہیں، اسی طرح بعض جعلی پیر اور پڑھے لکھے جاہل حب جاہ کے مارے ہوئے مولوی بھی کرسمس کے کیک کاٹتے ہوئے نظر آتے ہیں جبکہ یہ ناجائز وحرام اور اگر کرسمس کی تعظیم کی جائے تو کفریہ عمل ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مراسم کفر کی اعانت اور ان میں شرکت ممنوع وناجائز وگناہ اور مخالفت حکم الٰہی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ارشاد ہوا "من سود مع قوم فهو منهم وفی لفظ من کثر سواد قوم فهو منهم" جو کسی قوم کی جماعت میں شریک ہو کر ان کا گروہ بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

خصوصاً توہین مسجد پر اعانت کہ بہت سخت تر ہے پھر اگر یہ باتیں شامت نفس اور طمع دنیا سے ہوں تو صرف استحقاق جہنم ہے اور اگر کسی رسم کفر کے پسند ورضا کے ساتھ ہوں

تو کھلا کفر ہے۔غمز العیون میں ہے "من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ" جس شخص نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ باتفاق مشائخ اس نے کفر کیا۔

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول منع ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 21 صفحہ 186 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

جو بدمذہبوں اور کفار کے جلسوں میں شرکت نہ کرے اس سے بائیکاٹ کرنا

بدمذہبوں اور کفار کے جلسوں میں شرکت نہ کرنے والے مسلمانوں پر طعن کرنا اوران سے بائیکاٹ کرنا اشد حرام عمل ہے۔اعلیٰ حضرت سے جب اس طرح کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:"ایسے جلسوں میں شریک ہونا قطعا حرام اور سخت مضر اسلام ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے﴿واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔

اللہ تعالی ان کے پاس بیٹھنے کو شیطانی کام بتاتا ہے اور بھولے سے بیٹھ گیا ہو تو یاد آنے پر فورا اٹھ آنے کا حکم فرماتا ہے نہ کہ ان کا وعظ و لیکچر سننا،رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں"ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم" ان سے دور بھاگو انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

نہ کہ انھیں مسند رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر بٹھانا،انھیں صدر یا واعظ بنانے میں ان کی تعظیم وتوقیر ہے۔اوررسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں"من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام" جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بے شک اس نے دین اسلام ڈھادینے پر مدد کی۔

فتاوی ظہیریہ واشباہ والنظائر ومنح الغفار ودرمختار وغیرہا میں ہے "تبجیل الکافر کفر" کافر کی تعظیم کفر ہے۔

تو جو مسلمان ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو وہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں اپنے اسلام کو دستبردِ کفار ومرتدین وشیاطین سے بچاتے ہیں، اس بناء پر جو ان کو خارج از اسلام بتاتا ہے خود خارج از اسلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "فقد باء بها احدهما" جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہیں تو یہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

جو ان سے اس بناء پر ترک موالات کرے وہ ابلیس سے موالات کرتا ہے مسلمانوں کو اس سے ترک موالات چاہئے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 275، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فصل چہارم: قطع تعلقی کے متعلق سوال وجواب

سوال: کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان رشتوں کو نبھانے کی پوری کوشش کرتا ہے، ہر قسم کے حقوق پورے کرتا ہے، لیکن رشتہ دار اپنے حقوق پورے نہیں کرتے۔ اگر کسی رشتہ دار کے متعلق پتہ ہو کہ اس نے وفا نہیں کرنی کیا پھر بھی اس کے حقوق پورے کیے جائیں؟

جواب: جی ہاں ہم اپنی طرف سے حقوق پورے کریں، جو بدلہ میں حق تلفی کرتا ہے یہ اس کا ظرف ہے۔

سوال: جس پر احسانات کیے ہوں اور وہ بعد میں احسان فراموش ہو جائے تو دل کو بہت دکھ ہوتا ہے اور دوبارہ اس پر احسان کرنے اور اس سے تعلق قائم رکھنے کو دل نہیں چاہتا ایسی صورت میں کیا کریں؟

جواب: موجودہ دور ایسا ہے کہ اپنے قریب سے قریب تر رشتہ دار کے حقوق یہ سمجھ کر ادا نہ کریں کہ کل کو یہ ہمارے بھی حقوق پورے کرے گا۔ بس یہ ذہن میں رکھا جائے کہ ہم نے شریعت پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک کے حقوق پورے کرنے ہیں اور بلاوجہ شرعی قطع تعلقی سے بچنا ہے۔ رشتہ داروں سے بدگمانی نہ رکھی جائے کہ وہ ہمارے بُرے وقت میں کام نہیں آئیں گے، البتہ توقعات بھی وابستہ نہ کی جائیں اگرچہ اس پر احسانات کئے ہوں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب وہ ضرورت کے وقت کام نہ آئیں گے تو اتنا دکھ نہ ہوگا اور اگر کام آ گئے تو زیادہ خوشی ہوگی۔

سوال: بعض رشتہ دار، دوست احباب ایسے ہوتے ہیں جو عزت نہیں کرتے اگر کبھی ملاقات کرنے چلے جائیں تو طعن وطنز یا صراحۃً بے عزتی کر دیتے ہیں، کیا ایسی جگہ پھر جایا جائے؟

جواب: جہاں عزت نہیں وہاں جانا چھوڑ دیا جائے لیکن جانا چھوڑا جائے تعلق نہ توڑا جائے۔ جب بھی ملاقات ہو سلام کر لیا جائے، حال چال پوچھ لیا جائے۔

سوال: اگر ہماری بہن یا بیٹی کی کسی رشتہ دار کے ہاں شادی ہوئی اور پھر طلاق ہوگئی یا ہم نے کسی رشتہ دار کی بیٹی یا بہن کو طلاق دے دی تو بعدِ طلاق رشتہ داری قائم رہنا تقریباً ناممکن ہے، ہمیشہ کے لئے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق کی وجہ سے رشتہ داریاں ختم کر لینا شرعی عذر نہیں ہے لہٰذا کم از کم باہم ملاقات پر سلام کر لیا جائے۔ ہاں اگر ان کا ظالم و فاسق ہونا شرعاً ثابت ہو جائے تو ایسوں سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ طلاق کے بعد دونوں خاندان ایک دوسرے کو ظالم وقصوروار کہتے ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی یا لڑکے والے بعدِ طلاق دوسرے رشتہ داروں کو بھی قطع تعلقی کا کہہ دیتے ہیں یہ بہت آزمائش والا مرحلہ ہوتا ہے، ایسے موقع پر رشتہ داروں کی کہنے سے قطع تعلقی کرنا شرعاً جائز نہیں۔ لہٰذا ایسا عمل کیا جائے کہ دونوں کے ساتھ تعلق قائم رہے اور یہ اس طرح ہوگا کہ زیادہ نہ ملا جائے تھوڑا ملا جائے اور دوسروں کی غیبتیں اور بہتان بازی کرنے سے بچا جائے۔

سوال: بعض اوقات قطع تعلقی کا سبب لوگوں کی ذہنیت میں افراط وتفریط کا ہونا ہے جیسے عورت اگر دیور اور سسرال کے دیگر غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ کرے تو اس پر سسرال والے بہت ناراض ہوتے ہیں۔ دوسری طرف بعض عورتیں سسر سے بھی پردہ کرتی ہیں جس سے رشتوں میں دوریاں پڑ جاتی ہیں، ایسے موقع پر کیا کیا جائے؟

جواب: اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے لوگوں کی ناراضگی کی کوئی حیثیت نہیں۔ جس سے پردے کا حکم ہے اس سے پردہ کرنا ضروری ہے یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ لوگ ناراض ہو رہے ہیں۔ جیٹھ، شوہر کے بھانجے اور بھتیجوں وغیرہ سے پردہ کرنا لازمی ہے۔ ہاں عورت پر پردے کا حکم ہے یہ نہیں کہ عورت ان رشتہ داروں سے کوئی تعلق نہ رکھے، عورت شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے سسرال والوں کے حقوق ادا کرے، اگر ضرورۃً دیور سے بات کرنی پڑ جائے تو پردہ میں رہ کر بات کرسکتی ہے۔

جہاں تک سسر سے پردہ کرنے کا مسئلہ ہے تو شرع نے جب سسر سے پردہ نہ کرنے کی رعایت دی ہے تو اس کو استعمال کیا جائے، سسر سے پردہ کرنا باعث تشویش اور رشتوں میں کمزوری کا باعث بن سکتا ہے۔ لوگ ایسی عورت پر بہت زیادہ تنقید کرتے ہیں اس لئے حکمت عملی سے کام لینا چاہیے۔ سسر کا کردار اگر ٹھیک نہ ہو تو طریقے سے

احتیاط کی جائے۔

سوال: جس شادی میں گانے باجے ہوں وہاں جانا ناجائز ہونا بالکل واضح ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ بعض اوقات نہ جانے پر بڑے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں جیسے بہن یا بیٹی کے سسرال والوں کے ہاں شادی ہے جس میں یہ سب حرام افعال ہوں گے اور ہم روک بھی نہیں سکتے۔ اب شرکت نہ کرنے پر بچی کے لئے مسائل ہوں گے، ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب: انسان اگر شریعت پر عمل کرنا چاہے تو اس کے لئے سو راستے ہیں اور اگر مجبوری کو آڑ بنا کر حرام کام کرنا چاہے تو جواز کی کوئی راہ نہیں۔ مذکورہ صورت میں یہ ممکن ہے کہ انسان ایسی شادی میں شرکت بھی کرلے اور گناہ سے بھی بچ جائے وہ یوں کہ پہلے جا کر سب کو مل لے پھر وہاں بیٹھے نہ جہاں گانے باجے بج رہے ہیں بلکہ باہر جا کر کھڑا ہوجائے یا دور جا کر بیٹھ جائے جہاں آواز نہ آئے، پھر بارات میں بینڈ باجے ہیں تو بارات سے تھوڑا دور رہے جہاں آواز نہ آئے، شادی ہال میں بھی ہال کے باہر کھڑا رہے۔ عموماً کھانے کے وقت گانے باجے بند ہوجاتے ہیں اس وقت اندر جا کر کھانا کھائے اور گھر واپس آجائے۔ الغرض اگر کوشش کرے تو گناہ سے بچ سکتا ہے جبکہ بچنا چاہے۔

سوال: اس کتاب کو پڑھ کر ہوسکتا ہے کسی قاری کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ بدمذہبوں کے متعلق شدت اختیار کی گئی ہے، کیا ایسا نہیں ہوسکتا ہم اہل سنت والے دیگر فرقوں کے ساتھ مل جل کر رہیں تاکہ معاشرے میں امن وامان برقرار رہے۔

جواب: مل جل کر رہنے سے مراد اگر یہ کہ لڑائی جھگڑا وقتل وغارت نہ کی جائے تو بالکل ٹھیک ہے اس کتاب میں مسلک کے نام پر لڑنے کا کہیں بھی نہیں کہا گیا بس قطع تعلقی کا

حکم دیا ہے۔ اگر مل جل کر رہنے سے مراد یہ ہے کہ بدمذہبوں کے باطل عقائد کو بُرا نہ کہا جائے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہمیں گستاخیاں کریں، صحابہ کو گالیاں دیں اور ہم بدلے میں ان تحفے تحائف دیں، گلے ملیں، ان کی تنظیموں کو چندے دیں تو اس میں معاشرے کا امن نہیں بلکہ بربادی ہے۔

راقم الحروف نے اس پوری کتاب میں بدمذہبوں کے متعلق شدت کسی ذاتی وجوہات کی بنا پر نہیں کی بلکہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں کی ہے۔ جب رحمۃ للعالمین نے ان سے نفرت کرنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں ان سے پیار کی پینگیں بڑھائیں۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ آپس میں نرم اور کفار پر سخت ہیں۔ سورۃ الفتح میں ہے ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

ترجمہ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ (سورۃ الفتح،سورۃ48،آیت29)

صحابہ کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے اور ان کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔

بدمذہب جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کریں، ان کی شان میں تنقیص کریں، آپ کے والدین کو معاذ اللہ مشرک جانیں، بات بات پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر ان کا قتل جائز و ثواب سمجھیں، صحابہ کرام کو گالیاں دینا ثواب سمجھیں، احادیث کا انکار کریں۔ ایسوں سے وہی اتحاد کرے گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی چاہتا ہے۔ اللہ عزوجل کی رضا اس میں نہیں کہ فقط نماز

وروزہ کی پابندی کرلی جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے گستاخوں سے نفرت کی جائے۔

اہل علم حضرات کا کام امت مسلمہ کی خیر خواہی کرنا اور انہیں گمراہوں کے فتنوں سے بچانا ہے اگرچہ لوگ اس پر انہیں متشدد کہیں۔ حق کے داعی کو رب تعالیٰ عزت دینے والا ہوتا ہے، لوگوں سے عزت چاہنے کے لئے جو حق کو باطل سے ملاتا ہے وہ دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

معاشرے میں امن بدمذہبوں سے قطع تعلقی کے ہی ساتھ ہوگا ورنہ یہ دوسرے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو بدمذہب بنا کر ملک میں فتنہ وفساد برپا کریں گے۔ جب شرعی حکم پر عمل چھوڑ کر سب سے اتحاد کیا جاتا ہے تو پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بدعقیدہ مسلمانوں کے چندوں سے مضبوط ہوکر ملک و معاشرے اور شہریوں کو نقصان پہنچاتے ہیں پھر ایک وقت آتا ہے کہ ملکی سطح پر ان کے خلاف آپریشن کیا جاتا ہے۔ اگر پہلے ہی حکام ان گمراہوں کو قید کریں ان کی تبلیغ کو روکیں تو یہ نوبت ہی نہ آئے۔

صلح کلی جو گمراہ فرقوں سے اتحاد کئے پھرتے ہیں تاریخ گواہ ہے یہ آج تک کوئی مثبت تبدیلی نہ لائے بلکہ فتنے برپا کئے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے دور میں ہندو مسلم اتحاد میں دین اکبری ایجاد کروانے والے اسی ذہنیت کے لوگ تھے۔ صلح کلیت کے سبب اہل سنت میں سے کثیر افراد کا بدمذہب ہونا ثابت ہے لیکن بدمذہبوں میں سے سنی ہونا آج تک نہیں دیکھا سنا گیا۔ اتحاد کے ٹھیکے دار خود مر جاتے ہیں اور اپنا فتنہ چھوڑ جاتے ہیں جس کی کئی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

سوال: اگر ہم مسلمان اسی طرح فرقوں میں بٹے رہیں گے تو کافروں سے مقابلہ

کیسے کر پائیں گے؟

جواب: کافروں پر فتح پانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی صفوں میں سے ان غداروں کو نکال پھینکیں جو باطل عقائد کا پرچار کر کے فرقہ واریت کو فروغ دے کر مسلمانوں کو باہم لڑواتے ہیں اور ایسے گمراہوں کی پشت پناہی کفار کر رہے ہوتے ہیں جیسا کہ آج بھی کئی کالعدم تنظیموں کے پیچھے کفار کا ہاتھ ہونا واضح ہو چکا ہے۔ تاریخ شاہد کے جب بھی مسلمانوں نے پہلے گمراہوں کے خلاف جہاد کیا ہے اسلام کو فائدہ ہوا ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کا انکار کرنے والے نام نہاد کلمہ گو مرتدین سے جہاد کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو مشرک قرار دینے والے خارجیوں سے جہاد کیا۔

سوال: کالعدم تنظیمیں اگرچہ اہل سنت کے علاوہ دیگر فرقوں کی ہیں لیکن دیگر فرقوں میں بھی تو بڑے عالم، نمازی پرہیزی لوگ ہیں، اگر کسی فرقہ کے چند افراد دہشت گرد ہوں لیکن اسی فرقہ کے دوسرے لوگ دیندار باامن ہوں تو ان باامن کو بھی دہشت گرد قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ باامن اگرچہ دہشت گرد نہ ہوں لیکن ان کے دل دہشت گردوں کی حمایت میں ہی دھڑکتے ہیں کیونکہ ان کے عقائد ایک ہوتے ہیں۔ یہ خود پر امن ہونے کا ڈھونگ کر کے لوگوں کو اپنے فرقوں میں پھانستے ہیں۔ دہشت گرد پیدائشی ہی دہشت گرد نہ تھے انہیں انہی نام نہاد باامن گمراہ مولویوں نے تقریروں کے ذریعے اپنے فرقہ میں کیا پھر جہاد کے نام پر قتل وغارت کی ترغیب دی۔

باب چہارم: دینی و سیاسی تحریکوں سے تعلق و قطع تعلقی

فصل اول: دینی تحریک سے تعلق و قطع تعلقی

دینی تحریک میں شمولیت اختیار کرنا

شرعی طور اہل سنت کی کسی دینی تحریک میں شمولیت کرنا جائز ہے اور بعض صورتوں میں بہت بہتر ہیکیونکہ موجودہ دور میں تن تنہا دین کی خدمت کرنا مشکل ہے۔

دینی تحریکوں میں شمولیت کے فوائد

شمولیت بہتر ہونی کی یہ صورت ہے کہ تنہا انسان خود اپنی اصلاح کر لیتا ہے لیکن دوسرے لوگوں کی اصلاح کرنے کے زیادہ مواقع نہیں ملتے، لیکن دینی تحریک میں شمولیت کے سبب جتنا اس تحریک کا حلقہ احباب ہوگا انسان اس تک اپنی اصلاح کی ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کر سکتا ہے۔ دینی تحریک سے وابستگی انسان کو نیکی کے کاموں پر گامزن رکھتی ہے جیسے کسی دینی تحریک میں ہے اور اس میں یہ ذمہ داری ملی ہے کہ آپ نے روزانہ فلاں مسجد میں درس دینا ہے، اب اس کے فوائد یہ ہے کہ خود بھی با جماعت نماز پڑھے گا اور درس دینے کی تیاری کرنے کی وجہ سے اس کی علم میں اضافہ ہوگا اور درس کی وجہ سے لوگوں اصلاح کا ثواب ملا اور اگر کوئی اس کے درس کی وجہ سے نمازی بن گیا تو جب تک وہ نماز پڑھتا رہے گا اسے اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

دینی تحریکوں میں کیا چیز دیکھی جائے؟

دینی تحریکوں میں اچھے اچھے نام نہیں بلکہ دینی تحریک کے عقائد ونظریات، اس کا منشور اور جو اس تحریک کا بانی ہے اس کا کردار دیکھا جائے نہ یہ کہ تحریکوں میں موجود افراد

کے کردار کو دیکھ کر تحریک کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے۔ تحریکوں میں عام طور پر جاہل لوگ بھی ہوتے ہیں، اگر کوئی عام جاہل انسان خلافِ شرع عمل کرے تو اس میں تحریک یا اس کے بانی کا کیا قصور ہے؟ کئی دفعہ دیکھا سنا گیا ہے امام صاحب کے ساتھ تحریک کے ایک شخص نے بُرا سلوک کیا تو امام صاحب نے اپنے بیان میں اس پوری تحریک کو رگڑا لگا دیا، یہ اخلاقی اور شرعی طور پر درست نہیں ہے۔

ایک فرد کی غلطی پر پوری تحریک کو غلط قرار دینا عقلمندی نہیں اور ایک باطل گمراہ شخص کی تحریک کے کسی فرد کے اخلاقیات وعبادات کو دیکھ کر پوری تحریک کو صحیح سمجھ لینا بھی نادانی ہے۔

موجودہ دور میں کئی ایسی دینی تحریکیں ہیں جن کے نام اسلامی ہیں لیکن عقائد گمراہ کن ہیں، کئی تحریکیں اہل سنت کی ہیں مگر ان کا منشور اچھا ہے لیکن اس پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے اور بعض تحریکوں کے بانی صلح کلی، گمراہ نظریات کے حامل ہیں۔

عصر حاضر کی جہادی تحریکیں

عصرِ حاضر میں کئی ایسے گمراہ عقائد کے حامل لوگوں کی جہادی تنظیمیں ہیں جنہوں نے جہاد کے نام پر اپنی مسلک کا پرچار شروع کر رکھا ہے۔ جہاد کا چندہ اپنے اداروں میں لگاتے ہیں، نام نہاد مجاہدوں کو اہل سنت کی مساجد پر قبضہ کرنے، اہل سنت کے علماء شہید کرنے پر لگا دیتے ہیں اور انہیں یہ ذہن دیتے ہیں کہ یہ کافروں کو مارنے سے زیادہ ثواب ہے۔ معاذ اللہ عزوجل۔ یہ کوئی خود ساختہ بات نہیں بلکہ عقل سلیم رکھنے والے لوگ بخوبی اس سے واقف ہے کہ کئی مرتبہ پکڑے جانیوالے دہشت گردوں نے بیانات دیئے ہیں کہ ہمیں مولوی صاحب نے کہا تھا کہ اس مزار کو بم سے اڑانا اور وہاں موجود لوگوں کو قتل

کرنا بڑا ثواب ہے۔

قارئین خود اس بات کا جائزہ لیں کہ کتنی جہادی تنظیمیں ایسی ہیں جن کے بانی خود جہاد میں شہید ہوئے ہیں یا ان کی اولاد شہید ہوئی ہے؟ آپ اس کی تحقیق کرنے نکلیں تو شائد کوئی بھی ایسی تحریک نہ ملے۔کئی جہادی تنظیموں کے اہم ارا کین کے بچے باہر کے ممالک میں پڑھ رہے۔ بعض ایسے مولوی بھی منظر عام پر آئے ہیں جنہوں نے جہاد کی غلط تعریف و مفہوم پیش کر کے مسلمانوں کو اپنے ہی اسلامی ملک کے خلاف جہاد پر ابھارا ہے اور سینکڑوں لوگوں کو قتل کروا کر خود بھاگ نکلے ہیں۔لیکن ہماری قوم اتنی بھولی ہے ایسے مولوی کو جوتے نہیں مارے جس نے اتنے لوگ قتل کروائے بلکہ اسے مظلوم سمجھ کر اس کے خیر خواہ ہو گئے۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں معاذ اللہ جہاد کے مخالف نہیں ہوں۔کوئی مسلمان کیسے جہاد کی مخالف کر سکتا ہے اور اس کا انکار کر سکتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا ہے قیامت تک جہاد کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔میری مراد فقط مسلمانوں کو آگاہی دینا ہے کہ جہاد کے جذبے میں آ کر خدارا کہیں گمراہ لوگوں کے ہتھے چڑھ کر مسلمانوں کو ہی قتل کرنا جہاد نہ سمجھ لینا اور اپنی بربادی کے ساتھ ساتھ جہاد کو بھی بدنام نہ کروا دینا۔

دینی تحریک سے قطع تعلقی کرنا

کسی سنی دینی تحریک میں شمولیت کے بعد قطع تعلقی کرنا یعنی اس تحریک کو چھوڑ دینا شرعاً جائز ہے۔لیکن بلاوجہ صحیح سنی دینی تحریک کو نہ چھوڑا جائے کہ اس میں بعض اوقات فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، ایک دوسرے کی غیبتیں اور برائیاں شروع جاتی ہیں اور تحریک کے

ساتھ ساتھ سنّیت کو بھی نقصان ہوتا ہے۔ اگر کوئی تحریک سے علیحدگی اختیار کرلے تو تحریک سے وابستہ افراد کو چاہئے کہ اس سے پیار محبت ویسے ہی جاری رکھیں اور علیحدگی کرنے والے کو بھی چاہئے کہ تحریک کے احسانات کو فراموش نہ کرے، تحریک کے خلاف باتیں کر کے لوگوں کو اس سے بدظن نہ کرے کہ کسی صحیح اہل سنت وجماعت کی تحریک کے خلاف زبان درازی کرنا دین کو نقصان پہنچانا ہے۔

دینی تحریکوں پر اعتراضات کرنا

بعض لوگوں بلکہ بعض اہل علم حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ بغیر تحقیق کئے لوگوں سے سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر کے کسی صحیح تحریک کے خلاف بیانات کرتے ہیں اور اس کی شدید مخالفت کرتے ہیں بلکہ بعض تو ایسے متشدد بھی دیکھے گئے ہیں جو پوری تحریک کو خوامخواہ سنّیت سے خارج قرار دے دیتے ہیں۔ بعض فروع مسائل کو بنیاد بنا کر سنی تحریکوں اور ان کے بانیوں کے خلاف اتنے شدید الفاظ کہہ دیتے ہیں کہ بدمذہب لوگ اس کا خوب فائدہ اٹھا کر لوگوں کو اہل سنت کی تحریکوں سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ اگر کسی سنی عالم نے کسی سنی تحریک یا اس کے بانی کے خلاف کوئی کتاب یا تحریر لکھی ہو تو اس کتاب کو بدمذہب چھاپتے اور انٹرنیٹ پر عام کرتے ہیں۔

فتاوٰی فقیہ ملت میں ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو ایک ایسے ادارہ کی مخالفت کرتا ہے جو سنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے مسلک کا پرچار کر رہا ہے۔ جواباً فرمایا گیا: ”ادارہ مذکور اگر واقعی صحیح طریقے سے علم دین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرو اشاعت کر رہا ہو اور قوم کی دینی ضرورتوں کو پوری کرتا ہو تو ایسے ادارہ کی بلاوجہ شرعی مخالفت کرنا، چندہ وغیرہ بند کرانے کی خاطر لوگوں کو بہکانا بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ ایسے ادارہ کی

امداد و اعانت کرنا سارے مسلمانوں کا دینی و ملی فریضہ ہے۔ اور اس کی مخالفت کرنے والا ظالم و جفا کار اور سخت گنہگار ہے، ایسا شخص مذہبی قیادت کا قطعی حقدار نہیں بلکہ سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا سب ترک کر دیں اور ہرگز اس کی قیادت میں نہ چلیں۔"

(فتاویٰ فقیہ ملت، جلد2، صفحہ 357، شبیر برادرز، لاہور)

ہاں جو بدمذہبوں کی تحریکیں ہیں جو لوگوں کو گمراہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا کسی تحریک کا بانی خود کو سنی کہتا ہے لیکن اس کے عقائد گمراہ کن ہیں تو اس کی مخالفت نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ کلمہ حق کہنا ہے۔

فصل دوم: سیاسی تحریکوں سے تعلق و قطع تعلقی

سیاست کی تعریف و مفہوم

سیاست کے لغوی تعریف حکومت چلانا اور لوگوں کی امر و نہی کے ذریعہ اصلاح کرنا ہے۔ سیاست (Politics) "ساس" سے مشتق ہے جو یونانی لفظ ہے، اس کے معنی شہر و شہر نشین کے ہیں۔ سیاست کی اصطلاحی تعریف فنِ حکومت اور لوگوں کو اصلاح سے قریب اور فساد سے دور رکھنا۔ اسلام میں سیاست اس فعل کو کہتے ہیں جس کے انجام دینے سے لوگ اصلاح سے قریب اور فساد سے دور ہو جائیں۔ اہل مغرب فن حکومت کو سیاست کہتے ہیں، امور مملکت کا نظم و نسق برقرار رکھنے والوں کو سیاستدان کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں لفظ سیاست تو نہیں البتہ ایسی بہت سی آیتیں موجود ہیں جو سیاست کے مفہوم کو واضح کرتی ہیں، بلکہ قرآن کا کافی حصہ سیاست پر مشتمل ہے، مثلاً عدل و انصاف، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مظلوموں سے اظہار ہمدردی و حمایت، ظالم اور ظلم

سے نفرت اور اس کے علاوہ انبیاء اور اولیاء کرام کا اندازِ سیاست بھی قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا أَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور ہم ان سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

(سورۃ البقرہ، سورۃ 2، آیت 247)

جمہوریت کی تعریف و مفہوم

جمہوریت کا لغوی معنی کثرت کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر جمہوریت حکومت کی ایک حالت ہے جس میں لوگ یا لوگوں کا منتخب شدہ نمائندہ حکومت چلانے کا اہل ہوتا ہے، جسے ووٹوں کی کثرت کے ذریعے حکومت ملتی ہے۔

جمہوریت بہت بعد کی پیداوار ہے اس سے پہلے بادشاہی نظام تھا جس کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر انگریزوں نے جمہوریت کو اپنایا اور اب پوری دنیا میں اسے فروغ دیا جا رہا ہے۔ جمہوریت میں کثرت رائے کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے جبکہ اسلام میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے آگے کسی کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جمہوریت میں گنتی دیکھی جاتی ہے معیار نہیں۔ مغرب میں یہی جمہوریت جس میں کثرت رائے کی وجہ سے آئے دن

قبیح سے قبیح قوانین زنا، ہم جنسی جیسے بن رہے ہیں۔

دینی طبقہ جو سیاست کو پسند نہیں کرتا اس سیاست سے مراد یہی مروجہ جمہوری سیاست ہے۔ وہ سیاست جو اسلامی طریقہ کے مطابق ہو اس کو کوئی بھی مسلمان ناپسند نہیں کر سکتا۔

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لہٰذا اسلام میں سیاست تو ہے جمہوریت نہیں ہے، لیکن جمہوریت کو مطلقاً کفر کہنا درست نہیں ہے۔ جمہوری نظام میں جو بات قرآن وسنت کے خلاف ہے وہ ناجائز ہے اور جو اس کے موافق ہے وہ جائز ہے۔

عصرِ حاضر کی سیاست شریعت کے آئینہ میں

اسلام میں جو خلافت کا نظام ہے جو صحابہ کرام سے ثابت ہے وہ رائج ہو جائے تو بہت اچھا ہے کہ اہل حل وعقد حضرات خلیفہ کے اوصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی کو خلیفہ بنائیں اور وہ تمام مسلمانوں کا خلیفہ ہے۔ خلافت کی سات شرطیں ہیں: مرد، عاقل، بالغ، مسلم، آزاد، قادر، قرشی ہو۔ یہ صورت صدیوں سے ناپید ہے۔ موجودہ دور میں تقریباً ناممکن ہے۔ اب بادشاہت کا نظام کئی مما.لک خصوصاً عرب ممالک میں رائج ہے۔

عصر حاضر میں سیاست کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ کر دینی اور پڑھا لکھا طبقہ اس سے الگ ہو گیا اور یوں ساری کی ساری سیاست چند خاندانوں اور کاروباری اور دین فروش مولویوں تک محدود ہو گئی۔ اب حال یہ ہے کہ سیاست کاروبار کے طور پر کی جاتی ہے ایم این اے سے لے کر ایک کونسلر تک لاکھوں کروڑوں روپے لگا کر الیکشن جیتتا ہے اور بعد میں لوٹ مار کر کے پیسے پورے کرتا ہے۔ چڑھتے سورج کو سلام ہے جس کا زور ہوتا ہے کئی لیڈر

پہلی پارٹی چھوڑ کر اس کے ساتھ مل جاتے ہیں۔عیاش لیڈروں کے عیاش بچے ہمارے سربراہ بننے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔آج ان عیاش وسیکولر لیڈروں کی خبیث اولاد کی حالت دیکھ کر حضور علیہ السلام کا وہ فرمان یاد آتا ہے جس میں آپ نے قیامت کی نشانی یوں ارشاد فرمائی کا خبیث کا بچہ خبیث بے دین عزت دار ہوگا۔مجمع الزوائد میں ہے "وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُكَذَّبُ فِيهِ الصَّادِقُ، وَيُصَدَّقُ فِيهِ الْكَاذِبُ، وَيُخَوَّنُ فِيهِ الْأَمِينُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهِ الْخَائِنُ، وَيَشْهَدُ الْمَرْءُ وَإِنْ لَمْ يُسْتَشْهَدْ، وَيَحْلِفُ الْمَرْءُ وَإِنْ لَمْ يُسْتَحْلَفْ، وَيَكُونُ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ بْنُ لُكَعٍ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ضرور لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ سچ بولنے والا اس میں جھوٹ بولے گا اور جھوٹ بولنے والا سچ بولے گا اور امانتدار خیانت کرنے والا ہوگا اور خیانت کرنے والا امانتدار ہوگا اور دوست بغیر شہادت طلب کیے شہادت اور قسم کھائے گا اور لوگوں میں زیادہ عزت دار وہ ہوگا جو خبیث کا بیٹا خبیث ہوگا جو نہ اللہ عزوجل اور نہ اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوگا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الفتن، باب فی أیام الصبر وفیمن یتمسک بدینه فی الفتن، جلد7، صفحہ284، مکتبة القدسی، القاهرة)

جو جس پارٹی سے منسلک ہے اسے نہ صرف اچھا جانتا ہے بلکہ زبردستی لوگوں میں اس کی جھوٹی تعریفیں کرکے اسے صحیح ثابت کرتا ہے۔افسوس ہماری قوم ووٹ دیتے وقت کچھ سوچتی نہیں ہے ایک بہت بڑی تعداد تو ووٹ دیتی ہی نہیں۔جو دیتی ہے وہ بھی اپنے خاندان کی روش پر چلتے ہوئے اسی پارٹی کو ووٹ دیتی ہے جس کو اس کے باپ دادا دیتے

آئے ہیں چاہے وہ لیڈر خبیث ،زانی ،شرابی ،رشوت خور ،ظالم و قاتل ہی کیوں نہ ہوں۔ملک کو لوٹ کر اس کا بیڑہ غرق کر کے وہی لیڈر عوام کو پھر سبز باغ دکھاتے ہیں اور عوام ہر بار کی طرح پھر ان سے امیدیں وابستہ کرلیتی ہے اور بعد میں ذلیل وخوار ہوتی ہے۔

آج الیکشن جیتنا اور نیا فرقہ بنانا کوئی مشکل نہیں رہا۔امریکہ کی مخالفت کر کے الیکشن جیت جاؤ اور فرقہ واریت کی مخالفت کر کے نیا فرقہ بنالو۔

سیاسی تحریک سے تعلق

اب موجودہ دور میں نہ وہ خلافت کا نظام ہے اور نہ ہی بظاہر ممکن ہے۔دیندار طبقہ سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر چکا ہے،جس کا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ بے دین سیاست میں آ کر اپنی بے دینی کو سیاسی طاقت سے عام کر رہے ہیں۔لہٰذا اس صورتحال میں اہل سنت و جماعت کے علماء کرام اگر سیاست میں حصہ لیں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ انہیں ووٹ دیں۔

لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ سنی حضرات سیاست میں کس طرح کامیاب ہوسکتے ہیں؟ کیونکہ الحمدللہ عزوجل پاکستان میں اہل سنت کی بہت زیادہ اکثریت ہے،دیگر تمام گمراہ فرقے مل کر بھی اہل سنت کی تعداد کے تہائی برابر نہیں،نصف ہونا تو بڑی دور کی بات ہے۔اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی سیاسی پارٹی اہل سنت کے ووٹوں کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔لیکن حال یہ ہے کہ اہل سنت کی لاکھوں ووٹ لے کر جب لیڈر اسمبلیوں میں جاتے ہیں تو گمراہ فرقوں کی چند سیٹوں کو اپنی ساتھ ملانے کے لئے ان کی جی حضوری کرتے ہیں اور ان کے مذہب کو تقویت دیتے ہیں۔اب صورتحال یہ ہے کہ اگر ایک علاقہ میں کوئی بھی بدمذہب نہ ہو صرف سنی ہوں اور ایک طرف کوئی مشہور سیاسی پارٹی کا ممبر

ہو اور دوسری طرف کوئی سنی عالم ہی کیوں نہ ہو، بہت مشکل ہے اسے مسلک کے نام پر ووٹ مل جائیں اور وہ الیکشن جیت جائے، وجہ یہی ہے کہ اہل سنت کے لوگ مسلک کے نام پر ووٹ نہیں ڈالتے جبکہ دیگر فرقے والے اپنے مسلک کے بندے کو ووٹ دیتے ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں میری ناقص رائے یہ ہے کہ مسلمانوں میں مسلک اہل سنت کی تقویت کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے، بدمذہبوں کی خرافات سے لوگوں کو آگاہ کر کے انہیں پکا سنی بنایا جائے، اس کے لئے وہ مذہبی سنی تحریکیں بہت فائدہ مند ہیں جو مسلمانوں کو سنیت پر مضبوط کر رہی ہیں جب یہ مسلمان پکے سنی ہو جائیں گے، انہیں بدمذہبوں کے فریب پتہ چل جائیں گے، اس وقت مسلک کے نام پر ووٹ ڈلنا شروع ہوں گے، پھر کوئی بھی سنی کھڑا ہوگا تو لوگ اسے ووٹ دیں گے۔ لہٰذا اہل سنت سیاسی میدان میں بھی کوشش کرے اور دینی تحریکیں اگرچہ وہ خود کو غیر سیاسی ہوں وہ مسلمانوں کو سنی بناتی رہیں، تاکہ ہم سیاست میں بھی مضبوط ہو کر اس ملک میں فرقہ واریت اور دہشت گردی کو ختم کر دیں۔

غیر سیاسی تحریکوں پر طعن کرنا

اگر کوئی شخص یا تحریک سیاست کی بگڑی ہوئی حالت کے پیش نظر سیاست کو پسند نہیں کرتی تو اس پر طعن کرنا شرعا درست نہیں ہے۔ کوئی بھی ذی شعور سیاست کو غلط نہیں کہہ سکتا بلکہ وہ موجودہ سیاسی نظام کی ہی مخالفت کرتا ہے اور اس سے دور رہتا ہے، جس میں شرعا کوئی حرج نہیں۔ دیکھیں قیام پاکستان کے وقت اہل سنت و جماعت نے مسلم لیگ کی پر زور حمایت اور جدوجہد کی اور اس کا ساتھ دیا جن میں قابل ذکر مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی، مولانا عبد الستار خان نیازی، مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، پیر امین الحسنات مانکی شریف، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمہم اللہ اور برصغیر پاک وہند

کی تمام خانقاہوں کے گدی نیشنوں و پیران عظام شامل تھے، لیکن بعض سنی علماء نے کانگریس کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ میں بھی حصہ نہ لیا کہ اس میں بعض بدمذہب بھی تھے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے شہزادے مفتی حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "میں نے عرس اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تنظیم اہل سنت کے لئے بہت سے اکابر علماء کو جمع کر کے چاہا تھا کہ ہماری ایک متفقہ آواز ملک سے مسلمانوں کی حمایت کے لئے اٹھے اور مسلمان ہمارے علماء کی آواز پر لبیک کہیں اور بے دینوں کے پنجے سے اس طرح انہیں نجات ملے اور اغیار کی قیادت سے نکل کر علمائے اہل سنت کی قیادت میں ہم اپنا کام کریں مگر اس کی تخریب کر دی گئی جس کے مخرب ہمارے ہی بعض افراد تھے، یہ ہماری غایت درجہ کی عاقبت نااندیشی اور زمانہ ناشناسی تھی۔

میں لیگ کو بحالت موجودہ کہ اس کے اندر شرعی مفاسد ہیں اور بہت سے گمراہ بدمذہب بددین شریک ہیں نظر استحسان سے نہیں دیکھتا اور اس بناء پر میں نے آج تک کسی کو اس کی شرکت کی اجازت نہیں دی مگر اس کے ساتھ ہی جو لوگ اس میں خالص سنی رضوی شریک ہو گئے ہیں، ان پر سخت حکم دینے کو بھی اچھا نہیں سمجھتا کہ جب ان کی شرکت کسی شرعی نقطہ نظر سے ہو تو تکفیر کیا معنی تضلیل و تفسیق کا بھی شرعاً حکم نہیں دیا جا سکتا۔"

(فتاویٰ حامدیہ، صفحہ 445، شبیر برادرز، لاہور)

ووٹ ڈالنے کی شرعی حیثیت

ووٹ ڈالنا شرعی طور پر جائز ہے۔ لیکن ووٹ ایسے شخص کو ڈالا جائے جو اہل سنت و جماعت کا ہو، نیک پرہیزگار ہو اگرچہ کسی بھی سیاسی تحریک کا نمائندہ ہو۔ ہاں اگر کسی سیاسی پارٹی کا لیڈر بے دین ہو دین اور علماء کرام کے متعلق زبان درازی کرتا ہو تو پھر ہرگز اس

تحریک کے کسی بھی فرد کو ووٹ نہ ڈالیں کہ یہ ایسے شخص کو لیڈر بنانے پر تعاون کرنا ہے جس نے برسرِ اقتدار آکر دین کو نقصان پہنچانا ہے۔

ووٹ نہ ڈالنے والے پر بھی طعن کرنا درست نہیں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ووٹ ڈالنا فرض ہے اور اس پر عجیب وغریب دلیل یہ دیتے ہیں کہ ووٹ گواہی کی طرح ہے، ان لوگوں کی یہ دلیل شرعاً اور عقلاً باطل ہے۔ اگر ایسا کوئی لیڈر نہیں جو صحیح ایماندار ہو تو ووٹ ضائع کرنا جائز ہے۔

سیاسی تحریکوں سے قطع تعلقی

اگر کوئی کسی سیاسی تحریک سے وابستہ ہو اور پھر اسے چھوڑ دے تو شرعاً یہ جائز ہے۔ سیاسی تحریک چھوڑنے والے پر طعن وتشنیع کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ اخلاقی اعتبار سے سیاسی تحریک چھوڑنا بعض لوگوں کے لئے بہت معیوب سمجھا جاتا ہے جیسے کوئی بڑا لیڈر ہے اور وہ دوسری پارٹی کے زور کو دیکھتا ہوا فقط اپنی لیڈری کے لئے پہلی تحریک کو چھوڑ دے تو لوگ اسے مخصوص لقب سے پکارتے ہیں، دینی شخصیت کو ایسی حرکت سے باز رہنا چاہئے۔

حرفِ آخر

ساری کتاب کو پڑھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کی دنیا اور آخرت میں فضائل وبرکات ہیں۔ شریعت نے ہماری رہنمائی کردی کہ کس سے صلہ رحمی کرنی ہے اور کس سے قطع تعلقی کرنی ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ شرعی احکام کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے جس کے ساتھ چاہے صلہ رحمی کرے اور جس سے چاہے قطع تعلقی کرے۔

اگر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ بہت تھوڑے ایسے لوگ ہیں جن سے صلہ رحمی کا حکم ہے جیسے رشتہ دار، دوست احباب وغیرہ اور ایک بڑی تعداد ہے جس سے قطع تعلقی کا حکم ہے

جیسے کفار و بدمذہب اور فساق۔ لہٰذا اگر ان مخصوص لوگوں کے ساتھ ہم اچھی طرح مل جل کر رہیں تو ہماری دنیا بھی بہتر ہو جائے اور آخرت بھی، گھروں میں جو ایک دوسرے کے خلاف سیاسی جنگ چل رہی ہوتی ہے، ذہنی اذیت کا ماحول ہوتا ہے یہ سب ختم ہو جائے۔ آج ہر ایک کو یہی شکوہ ہے کہ دوسرے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، بہت سے لوگ یہ سوچنا گوارہ نہیں کرتے کہ ہم دوسروں کے کتنے حقوق پورے کرتے ہیں۔ اب ظالم بھی مظلوم بنے ہوئے ہیں۔ حال یہ ہے کہ ظالم کسی کی گلہ دباتا ہے تو مظلوم کی آنکھیں گلہ دبنے سے باہر آجاتی ہیں اس پر ظالم مظلوم بنتے ہوئے کہتا ہے مجھے آنکھیں دکھاتا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم رشتہ داروں اور دیگر دوست احباب سے اچھے تعلق استوار رکھیں اور وہ بھی ہم سے حسن سلوک کریں تو اس کے لئے ہمیں دوسروں سے پیار محبت کے ساتھ پیش آنا ہوگا۔ اگر ہم اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں گے تو دوسرے بھی ہم سے محبت کریں گے کہ اللہ عزوجل نے دلوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ جو اس سے محبت کرے دل بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء میں ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الأصبهانی (المتوفی 430ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جُبِلَتِ الْقُلُوبُ عَلَى حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهَا وَبُغْضِ مَنْ أَسَاءَ إِلَيْهَا" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دلوں کو اس شخص کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے جو ان سے نیک سلوک روا رکھتا ہے۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، فمن الطبقة الأولى من التابعین، جلد 4، صفحہ 121، دار الکتاب العربی، بیروت)

بحمد اللہ

اعتذار

حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ پروف ریڈنگ کی کوئی غلطی نہ ہو لیکن بتقاضائے بشریت اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین سے التماس ہے کہ ناشر سے رجوع فرمائیں ان شاء اللہ آئندہ اس کو درست کر دیا جائے گا۔

کتاب کے متعلق اپنے تاثرات اس میل ایڈریس پر بھیجیں

abuahmadanasraza@gmail.com

۞---المصادر والمراجع---۞

مصنف کا نام　　کتاب کا نام　　مکتبہ کا نام　　سن اشاعت

(1)القرآن

(2)ابراہیم الحلبی،کبیری غنیۃ المستملی،مکتبہ نعمانیہ،کوئٹہ

(3)احمد جیون،التفسیرات الاحمدیہ،مکتبۃ الحرم،لاہور

(4)اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی الحنفی الخلوتی،روح البیان،دارالفکر،بیروت

(5)احمد امجدی جلال الدین امجدی،فتاوی فیض الرسول،شبیر برادرز،لاہور

(6)احمد امجدی جلال الدین امجدی،فتاوی فقیہ ملت،شبیر برادرز،لاہور

(7)احمد بن الحسین بیہقی،شعب الایمان،مکتبۃ الرشد،ریاض،1423ھ۔2003ء

(8)احمد بن عبد اللہ ابو نعیم،حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء،السعادۃ بجوار محافظۃ،مصر، 1394ھ۔1974ء

(9)احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار،مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار،مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ،2009ء

(10)احمد بن علی بن المثنی ابو یعلی الموصلی،مسند ابی یعلی،دار المأمون للتراث، دمشق،1404ھ۔1984ء

(11)احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی الخطیب البغدادی،تاریخ بغداد،دار الغرب الاسلامی،بیروت،1422ھ۔2002ء

(12)احمد بن محمد بن احمد الشلبی،تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبی،المطبعۃ الکبری الأمیریۃ،القاہرۃ،1313ھ

(13)احمد بن محمد بن حنبل،مسند الامام احمد بن حنبل،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،

1421ھ۔2001ء

(14)احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی ،الزواجر عن اقتراف الکبائر،دار الفکر،بیروت،1407ھ

(15)احمد رضا خان،احکام شریعت،نظامیہ کتاب گھر،لاہور

(16)احمد رضا خان،المعتقد المنتقد مترجم،مکتبہ برکات المدینہ،بہادر آباد،کراچی

(17)احمد رضا خان،فتاوی رضویہ،رضا فاؤنڈیشن،لاہور

(18)احمد رضا خان،کنز الایمان،مکتبۃ المدینہ،کراچی

(19)اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی،تفسیر القرآن العظیم،دار طیبۃ،1420ھ۔1999ء

(20)امجد علی اعظمی،بہار شریعت،مکتبۃ المدینہ،کراچی

(21)امجد علی اعظمی،فتاوی امجدیہ،مکتبہ رضویہ،کراچی

(22)جلال الدین مولوی بلخی،مثنوی مولوی معنوی،نورانی کتب خانہ پشاور

(23)جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر،فتاوی ہندیہ،دار الفکر،بیروت،1310ھ

(24)حارث بن محمد بن داہر التمیمی البغدادی الخصیب ،مسند الحارث،مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، المدینۃ المنورۃ،1413ھ۔1992ء

(25)حامد رضا خان،فتاوی حامدیہ،شبیر برادرز،لاہور

(26)حسن بن منصور قاضی خان،فتاوی قاضی خان،قدیمی کتب خانہ،کراچی

(27)سلیمان بن احمد ابو القاسم الطبرانی،المعجم الاوسط،دار الحرمین،القاہرۃ،1415ھ

(28)سلیمان بن احمد بن ایوب ابو القاسم الطبرانی ،المعجم الصغیر،المکتب الاسلامی ، بیروت ، 1405ھ۔1985ء

(29)سلیمان بن احمد ابو القاسم الطبرانی،المعجم الکبیر،مکتبۃ ابن تیمیۃ،القاہرۃ

(30)سلیمان بن الاشعث ابو داود السجستانی،سنن ابو داود،المکتبۃ العصریۃ،بیروت

(31)سلیمان بن داود بن الجارود الطیالسی ابو داو،مسند ابی داود الطیالسی، دار ہجر، مصر،
1419ھ-1999ء
(32)شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الہمذانی،الفردوس بمأ ثور الخطاب،دار الکتب العلمیۃ،
بیروت،1406ھ-1986ء
(33)عبد الرحمٰن بن ابی بکر،جلال الدین السیوطی،الدر المنثور،دار الفکر،بیروت
(34)عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی،البر والصلۃ لابن الجوزی،مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ،
بیروت،1413ھ-1993ء
(35)عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی،تلبیس ابلیس،دار الفکر،بیرزت،1421ھ-2001ء
(36)عبد العظیم بن عبد القوی المنذری،الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف،دار الکتب
العلمیۃ،بیروت،1417ھ
(37)عبد المصطفیٰ اعظمی مجددی،جنتی زیور،مکتبۃ المدینہ،کراچی
(38)عبد العزیز محدث دہلوی،تفسیر عزیزی،افغانی دار الکتب لال کنواں،دہلی
(39)عبد القادر جیلانی،غنیۃ الطالبین،مصطفیٰ البابی،مصر
(40)عبد اللہ بن محمد بن علی الأنصاری الہروی،ذم الکلام واہلہ،مکتبۃ العلوم والحکم،المدینۃ
المنورۃ،1418ھ-1998ء
(41)عبد اللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی،الزہد والرقائق لابن المبارک،دار الکتب العلمیۃ،
بیروت
(42)عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن الفضل الدارمی التمیمی السمرقندی،سنن الدارمی،دار المغنی،
السعودیۃ،1412ھ-2000ء
(43)عبید اللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ العکبری،الإبانۃ الکبری لابن

بطہ، دار الرایۃ، الریاض

(44) علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، مکتبۃ القدسی، القاہرۃ، 1414ھ۔1994ء

(45) علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال، شرح صحیح البخاری لابن بطال، مکتبۃ الرشد، الریاض، 1423ھ۔2003ء

(46) علی بن عمر ابو الحسن، سنن الدار قطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1424ھ۔2004ء

(47) عثمان بن علی، تبیین الحقائق، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، القاہرۃ، 1313ھ

(48) علی بن حسام الدین المتقی الہندی، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1989ء

(49) عمر بن محمد بن عبد اللہ ابن عمویہ السُّہرَ وَرْدی، مشیخۃ السہر وردی، مؤسسۃ الریان، 1425ھ۔2004ء

(50) محمد ابراہیم بن محمد الحلبی، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مجتبائی، دہلی

(51) محمد المدعو بعبد الرؤوف المناوی القاہری، التیسیر بشرح الجامع الصغیر، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض، 1408ھ۔1988ء

(52) محمد امین بن شامی، رد المحتار، دار الفکر، بیروت، 1421ھ۔2000ء

(53) محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1419ھ۔1998ء

(54) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، مصر، 1422ھ

(55) محمد بن جعفر الخرائطی السامری، مساوی ءالاخلاق ومذمومہا، مکتبۃ السوادی، جدۃ

(56) محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1414ھ۔1993ء

(57) محمد بن طاہر الفتنی، تذکرۃ الموضوعات للفتنی، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

(58) محمد بن عبد الواحد ابن الہمام، فتح القدیر، دار الفکر، بیروت

(59) محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ النیسابوری الحاکم، المستدرک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ-1990ء

(60) محمد بن علی بن الحسن ابو عبد اللہ، الحکیم الترمذی، نوادر الأصول فی أحادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، دار الجیل، بیروت

(61) محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوی، المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الأحادیث المشتہرۃ علی الألسنۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، 1405ھ-1985ء

(62) محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی، مصطفی البابی الحلبی، مصر، 1395ھ-1975ء

(63) محمد بن محمد الغزالی ابو حامد، احیاء العلوم، دار المعرفہ، بیروت

(64) محمد بن محمد الغزالی، مکاشفۃ القلوب، ضیاء القرآن، لاہور

(65) محمد بن فرامرز بن علی، درر الحکام شرح غرر الاحکام، دار احیاء الکتب العربیۃ

(66) محمد بن یزید ابو عبد اللہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیۃ

(67) محمد رواس قلعجی، حامد صادق قنیبی، معجم لغۃ الفقہاء، دار النفائس، 1408ھ-1988ء

(68) محمد عبد الرحیم، محمد یونس رضا اویسی (مرتبین)، فتاوی بریلی، شبیر برادرز، لاہور

(69) محمد وقار الدین قادری، وقار الفتاوی، بزم وقار الدین قادری، کراچی

(70) محمد نور اللہ نعیمی، فتاوی نوریہ، دار العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور، 1429ھ-2008ء

(71) مسلم بن الحجاج ابو الحسین القشیری، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(72) معمر بن ابی عمرو راشد، الجامع (منشور کملحق بمصنف عبد الرزاق)، المجلس العلمی، پاکستان

(73) نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان، مکتبۃ المدینہ، کراچی

(74) محمد بن عبد الہادی التتوی السندی، حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، دار الجیل، بیروت

(75) مصطفیٰ رضا خان، فتاوٰی مصطفویہ، شبیر برادرز، لاہور

(76) مصطفیٰ رضا خان (مرتب)، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، مکتبۃ المدینہ، کراچی

(77) وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ الکویت، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، 1427ھ

جلد 1 تا 23، الطبعۃ الثانیۃ، دار السلاسل، الکویت

جلد 24 تا 38، الطبعۃ الاولی، مطابع دار الصفوۃ، مصر

جلد 39 تا 45، الطبعۃ الثانیۃ، طبع الوزارۃ

عنقریب منظر عام پر آنے والی ادارے کی دیگر معرکۃ الآراء کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	قرض کے احکام	مولانا محمد اظہر عطاری
2	سیرت امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا محمد انس رضا قادری
3	اسلام اور عصر حاضر کے مذاہب کا تقابلی جائزہ	مولانا محمد انس رضا قادری
4	15 صدیوں کی تاریخ	مولانا محمد انس رضا قادری
5	مسجد انتظامیہ کیسی ہونی چاہیے؟	مولانا محمد اظہر عطاری
6	امام مسجد کیسا ہونا چاہیے؟	مولانا محمد اظہر عطاری
7	علم نافع (ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ)	مترجم مولانا محمد اظہر عطاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام

اورعصرِ حاضر کے

مذاہب کا تقابلی جائزہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

اسلام کا تعارف اور اسلام کی خصوصیات، صرف اسلام ہی دین حق کیوں؟ اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات، عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت، زرتشت، بہائی، دہریت، شیطان پرستی اور دیگر رائج مذاہب کا تعارف اور اسلام سے تقابل، عصرِ حاضر میں مختلف ممالک میں موجود مذاہب کی معلومات

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری
تخصُص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃُ العالمیہ
ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عصر حاضر کی ضرورت کے مطابق سیرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت امام الانبیاء

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ پاک پر مستند اور جامع کلام،

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وخصائص اور حسن مبارک

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

تخصُص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃُ العالمیہ

ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفہیم الحدیث

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

مشکوٰۃ شریف کی مختصر و آسان اور جامع شرح

مشکوٰۃ شریف کی احادیث کی تخریج، احادیث کی فنی حیثیت

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ

ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

15

صدیوں کی تاریخ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔۔

15 صدیوں کی تفصیلی وجامع تاریخ

ہجرت سے لے کر خلفائے راشدین، بنوامیہ وبنوعباسیہ، سلطنت عثمانیہ،

مغلیہ دورِحکومت، قیامِ پاکستان تک کے حالات واقعات ومشہور شخصیات کے حالاتِ زندگی

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری
تخصُص فی الفقہ الاسلامی، الشهادة العالميه
ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج وعمرہ کرنے اور سعودیہ روزگار کے سلسلہ میں جانے والوں کے لئے بے حد مفید کتاب

حج و عمرہ

اور

عقائد و نظریات

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

سعودی تاریخ، مقدس مقامات کو قائم رکھنے اور اس کی زیارت کرنے کی شرعی حیثیت، روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا،

روضہ رسول ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا، مزارات پر حاضری و دعا مانگنے اور ان پر گنبد بنانے کی شرعی حیثیت،

غیر اللہ سے مدد مانگنے اور انبیاء و صالحین کے وسیلے سے دعا مانگنے کا ثبوت،

سعودیہ میں ہونے والے غیر شرعی افعال کی نشاندہی، اعتراضات کے جوابات

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری
تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیۃ
ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرض کے احکام

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

فقہ کے تمام ابواب میں موجود قرض کی صورتیں، قرض کے جدید مسائل

لیزنگ، بنک اور قرض، C,C (کیش کریڈٹ) حج وعمرہ بذریعہ بنک، چیک، انشورنس

سکیورٹی وایڈوانس، ملکی معاملات اور قرض، انعامی بانڈز، اسکیمیں، ٹیکس، گروی، لکی، بولی والی

کمیٹی، U,Fone Lone، Mony Exchangers (ہنڈی) ادائیگی قرض کے وظائف،

اس کے علاوہ اور بہت کچھ

ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ

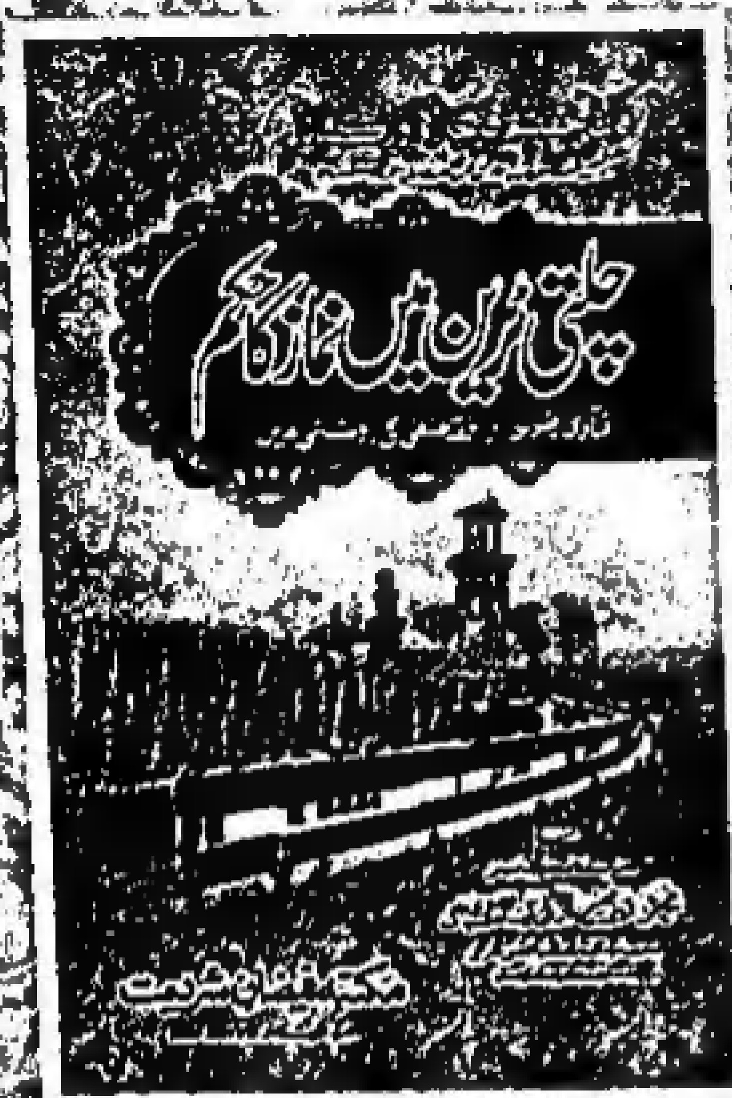
ناشر

مکتبہ فیضان شریعت داتا دربار مارکیٹ، لاہور




خواجہ غریب نواز


الوضاح لتلخیص المفتاح


چلتی ٹرین میں نماز کا حکم


مسلکِ اعلیٰ حضرت


حجیتِ فقہ


موبائل فون


رسم و رواج
شرعی حیثیت


بدکاری
شرعی مسائل